بسم الله الرحمن الرحيم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

البدر 2021ء

سر پرست اعلیٰ ڈائریکٹر۔ پروفیسر ڈاکٹر حافظہ شاہدہ پروین

نگران: ڈاکٹر سعدیہ گلزار

معاون نگران: ڈاکٹر حافظ محمد عبداللہ

مجلس ادارت

مدیرہ: مقدس حبیبہ

نائب مدیرہ: بینش حسیب

ادارہ علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

کمپوزنگ کمیٹی

عائشہ قمر(بی-ایس،رول نمبر:BS-17-11)

اقرا ظفر(بی-ایس،رول نمبر:BS-17-12)

فرہین ثاقب(بی-ایس،رول نمبر:BS-19-14)

اقرا نعیم(بی-ایس،رول نمبر:BS-18-38)

حافظہ ماریہ(بی-ایس،رول نمبر:BS-18-50)

ضحیٰ اصغر(بی-ایس،رول نمبر:BS-19-38)

حمنہ امجد(بی-ایس،رول نمبر:BS-18-16)

سعدیہ منصب(ایم فل،رول نمبر:MPHIL-IS-19-F21)

گرافکس

عائشہ صدیقہ(ایم-اے،رول نمبر:M-20-54)

فوٹو گرافی

انتظامیہ ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی،لاہور

اداریہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اور قرآن مجید میں " **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ**(التین6) کے پیرائے میں اس کو احسن اسلوب میں بیان فرمایا، اور اس انسان کے جوڑے میں ایک مرد اور عورت کو پیدا فرمایا، پھر جہاں مرد کو بعض امور میں فوقیت عطا فرمائی وہاں عورت کو بھی بعض دیگر امور میں فضیلت عطا کی، عرب و عجم کے جن معاشروں میں عورت کو اس کا حقیقی مقام نہیں دیا گیا، اللہ رب العزت اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاشرہ میں باعزت مقام عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس معاشرے کی عکاسی کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا" **وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ**"(النحل59) وہاں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا" **من کان له ثلاث بنات فصبرعلیهن واطعمهن وسقاهن وکساهن من جدته کن له حجابایوم القیامة**"۔(شعب الایمان للبیہقی،8689)

ایک دوسری روایت میں جہنم سے آزادی کی خوشخبری ہے،"**کن له سترا من النار**"(صحیح بخاری، کتاب الادب،5995)ایک تیسری روایت میں ہے "**وجبت له الجنة**" (مسند احمد،14247)ایک اور روایت میں معیت نبوی(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ،149) کی خوشخبری دی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس صنف نازک کو پیدا ہونے سے وفات تک زندگی کے تمام مراحل میں موقع بموقع رہنمائی عطا فرمائی، اور معاشرہ میں جہاں عورت کے لیے جہالت کی وجہ سے وراثت سے محرومی عام تھی وہاں ذوی الفروض میں مردوں سے زیادہ عورتوں لیے شرعی حصے مقرر کئے، اگرچار قسم کے مردوں کو ذوی الفروض بنایا تو آٹھ قسم کی عورتوں کو وراثت کے حصہ سے نوازا، اللہ تعالیٰ نے تاریخ میں ایسی ایسی خواتین پیدا فرمائیں کہ جب انہوں نے شریعت اسلامیہ کو اپنایا تو وہ اس مقام پر فائز ہوئیں کہ جن کی مثالیں دی جاتی ہیں، جیسا کہ ایک شاعر نے کیا خوب نظم کیا:

یاد آئیں ہیں اپنی خطائیں، جب خدا کا خیال آگیا ہے
میرے بے چین دل کو وہیں پر، مصطفیٰ کا خیال آگیا ہے
یوں مریم بھی ہے ہاجرہ بھی، نیک خاتون بھی ہے آسیہ بھی
بات جب آگئی ہے حیا کی، فاطمہ کا خیال آگیا ہے
ظلم کا جبر کا سلسلہ تھا، اک طرف صبر کا سلسلہ تھا
بات جب حق و باطل کی آئی، کربلا کا خیال آگیا ہے

آج بھی اگر عورت اپنے اصل مقام پر کاربند ہو جائے اور ان فرائض کو حسن وخوبی سے انجام دینے لگے تو بعید نہیں کہ وہ اس مقام پر پہنچ سکتی ہے کہ جو ایسے افراد کی پیدائش کو ذریعہ بنے گی جن کو تاریخ میں محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، قطب الدین ایبک، سلطان محمود غزنوی وغیرہ سے یاد کیا جاتا ہے، یہ وہ شخصیات ہیں کہ جن کے پس پردہ ایسی خواتین کی تربیت کا سہارا تھا کہ جو خود کی ناموری کی طالب نہ تھیں لیکن ایسے ہیرے اور جواہرات ان عظیم ہستیوں کی صورت میں امت مسلمہ کو فیضیاب کرنے کے لیے عنایت کر گئیں، یہ وہ خواتین تھیں کہ جن میں ناموری اور شہرت سے غرض نہیں تھی بلکہ اپنی جسمانی اور روحانی اولاد کی دنیوی اور اخروی فلاح کی تمنا تھی، جو انہوں نے بہت عمدہ طریقے سے پوری کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہمیں ایسی باہمت اور مخلص شخصیات عطا فرمائے کہ جو عظیم اور انقلابی افراد کی پیدائش کو ذریعہ بنیں۔ آمین۔

نگران البدر

ڈاکٹر محمد عبد اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

عزیز قارئین!!

آپ کو یہ جان کر حیرت ہو گی کہ پاکستان کی اولین اور عظیم الشان جامعہ، جامعہ پنجاب کی بنیاد رکھنے والی شخصیت ایک یہودی گوت لب لیٹنر تھا. جو 14 اکتوبر 1840ء کو ہنگری کے شہر بوڈاپسٹ میں پیدا ہوا، 18 سال کی عمر میں یہ پچاس سے زائد زبانوں سے واقف تھا اور اس نے ترکی زبان بھی سیکھی. ہنگری ڈیڑھ سو سال تک عثمانی ترکوں کے ماتحت رہا اسی لیے اسلامی تہذیب کے اثرات اس میں موجود تھے. اس نے اسلام کا مطالعہ بھی کیا. کچھ عرصے بعد یہ ترکی سے برطانیہ منتقل ہو گیا اور کنگز کالج میں نٹل سیکشن کا ڈین مقرر ہوا. جہاں اس نے طالبات کو بہت سی سہولیات فراہم کیں. اس نے علیحدہ ہاسٹل اور برطانیہ کی دوسری بڑی مسجد کی بنیاد بھی رکھی. 1801ء میں رنجیت سنگھ نے اپنے آپ کو پنجاب کا مہاراجہ قرار دے دیا. لیکن اس نے انگریزوں کے ہاتھوں شکست کھائی. انگریزوں نے 1858ء میں گورنمنٹ کالج کی بنیاد رکھی. اس کے لیے ایسا پرنسل درکار تھا جو مشرقی کلچر اور زبان کے ساتھ ساتھ انگریزی بھی جانتا ہو. گوت لب نے انٹرویو دیا اور سلیکشن بورڈ نے انہیں سلیکٹ کر لیا. 1864ء میں یہ لاہور آ گیا. وقت کے ساتھ ساتھ جب اسے معلوم ہوا کہ گورنمنٹ کالج صرف ایلیٹ کلاس کے لیے ہے. اسے پریشانی لاحق ہوئی کیونکہ اکثر نوجوان کالج میں ایڈمشین سے محروم رہ جاتے تھے. وہ اس کوشش میں تھا کہ برطانیہ طرز کی یونیورسٹی لاہور میں بھی بنائی جائے. اپنا مقصد اور فائل اٹھا کر حکام کے پاس گیا لیکن بے سود. پھر کشکول اٹھا کر عوام کے پاس گیا.

لاہور لاہور ہے. لاہوریوں نے دل کھول کر رقم دیں اور لگ بھگ 35 ہزار پاونڈ جمع ہو چکے تھے. ان پیسوں سے 1882ء میں پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئ. برصغیر کی تقسیم 1947ء کے بعد ایک پنجاب یونیورسٹی چندی گڑھ انڈیا جب کہ دوسری پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان میں اب بھی موجود ہے جو کہ علم کی روشنی پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے.

پنجاب یونیورسٹی ایک قومی اور قدیم ادارہ ہے، یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء نے زندگی کے ہر میدان میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی کا شعبہ علوم اسلامیہ بھی یونیورسٹی کا قدیم ترین شعبہ ہے، یہ 1950ء میں قائم ہوا، اس کے پہلے چیئرمین مشہور نو مسلم علامہ محمد اسد تھے، انہوں نے 11 ماہ اس شعبے میں بطور صدر کام کیا، کچھ ہی عرصہ بعد اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے انہوں نے اس عہدے سے معذرت کر لی، ان کے بعد علامہ علاو الدین صدیقی صدر شعبہ منتخب ہوئے اور انہوں نے حقیقی معنوں میں اس شعبے کو کامیاب بنایا. علامہ محمد اسد کے دور میں قانون سازی اور کاغذی کام ہوا لیکن اصل بنیاد علامہ علاو الدین

صدیقی نے رکھی جو 1950ء سے 1969ء تک شعبہ کے چیئرمین رہے۔ شعبہ علوم اسلامیہ کی شروعات اولڈ کیمپس میں صرف دو کمروں سے ہوئی تھیں، آج کل یہ عمارت کالج آف آرٹ اینڈ ڈائزین کے پاس ہے.

اسی کی دہائی میں شیخ زاید اسلامک سنٹر کی عمارت بنی تو 1986ء میں یہ شعبہ نیو کیمپس موجودہ عمارت میں شفٹ ہو گیا.

اس وقت جو مجلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے. اس کا آغاز پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت نے کیا، پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت 1990ء سے 1998ء تک چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ رہیں، انہوں نے اس مجلہ البدر کی بنیاد 1994ء میں رکھی، یہ ایک سالانہ مجلہ ہے. یہ مجلہ طلباء و طالبات کی تحریری صلاحتیوں کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے. ہمیں خوشی ہے کہ اس سال کا مجلہ ہم آپ کی خدمت میں پیش کرنے جا رہے ہیں.

ہم نے اپنی حد تک کوشش کی ہے کہ اس مجلے کو بہتر سے بہتر بنا سکیں، اس کے لیے ہم نے مضامین کا تنوع اور رنگارنگی کا خیال رکھا ہے، اس مجلے میں آپ کو وہ سب کچھ پڑھنے کو ملے گا جس کی آپ توقع کر رہے ہیں، مثلاً تاریخ اسلام، سیرت نبوی، قرآنیات، احادیث، کچن کارنر، طنز و مزاح، شاعری، نیرنگ خیال، اقوال زریں اور اس طرح کے دیگر مضامین شامل ہیں. اس کا ایک حصہ انگریزی تحریروں پر مشتمل ہے.

تحریروں کی فراہمی میں طلباء و طالبات نے بھرپور حصہ لیا ہے، سچ یہ ہے کہ مجلے کی یہ رونق اور بہار اساتذہ کرام کی راہنمائی اور طلباء و طالبات کی تحریروں اور ان کے تعاون سے ہی ممکن ہوئی ہے.

اللہ تعالی ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے. (آمین)

مدیرہ البدر

مقدس حبیبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ﴿۵﴾

اللہ تعالی نے بے شمار مخلوقات بنائی ہے، جن میں سے اللہ تعالی نے سب سے پہلے قلم کو تخلیق فرمایا: اور حکم دیا یا لکھ جو تجھ سے پہلے تھا اور جو تیرے بعد تھا یہ قلم ہی تھا جس کے ذریعے اللہ تعالی نے سب سے پہلے انسان کو لکھنا سکھایا۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ اور اس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اسی علم کی بدولت انسان نے آسمان کے تارے بھی توڑ لیے۔ اور دنیا میں اپنا نام بھی روشن کر لیا۔

ادارہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف دی پنجاب کی انتظامیہ چاہتی ہے کہ بچوں کو لکھنے پر ابھارا جائے تا کہ دنیا میں ان کا نام روشن ستارے کی مانند چمکے اور وہ دنیا کو اپنے روشن افکار کے ذریعے روشناس کرا سکیں۔ اور یہ تب ہی ممکن ہے جب مختلف موضوعات پر اپنا قلم اٹھائیں اور ہر طرح کے صنف کے موضوع پر اپنے قلم کے زور کو آزمائیں۔

اسی مقصد کے تحت البدر کا رسالہ وجود میں آیا کہ بچے البدر کی مانند بننے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی تحریر لکھیں تا کہ دنیا ان کا نام لے کر اپنی انگلیاں دانتوں میں دبالے۔ میں بطور نائب مدیرہ البدر تمام لکھنے والے طلباء کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے ہر طرح کی تحریر بھیجی، سنجیدہ اسلامی موضوعات پر مدلل بحث کی گئی ہے، شاعری میں بچوں نے بے مثال اچھی کاوش پیش کی ہے۔ اور مزاح میں بھی قاری کے ہنسنے کی کلکاریوں کو بلند کیا ہے۔

نائب مدیرہ البدر

بینش حسیب

فہرست البدر 2021

اداریہ iv

اداریہ vi

اداریہ viii

حمد 1

نعت 2

دعا 3

قرآنیات

اللہ کے پسندیدہ دل 5

دل سائنس اور قرآن 6

سورۃ الحجرات میں زندگی گزارنے کے اہم نکات 7

سورۃ الرحمن اور اہم حقائق کا انکشاف 8

سورۃ الرحمن میں تین اہم نکات 11

لاتقنطوا من رحمتہ اللہ اور اہم نکات 12

قرآن دلوں کے لیے شفا ہے 15

قرآن کریم اور پردہ نسواں 18

حدیثیات

گلدستہ حدیث 23

اخلاقیات حدیث کی رو سے 25

حدیث جبریل 27

شجر کاری : حدیث کی روشنی میں 29

حیا ایمان کا حصّہ ہے 31

جب کھجوریں بڑھ گئیں 34

سیر صحابہ و صحابیات کے روشن دریچے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 36

سیرت فاطمہ اور آج کی ماں 38

رقیق القلب تحاریر کے قرینے

آتش دوزخ میں...41
اللہ تعالیٰ قدردان۔۔۔الشکور...44
انسانی تعلیم کی اصل حقیقت کیا ہے؟...48
اولاد کے حقوق...52
تقویٰ...58
ختم نبوت کی اہمیت...62
درددل کے واسطے پیدا کیا انسان کو...67
رضائے الٰہی...69
صبر کے ثمرات قرآن کی روشنی میں...71
معجزات نبوی...75
والدین کی اطاعت...79
والدین کے حقوق قرآن اور حدیث کی روشنی میں...80
حقیقی کامیابی...84
یقین کامل...87

اصلاحی تحاریر

بت پرستی کی ممانعت قرآن کی رو سے...89
پردہ کے متعلق عصری مسائل وسوالات...100
تلاوت قرآن یادرس قرآن...107
جانتے ہو دعا کیا ہے؟...108
دائیں طرف سے شروع کرنا...110
ہم غریبوں کے آقا پر بے حد درود...111
دعا کی اہمیت اور فضیلت...117
ذکر الٰہی...120
کھٹی میٹھی زندگی...122
گھر کے اندر اور باہر پردہ کے آداب...123
ماحولیاتی پاکیزگی کی ضرورت واہمیت، تعلیمات نبویہ کی روشنی میں...129
مسلمانوں کیا تم بھی!...129

مسئلہ سُود 143

معاشرتی جرائم کے اسباب اور ان کا ممکنہ تدارک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں 147

موبائل کا استعمال 159

آیئے مثالی معاشرہ قائم کریں 162

عصر حاضر کے مسائل

آج کا نوجوان مسلمان پریشان کیوں ہے؟ 164

اسلاموفوبیا 167

معابد کی تعمیر اور نقضِ عہد کے حالیہ مسائل پر تبصرہ 169

مقبوضہ علاقوں میں مظلوموں اور ارد گرد لوگوں پر یہودیوں کے وحشیانہ حملوں کے اثرات 174

متفرق مضامین

تفضیلِ انبیاء کی بحث 178

استغفار 189

ایمان 190

دین اسلام۔۔۔ایک نظریہ حیات! 192

زندگی 194

عیسائی تعلیمات اور ان کی جنگوں کے بعد کے اثرات 196

کرب، اندھیرا اور روشنی 200

معاہدین کا نبی ﷺ پر طعن کرنا 201

نماز باجماعت اور شرعی احکام 215

اس دنیا میں انسان کا مقام و مرتبہ کیا ہے 215

نماز کا معنی اور فرضیت 223

اللہ تعالیٰ کے ناموں کی صفات 226

طالب علم کا مقام 228

ظن کیا ہے؟ 230

فَبِاَیِّ آلاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبانِ! 233

غسل کے فرائض، مکروہات، واجبات اور سنتوں کی تفصیل 237

اقوال زریں

اور میں نے جب پڑھا 241
اصحاب کہف پر رشک 242
باپ 243
حکمت کی باتیں 245
عورتوں کے اعزازات 246
عورتوں کی باتیں 247
فاش غلطیاں 249
کتاب بنی 250
لمحہ فکریہ ایک اور دن گزر گیا 252
والدین 254
سنہرے اقوال 255
سنہری الفاظ 257
اقوال زریں 258
ہمارے استاد ہمارے رہنما 260

نیرنگِ خیال

اگر میں ادارہ علوم اسلامیہ کی ڈین ہوتی 262
امید کی کرن 263
ایک ایمان دار لڑکے کا واقعہ ! 265
بس کی آپ بیتی 267
تمنائے دل 268
خیالاتی زندگی 269
دوستی لازم ہے زندگی میں خوشیوں کے واسطے 270
زندگی کا راز 272
قرآن سے محبت کی داستان 274
کچھ میرے بابا کے بارے میں 275
مکالمہ انسان واللہ کے درمیان 277
ہر حال میں شکر الحمد للہ 278

کنٹین کے کھانوں کی آواز 279

کچھ یادیں کچھ باتیں

ادارہ علوم اسلامیہ میں گزرے چار سال 281
سقوط ڈھاکہ کانفرنس کی روداد 282
ہر شے میں ایک شے ممتاز ہوتی ہے.. 284
ایوبیہ اور ہم.. 285

افقِ نظم و غزل

غزل 288
آخر ہم بڑے ہو ہی گئے 289
میرے والد محترم 290
غزل 291
تم نے کہا تھا ہم ایک ہی ہے 292
"خوشی اور غم کی شناخت" 293
نظم 294
ریٹائر ہونے والے اساتذہ کے نام 295
سِکہ ہمارے دور کا چلتا کہیں نہیں.. 296
سکون قلب.. 297
غزل 298
شکایت نہیں ہے کوئی زندگانی سے...!!!.. 299
غربت کا مذاق 300
غزل 301
غزل 303
قبر کی تنہائی.. 304
لا کا مطلب.. 305
منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر 306
میرے اندروں میں نوں کڈدے 307
میری ایمان کی ساتھی.. 308

میری ماں 310
ہاں یہ ہی میرا گاؤں ہے 311
غزل 312
وہ زمانہ مجھ کو یاد آتا ھے 312
غزل 314
یہ زندگانی ہے 315
میرا بستہ 316

ادارہ علوم اسلامیہ تصویروں کی زبانی

انگریزی تحاریر

All things bright and beautiful 330
Naat 331
My prayer 332
An Old Woman of The Road 333
Baba Bulleh Shah Poetry in Punjabi 334
"Bright star, would I be steadfast as thou art" 335
Current Pandemic Situation In Pakistan 336
Discipline for the obsessive personality 338
Facts of life 339
FEMINISM 340
FOREVER 341
OLD FRIENDS 342
GOD WHISPERED 343
How we go on? 344
I Have No Words 345
Last day at university: A memorable day 346
Look into yourself 348
Pakistan Military Information 349

My best friend.. 351
NAMAZ 353
Oh my Lord 355
ONLINE EDUCATION 357
Power of thoughts: How we can overcome our thoughts 358
Precious Gift from Allah.. 361
Quotations 362
Quotes 364
Real Winners Don't Give Up! 365
What Are Riddles? 367
SUCCESS... 368
Qualities of a student 369
The advantages of on-campus education and the dis advantages of online classes 370
The ignorant man 371
Jokes 372

حمد

(ناصرہ شہزادی، ایم اے، سمسٹر:3، M-20-04)

تجھی سے ابتدا ہے، تو ہی اک دن انتہا ہو گا
صدائے ساز ہو گی اور نہ ساز بے صدا ہو گا

ہمیں معلوم ہے، ہم سے سنو، محشر میں کیا ہو گا
سب اس کو دیکھتے ہوں گے، وہ ہم کو دیکھتا ہو گا

سر محشر ہم ایسے عاصیوں کا اور کیا ہو گا
در جنت نہ وا ہو گا، در رحمت تو وا ہو گا

جہنم ہو کہ جنت، جو بھی ہو گا فیصلہ ہو گا
یہ کیا کم ہے؟ ہمارا اور ان کا سامنا ہو گا

ازل ہو یا ابد، دونوں اسیر زلف حضرت ہیں
جدھر نظریں اٹھاؤ گے، یہی اک سلسلہ ہو گا

یہ نسبت عشق کی بے رنگ لائے رہ نہیں سکتی
جو محبوب خدا کا ہے، وہ محبوب خدا ہو گا

اسی امید پر ہم طالبان درد جیتے ہیں
خوشا! درد ے کہ تیرا درد، درد لا دوا ہو گا

نگاہ قہر پر بھی جان و دل سب کھوئے بیٹھا ہے
نگاہ مہر عاشق پر اگر ہو گی تو کیا ہو گا

یہ مانا؟ بھیج دے گا کو محشر سے جہنم میں
مگر جو دل پہ گزرے گی، وہ دل ہی جانتا ہو گا

سمجھتا کیا ہے تو دیوانگان عشق کو، زاہد!
یہ ہو جائیں گے جس جانب، اسی جانب خدا ہو گا

جگر کا ہاتھ ہو گا حشر میں اور دامن حضرت
شکایت ہو کہ شکوہ، جو بھی ہو گا برملا ہو گا

(جگر مرادآبادی)

******

نعت

(بینش حسیب،بی-ایس، سمیسٹر:8،BS-17-32)

لاکھوں میں ایک نبی ہمارے
وہ ہمارے تمھارے سب کے نبی

وہ جو شفاعت کریں گے قیامت میں
وہ ہمارے تمھارے سب کے نبی

وہ پلایں گیں جو حوض کوثر کا پانی
وہ ہمارے تمھارے سب کے نبی

سب کے نبی،سب کے نبی صلو علیہ وآلہ

اگر دیکھو تم اخلاق کا نمونہ تو ہونگے
وہ ہمارے تمھارے سب کے نبی

خدا کے بعد اگر پھول کسی کی شان ہے تو
وہ ہمارے تمھارے سب کے نبی

سب کے نبی،سب کے نبی صلو علیہ وآلہ

******

دعا

(ماہ نور، ایم-اے، سمسٹر:3، M-20-69)

گناہوں کی دلدل مری زندگی ہے
مری روح کو اپنی خوشبو سے بھر دے

امیدوں کی ناؤ بھنور میں گھری ہے
اسی جستجو میں ازل سے کھڑی ہے

تجھے واسطہ ہے تری عظمتوں کا
مٹا دے وہ مشکل جو مجھ پر پڑی ہے

اے رب جہاں میرے غم تو مٹانا
مری زندگی کی تمنا یہی ہے

مجھے ہر قدم پر جفا گھیرتی ہے
وفا نے کہیں پر تو چپ سادھ لی ہے

تہی ہیں فضائیں یہاں نغمگی سے
صدائے محبت میں بھی تشنگی ہے

خدایا کرم کر کہ آقا کی امت
ترے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی ہے

مرے مولا میری دعاؤں کی چادر
تری رحمتوں سے بھری ہی پڑی ہے

******

قرآنيات

اللہ کے پسندیدہ دل

(صائمہ بنت نذیر، بی-ایس، سمیسٹر:7، BS-18-58)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کے دلوں کا ذکر کیا ہے جو کہ اللہ کے محبوب دل ہیں

قلب سلیم: یہ وہ خالص دل ہے جو کفر، نفاق اور گندگی سے پاک ہوتا ہے

إلا من أتى الله بقلب سليم

"مگر جو لائے اللہ کے پاس قلب سلیم "(الشعراء:89)

قلب المطمئن: یہ وہ دل ہے جس کو اللہ کی توحید اور اس کے ذکر سے ہی سکون آتا ہے۔

وتطمئن قلوبهم بذكر الله

"اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے سکون پاتے ہیں"(الرعد:28)

قلب الوجل: یہ وہ دل ہے جو نیکی کے بعد بھی ڈرتا ہے کہ پتہ نہیں اللہ قبول کرے گا یا نہیں اور اپنے رب کے عذاب سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے۔

والذين يؤمنون ما أتوا وقلوبهم وجلة أنهم إلى ربهم راجعون

"اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں" (المؤمنون:60)

قلب الحي: یہ وہ دل ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرماں قوموں کا انجام سن کر ان سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتا ہے۔

ان في ذالك لذكرى لمن كان له قلب

"اس میں ہر صاحب دل کے لیے عبرت ہے"(ق:37)

قلب المهدى: یہ وہ دل ہے جو اللہ کے فیصلوں پر بھی راضی رہتا ہے اور اپنے رب کے احکامات کو بھی بخوشی قبول کر لیتا ہے۔

ومن يؤمن بالله يهد قلبه

"جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔"(التغابن:11)

قلب التقي: وہ دل ہے جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے۔

ذالك ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب

"اسی طرح جو اللہ کی نشانیوں کی عزت و حرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔"(الحج:32)

قلب المنیب: یہ وہ دل ہے جو اللہ سے توبہ کرنے اور اس کی اطاعت میں لگا رہتا ہے۔

من خشي الرحمن بالغيب وجاء بقلب منيب

"جو رحمن سے غائبانہ خوف رکھنے والا ہو اور توجہ والا دل لایا ہو۔"(ق:33)

******

دل سائنس اور قرآن

(صائمہ بنت نذیر، بی-ایس، سمیسٹر:7، BS-18-58)

دل کو انسان کے جسم میں تقلیدی حیثیت حاصل ہے اور انسان دل کے ذریعے سے ہی اپنے تمام افعال سر انجام دیتا ہے دل کا کام صرف جسم میں خون سپلائی کرنا نہیں بلکہ دل بھی سوچنے سمجھنے اور تاثرات دینے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ سبحانہ وتعالی نے ارشاد فرمایا:

اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَتَکُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ یَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَی الۡاَبۡصَارُ وَلٰکِنۡ تَعۡمَی الۡقُلُوۡبُ الَّتِیۡ فِی الصُّدُوۡرِ (الحج:46)

تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

قرآن میں جہاں بھی جہاں بھی سوچنے یا سمجھنے کی بات کی گئی ہے دل کا ذکر بھی وہاں ساتھ ہی کیا گیا ہے - قرآن حکیم میں اللہ تعالی جنّوں اور انسانوں کے ناسمجھ دل کا ذکر یوں فرمایا ہے:

وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ ۖ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ۫ وَلَهُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِهَا ۫ وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ (الاعراف:179)

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے، اُن کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور اُن کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں-

امریکی ریاست کیلی فورنیا کے دی انسٹی ٹیوٹ آف ہارٹ میتھ کے ڈائریکٹر ریسرچ ڈاکٹر رولن میک کریٹے اس بات کو مجازاً یوں کہتے ہیں کہ

"دل میں بھی ایک دماغ ہے" اس کی وضاحت انہوں نے ان الفاظ میں کی ہے "دل ایسے اعصاب اور خلیات رکھتا ہے جن کا کام بالکل وہی ہے جو دماغ کا ہے، مثلاً یادداشت۔ یہ علم الابدان کی ایک حقیقت ہے.....دل دماغ کو اس سے زیادہ معلومات بھیجتا ہے جو دماغ دل کو بھیجتا ہے"۔

"ہارٹ برین" یعنی "دل کا دماغ" کی اصطلاح 1991ء میں ڈاکٹر جے اینڈریو آرمر نے وضع کی، انہی نے دل کو "چھوٹے دماغ" کا نام بھی دیا۔ ہارورڈ میڈیکل اسکول کے مطابق

”دل اور دماغ کے درمیان کیمیائی بات چیت دونوں اعضاء کو متاثر کرتی ہے۔ افسردگی، تناؤ، احساس تنہائی، مثبت سوچ اور دوسرے نفسیاتی سماجی عوامل دل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ دل کی صحت دماغ اور ذہن پر اثر ڈال سکتی ہے“۔

دل کے دماغ کی طرح کام کرنے کے انکشافات کے بعد نیورو کارڈیالوجی کے نام سے علم طب کی ایک نئی شاخ وجود میں آئی ہے جو دل اور دماغ کے باہمی تعلق کے امور سے بحث کرتی ہے۔ تحقیق کار اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ منفی جذبات، دل کی دھڑکن اور دماغی لہروں دونوں کی ترتیب اور آہنگ میں خلل ڈالتے ہیں۔ دل جسمانی واسطوں سے دماغ کو پیغامات بھیجتا ہے اور دماغ انہیں جذبات میں ڈھال دیتا ہے۔ ڈاکٹر میک کریٹے اس کی تشریح یوں کرتے ہیں ”دل کی دھڑکنیں مورس کوڈ کی طرح ہیں، ان پیغامات سے ایک شخص کے جذبات کی کیفیت کی عکاسی ہوتی ہے“۔ ڈاکٹر ڈومینک سُرل ”تھنکنگ فرام دی ہارٹ“ کے عنوان سے اپنے ایک مقالے میں بتاتے ہیں کہ

”پچھلے دو عشروں میں ہونے والی تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ دل اطلاعات کی پروسسنگ کا مرکز ہے جو سیکھ سکتا ہے، یاد رکھ سکتا ہے، کھوپڑی میں موجود دماغ سے بالاتر رہتے ہوئے خودمختارانہ طور پر کام کرسکتا ہے اور عملاً کلیدی دماغ کو سگنل بھیجتا اور مربوط کرتا اور یوں ہمارے فہم و ادراک اور جذبات کو منضبط کرتا ہے۔ گویا ہم اپنے سینے میں ایک دوسرا دماغ رکھتے ہیں“۔

حاصل کلام:

آج کی ریسرچ دل کے افعال کے بارے میں جو معلومات دیتی ہے قرآن نے چودہ سو سال پہلے اسکی طرف اشارہ کر دیا تھا اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی ہدایت کے تابع رکھے الٰہی آمین

******

سورۃ الحجرات میں زندگی گزارنے کے اہم نکات

(عنبرین کنول، بی-ایس، سمیسٹر:8،BS-17-46)

سورۃ الحجرات میں آپس کے معاملات سدھارنے کے لیے اہم نکات بیان کیے گئے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

i. **فتبینوا:**

کوئی بھی بات سن کر پھیلانے سے پہلے تحقیق کرلیا کرو. کہیں ایسا
نہ ہو کہ بات سچ نہ ہو اور کسی کو انجانے میں نقصان پہنچ جائے۔

ii. **فأصلحوا:**

دو بھائیوں کے درمیان صلح کروادیا کرو. تمام ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

iii. **وأقسطوا:**

ہر جھگڑے کو حل کرنے کی کوشش کرو اور دو گروہوں کے درمیان
انصاف کرو. اللہ کریم انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے

iv. **لا یسخر:**

کسی کا مذاق مت اڑاؤ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک تم سے بہتر ہو۔

v. **ولا تلمزوا:**

کسی کو بے عزت مت کرو۔

vi. **ولا تنابزوا:**

لوگوں کو برے القابات سے مت پکارو۔

vii. **اجتنبو کثیرا من الظن:**

برا گمان کرنے سے بچو کہ کچھ گمان گناہ کے زمرے میں آتے ہیں۔

viii. **ولا تجسّسُوا:**

ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو۔

ix. **ولا یغتب بعضکم بعضا:**

تُم میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے اور اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے
مترادف ہے۔

اللہ کریم اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین۔

******

سورۃ الرحمن اور اہم حقائق کا انکشاف

(ثناء رونق، ایم-اے سمسٹر:3، M-20-75)

اس طرح سورۃ الرحمن کی پہلی 4 آیات میں چار چیزوں کا ذکر ہے یعنی سب سے اونچی چیزئے، جس میں اللہ تعالیٰ کی اپنی انسان پر سب سے افضل نعمت کا ذکر ہیں۔

- الرَّحمٰنُ

رحمن (سورۃ الرحمن، آیت:1)

یہ ایک آیات ہو گئی۔ الرحمن کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے، کبھی آپ لوگوں نے غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سب سے پیار نام کو سا ہو گا۔ "رحمن" کیوں، اس کا مادہ کیا ہے "رحمت"، ہمیں سب سے بڑے کر جس چیز کی ضرورت ہے، وہ کیا ہے؟ رحمت خداوندگی۔

ایک دفعہ حضرت محمد ﷺ نے کہا

"کوئی شخص بھی جنت میں اپنے عمل کی بنیاد پر داخل نہیں ہو سکے گا۔ جب تک رحمیتِ خداوندی دستگیری نہ فرمائے۔"

ایک صحابی نے بڑی حمیت اور جرات سے کہا کیا آپ ﷺ آپ بھی، آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں میں بھی۔" آپ اندازہ کیجیے حضرت محمد ﷺ بھی رحمت خداوندی کے ضرورت مند ہے۔

اور ہماری سب سے بڑ کر جس چیز کی ضرورت ہے، رحمت خداوندی۔ اب یہ رحمت جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی یہ شان دو الفاظ کے طریقے سے آتی ہے۔

"رحمن" اور "رحیم" اور کوئی مادہ نہیں جسے سے اللہ کے دو نام بنتے ہو، لیکن یہ واحد مادہ جس سے "رحمن" اور "رحیم" بھی ہے

رحمن اس میں رحمت کی وہ شان ہے جسے ٹھہتے ٹھہتے ماتا ہوا سمندر ہو، ہجام کی قیفیت، اللہ کی رحمت جوش۔

- علمَ القرآن

"رحمن نے قرآن سکھایا" (سورۃ الرحمن، آیت:2)

رحمن کی رحمنیت کا سب سے بڑھ علم قرآن ہے۔ اس دینا میں جو بھی علم حاصل ہوا، وہ کس نے عطا کیا؟ مثلاً:

ساس کا علم کس نے دیا، معاشی، سیاسی کا علم کس نے دیا، اللہ ہی کی ذات نے۔

علم اسماء وہ علوم ہے جو اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ کو دے دیا گیا تھا۔ یہ اس کا ہظور ہے، اس کی Exploilation ہے۔ جو ہوتی آ رہی ہے، ہوتی رہے گی۔

"اور سب چیزوں کا علم اللہ ہی کی ذات کو ہے۔ وہ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ جس چاہیے ہے اپنے علوم میں سے عطا کرتا ہے۔"

- خلق الانسان

(اسی نے انسان کو پیدا کیا) (سورۃ الرحمن، آیت:3)

سوال یہ ہے کہ حیوانات کو کس نے پیدا فرما، آسمان کس نے پیدا کیا، زمین کس نے پیدا کی، فرشتے کس نے پیدا کیے۔ اس تمام مخلوقات کو پیدا کرنے والی "اللہ تعالیٰ" کی ذات ہے۔ اُس کے تمام مخلوقات کا Climax۔ اُس کی تخلیق کا نکتہ عروج انسان ہے۔

- علمہ البیان

(اور اسے بولنا سکھایا) (سورۃ الرحمن، آیت:4)

انسان کو بیان کرنے کی اصلاحات عطا فرمائی۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس کے علاوہ اور کوئی صلاحیت عطا نہیں فرمائی، گویائی کس نے عطا کی، سننے کی صلاحیت کس نے عطا کی، "اللہ تعالیٰ" نے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر پانچ صلاحیتیں عطا فرمائی۔

1. دیکھنا (Sight, Eye)
2. سننا (Hearing)
3. چکھنا (Taste)
4. سونگھنا (Smell)
5. چھونا، محسوس کرنا (Touch)

اسی طرح سماج کس نے عطا فرمایا، اس سماج میں کتنی Exploitation))، کتنی (Factorization) ہے، کتنی (Internal Senses) ہے اور کتنی (External oxygen) ہے۔ سب اللہ تعالیٰ نے عطا کیا۔ لیکن یہ بھی سمجھ لیجئے کہ ان میں (Top) کی Factorize) وہ (speech) ہے، کلام اور بیان کرنے کی اصلاحات ہے۔

جن لوگوں نے (Medical Science) کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں یہ کہ (human Brain) ہے۔ اس دماغ میں جو اوپرُ (Gray) سا مادہ ہوتا ہے، اس میں سب سے بڑا رقبہ (Speech center) کہلاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان اور حیوٰانات کے درمیان امتیاز قائم کیا گیا، "بیان کرنے کا"۔

- اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے سب سے پیارا نام "رحمن"۔
- اللہ تعالیٰ نے جو علوم پیدا کیئے ان میں سے سب بہترین علم "قرآن مجید"۔
- اللہ تعالیٰ نے جو مخلوقات پیدا فرمائی ان میں سے سب بہترین مخلوق "انسان"۔
- اللہ تعالیٰ نے انسان کو اصلاحات عطا فرمائی ان میں بہترین صلاحیت "بیان کرنا ہے۔

******

سورۃ الرحمن میں تین اہم نکات

(سمیہ نثار، ایم-اے، سمسٹر:3، M-20-66)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر تین عنایات کا ذکر کیا ہے:

1۔ گندم اور اناج میں کیڑے پیدا کر دیے، ورنہ لوگ اسے سونے چاندی کی طرح ذخیرہ کرنے لگتے، اور لوگ بھوکے مر جاتے۔

2۔ موت کے بعد مردے کے جسم میں بدبو پیدا کی ورنہ کوئی اپنے پیاروں کو دفن نہ کرتا۔

3۔ مصیبت اور دکھ کے بعد صبر اور سکون دیا ورنہ زندگی کبھی خوشگوار نہ ہوتی۔

تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

******

لاتقنطوا من رحمتہ اللہ اور اہم نکات

(عائشہ اسلم، بی-ایس، سمسٹر:7، Bs-18-51)

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ-اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ-اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

تم فرماؤ:اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا ،بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے

{ قُلْ: تم فرماؤ۔} اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی کامل رحمت، فضل اور احسان کا بیان فرمایا ہے ، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”اے میرے وہ بندو! جنہوں نے کفر اور گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنی جانوں پر زیادتی کی، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا اور یہ خیال نہ کرنا کہ ایمان قبول کر لینے کے بعد سابقہ کفر و شرک پر تمہارا مُؤاخذہ ہو گا، بیشک اللہ تعالیٰ اُس کے سب گناہ بخش دیتا ہے جو اپنے کفر سے باز آئے اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کر لے ، بیشک وہی گناہوں پر پردہ ڈال کر بخشنے والا اور مصیبتوں کو دور کر کے مہربانی فرمانے والا ہے۔(1)

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں متعدد روایات ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ”مشرکوں کے کچھ آدمیوں نے بارہا قتل وزِنا کا اِرتکاب کیا تھا، یہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بار گاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ باتیں تو بہت اچھی ہیں لیکن ہمیں یہ تو معلوم ہو جائے کہ کیا ہمارے اتنے سارے گناہوں کا کفارہ ہو سکتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

"وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ"**(2)**

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے اور بدکاری نہیں کرتے۔

اور یہ آیت نازل ہوئی:

"قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ"

تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔(3)

گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندے سے اگرچہ بڑے بڑے اور بے شمار گناہ صادر ہوئے ہوں لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے انتہا وسیع ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کی قبولیت کا دروازہ تب تک کھلا ہے جب تک بندہ اپنی موت کے وقت غَرغَرہ کی حالت کو نہیں پہنچ جاتا، اس وقت سے پہلے پہلے بندہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے اس کے سب گناہ معاف فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی تو کیا بات ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”اے انسان! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا اور امید رکھتا رہے گا میں تیرے گناہ بخشتا رہوں گا، چاہے تجھ میں کتنے ہی گناہ ہوں مجھے کوئی پروا نہیں۔ اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تو بخشش مانگے تو میں بخش دوں گا مجھے کوئی پروا نہیں۔ اے انسان! اگر تو زمین بھر گناہ بھی میرے پاس لے کر آئے لیکن تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تمہیں اس کے برابر بخش دوں گا۔(4)

اس آیت کا مفہوم مزید وضاحت سے سمجھنے کیلئے امام غزالی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کلام ملاحظہ فرمائیں:
جو شخص سرتاپاؤں گناہوں میں ڈوبا ہوا ہو، جب اس کے دل میں توبہ کا خیال پیدا ہو تو شیطان اس سے کہتا ہے کہ تمہاری توبہ کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ وہ (یہ کہہ کر) اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کر دیتا ہے، تو اس صورت میں ضروری ہے کہ مایوسی کو دور کر کے امید رکھے اور اس بات کو یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کریم ہے جو بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، نیز توبہ ایسی عبادت ہے جو گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ-اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًاؕ-اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَ اَنِیْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ“(5)

تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رجوع (یعنی توبہ) کرنے کا حکم دیا، اور ارشاد فرمایا:

”وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى“(6)

اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر رہا۔

تو جب توبہ کے ساتھ مغفرت کی توقُّع ہو تو ایسا شخص امید کرنے والا ہے اور اگر گناہ پر اصرار کے باوجود مغفرت کی توقع ہو تو یہ شخص دھوکے میں ہے جیسے ایک شخص بازار میں ہو اور اس پر جمعہ کی نماز کا وقت تنگ

ہو جائے، اب اس کے دل میں خیال آئے کہ وہ نمازِ جمعہ کے لیے جائے لیکن شیطان اس سے کہتا ہے کہ تم جمعہ کی نماز نہیں پا سکتے لہٰذا یہاں ہی ٹھہرو، لیکن وہ شیطان کو جھٹلاتے ہوئے دوڑ جاتا ہے اور اسے امید ہے کہ نمازِ جمعہ پالے گا تو یہ شخص امید رکھنے والا ہے اور اگر وہ شخص کاروبار میں مصروف رہے اور یہ امید رکھے کہ امام میرے یا کسی اور کے لیے درمیانے وقت تک انتظار کرے گا یا کسی اور وجہ سے منتظر رہے گا جس کا اسے علم نہیں ہے تو یہ شخص دھوکے میں مبتلا ہے۔(7)

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے سچی توبہ کرنے اور اپنی رحمت و مغفرت سے حقیقی امید رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں:

یاد رہے کہ اس آیت میں اگرچہ ایک خاص چیز کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونے سے منع فرمایا گیا لیکن عمومی طور پر ہر حوالے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور نا امید ہونا منع ہے، لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ زندگی میں آنے والی پے در پے مصیبتوں، مشکلوں اور دشواریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہر گز مایوس اور ناامید نہ ہو کیونکہ یہ کافروں اور گمراہوں کا وصف اور کبیرہ گناہ ہے، چنانچہ سورۂ یوسف میں حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَ لَا تَایْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِؕ-اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ"(8)

اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی ناامید ہوتے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

"وَ مَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ"(9)

گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے؟

اور کافر شخص کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

"لَا یَسْــٴَـمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ٘-وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَــٴُـوْسٌ قَنُوْطٌ"(10)

آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اُکتاتا اور اگر کوئی برائی پہنچے تو بہت ناامید، بڑا مایوس ہو جاتا ہے۔

اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے پوچھا گیا کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف اور اُس کی رحمت سے مایوس اور ناامید ہونا۔(11)

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: دو باتوں میں ہلاکت ہے، (1) مایوسی۔ (2) خود پسندی۔

امام محمد غزالی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان دو باتوں کو جمع فرمایا کیونکہ سعادت کا حصول کوشش، طلب، محنت اور ارادے کے بغیر ناممکن ہے اور مایوس آدمی نہ کوشش کرتا ہے اور نہ ہی طلب کرتا ہے جبکہ خود پسند آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ خوش بخت ہے اور اپنی مراد کے حصول میں کامیاب ہو چکا ہے اس لیے وہ کوشش کرنا چھوڑ دیتا ہے۔(12)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور مَصائب و آلام میں اسی کی بارگاہ میں دستِ دعا دراز کرتا رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی طور پر مشکلات کو دور کرنے والا اور آسانیاں عطا فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے مایوس اور ناامید ہو جانے سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

حوالاجات

1۔ تفسیر کبیر، الزّمر، تحت الآیۃ: ۵۳، ۹ / ۴۶۴-۴۶۳، جلالین مع جمل، الزّمر، تحت الآیۃ: ۵۳، ۶ / ۴۴۰-۴۳۹، مدارک، الزّمر، تحت الآیۃ: ۵۳، ص ۱۰۴۳، ملتقطاً

2۔ فرقان: ۶۸

3۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم...الخ، ۳ / ۳۱۴، الحدیث: ۴۸۱۰

4۔ ترمذی، کتاب الدّعوات، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار...الخ، ۵ / ۳۱۸، الحدیث: ۳۵۵۱

5۔ زمر: ۵۴، ۵۳

6۔ طٰہٰ: ۸۲

7۔ احیاء علوم الدّین، کتاب ذمّ الغرور، بیان ذمّ الغرور وحقیقتہ وامثلتہ، ۳ / ۴۷۳

8۔ یوسف: ۸۷

9۔ حجر: ۵۶

10۔ حٰمٓ السجدۃ: ۴۹

11۔ کنز العمّال، کتاب الاذکار، قسم الافعال، فصل فی التفسیر، سورۃ النّسآئ، ۱ / ۱۶۷، الجزء الثانی، الحدیث: ۴۳۲۲

12۔ احیاء علوم الدّین، کتاب ذمّ الکبر والعجب، الشطر الثانی من الکتاب فی العجب، بیان ذمّ العجب وآفاتہ، ۳ / ۴۵۲

مصدر

https://www.dawateislami.net/quran/surah-az-zumar/ayat-53/translation-1/tafseer

******

قرآن دلوں کے لیے شفا ہے

(نداشہنازایم-اے، سمیسٹر:3،M-20-35)

جس طرح جسم بیمار ہوتا ہے اسی طرح روح بھی بیمار ہوتی ہے اور قرآن دونوں طرح کی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔

- قرآن پڑھنے والوں کے دل نرم ہوتے ہیں۔
- دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دیتے ہیں۔
- ان کاموں سے ان کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے جو آخرت میں فائدہ دینے والے ہیں۔
- جو لوگ قرآن پڑھنے کا حق ادا کرتے ہیں عمل کرتے ہیں ان کے اندر سے دل کی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔
- قرآن زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں مکمل رہنمائی کرتا ہے۔
- دنیا میں بھی باعث رحمت اور آخرت میں بھی باعث رحمت.
- جس کے اندر جتنا ایمان ہو گا
- وہ اتنا ہی قرآن سے فائدہ اٹھائے گا

◈ قرآن کا نصیحت کے لیے آسان ہونا کئی اقسام پر مشتمل ہے ابن القیم کہتے ہیں:

▪ اس کے الفاظ کو حفظ کے لیے آسان کیا گیا ہے.

▪ اس کے معنی کو فہم کے لیے آسان کیا گیا ہے۔

▪ عمل کے لیے آسان بنایا ہے۔

◈ دل کے مردہ ہونے کے دو اسباب ہیں:

▪ جہالت

▪ تکبر

◈ قرآن میں شفا 3 طرح سے ہے:

▪ گمراہی سے شفا کیونکہ اس میں ہدایت ہے۔

▪ بیماری سے شفا کیونکہ اس میں برکت ہے۔

▪ فرائض اور احکام معلوم کرنے کے بارے میں شفا

کیونکہ اس میں ہر چیز کی وضاحت ہے۔

ابن القیم فرماتے ہیں:

یہ سینے کی بیماریوں کے لیے شفا ہے یہ ان وسوسوں، ارادوں، خیالات کو ختم کر دیتا ہے جو شیطان دل میں ڈالتا ہے۔

(منقول: نامعلوم رائٹر)

******

قرآن کریم اور پردہ نسواں

(زینب عبد الستار ایم-اے، سمسٹر:3، 82-20-M)

یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے دنیا سے بے حیائی کو ختم کرنے کے لیے اور عفت مآب معاشرہ عطا کرنے کے لیے حجاب کا حکم دیا ہے، اسلامی حجاب ہی وہ واحد شے ہے جس سے عورتوں کا صحیح معنی میں تحفظ ہو سکتا ہے، اس حجاب کو اپنائے بغیر نہ تو فواحش ومنکرات ختم ہوسکتے ہیں اور نہ ہی بے حیائی سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ حجاب کے بغیر عورتوں کے تحفظ کا خیال ایک ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا، یقیناً اسلامی حجاب پوری انسانی برادری کو پر سکون اور باوقار زندگی عطا کرنے کی فطری تدبیر اور یقینی ضمانت ہے، اسی لیے اسلام نے پردے کی بہت زیادہ تاکید کی ہے، اسلام میں حجاب یعنی پردے کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں سات آیتیں پردہ نسواں اور اس کی تفصیلات کے متعلق نازل ہوئیں اور ستر سے زیادہ احادیث میں قولاً اور عملاً پردے کے احکام بتائے گئے۔

اسلامی حجاب کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام نے عورتوں کو گھروں میں قید کر دیا کہ وہ ہمیشہ اندر ہی رہیں کبھی باہر نہ نکلیں، جیسا کہ آج کے نام نہاد روشن خیال اور جدید تہذیب کے علم برداروں کا خیال ہے، بلکہ اسلام نے خواتین کو ضرورت کے وقت پردے کے ساتھ باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○(1)

"اے نبی! اپنی ازواج اور بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی چادریں تھوڑی نیچی کر لیا کریں۔ یہ امر ان کی شناخت کے لیے) احتیاط کے (قریب تر ہو گا۔ پھر کوئی انہیں اذیت نہیں دے گا۔ اور اللہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔"

پردہ کی ابتداء ازواجِ مطہراتؓ کے گھروں سے کی گئی اور عام لوگوں کو حکم ہوا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوں اور اگر امہات المومنینؓ سے کوئی سامان وغیرہ لینا چاہتے ہیں تو پردے کے پیچھے سے لیا کریں۔

قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ؗ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ

لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ ‌ؕ وَمَا كَانَ لَـكُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنۡ تَنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا ‌ؕ اِنَّ ذٰ لِكُمۡ كَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمًا ○ (2)

"اور جس وقت وسائل زندگی میں سے کوئی چیز عاریتاً ان رسول کی بیویوں سے طلب کرو درمیان میں پردہ حائل ہونا چاہیے یہ کام تمہارے اور انکے دلوں کو زیادہ پاک رکھتا ہے۔"

عورت کے لیے ہاتھ پاؤں اور چہرے کے علاوہ سارا جسم ستر ہے، جس کو چھپانا اس پر فرض ہے۔ مذکورہ بالا تین اعضاء چھپانے کا شرعی حکم نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○. (3)

اور آپ مومن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے اسی حصہ کے جو اس میں سے خود ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے ڈوپٹے اور چادریں (اپنے گریبانوں اور سینوں پر) بھی (ڈالے رہا کریں اور وہ اپنے بناؤ سنگھار کو) کسی پر (ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی) ہم مذہب، مسلمان (عورتوں یا اپنی مملوکہ باندیوں کے یا مردوں میں سے وہ خدمت گار جو خواہش و شہوت سے خالی ہوں یا وہ بچے جو) کم سنی کے باعث ابھی (عورتوں کی پردہ والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے) یہ بھی مستثنٰی ہیں (اور نہ) چلتے ہوئے (اپنے پاؤں) زمین پر اس طرح (مارا کریں کہ) پیروں کی جھنکار سے (ان کا وہ سنگھار معلوم ہو جائے جسے وہ) حکم شریعت سے (پوشیدہ کئے ہوئے ہیں، اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم) ان احکام پر عمل پیرا ہو کر (فلاح پا جاؤ)۔

اٰیت کریمہ کی صاف بتا رہی ہے کہ اجنبی مردوں اور عورتوں کے درمیان دلی پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے پردے کا اہتمام نہایت ہی ضروری ہے، جب دل صاف ہوں گے تو معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کا فروغ

نہیں ہو گا، امت کی پاکیزہ ترین خواتین یعنی ازواجِ مطہراتؓ اور امت کے پاک باز ترین افراد یعنی صحابہ کرامؓ کو یہ تاکیدی حکم دیا جانا پردے کی اہمیت کو واضح کر رہا ہے۔ پھر یہ حکم ازواجِ مطہراتؓ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ خاص نہیں رہا، بلکہ ساری امت کے لیے عام ہے۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (4)

"اور اپنے گھروں میں جم کر بیٹھی رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے آپ کو نمایاں نہ کرتی پھرو۔"

اللہ تعالی نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانک کر نکلیں اور صرف ایک آنکھ یا دو آنکھیں کھلی رکھیں۔ لہذا عورت جب بھی اپنے گھر سے نکلے (خواہ بازار کے لیے ہو یا سفر کے لیے) چہرے سمیت پورے بدن کے پردے کے ساتھ نکلے، ورنہ گناہ ہو گا۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہ سے سفر حج کے دوران بھی پردے کی پابندی منقول ہے۔ اجنبی کے سامنے عورت پر چہرے کا پردہ لازم ہے، اور اجنبی سے مراد ہر وہ شخص ہے جس سے عورت کا نکاح ہو سکتا ہو) مثلاً چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، بہنوئی، نندوئی، دیور وغیرہ (ان سب سے بھی چہرے کا پردہ کرنا چاہیے، اگر مشترکہ خاندانی رہائش ہو تو گھریلو امور انجام دیتے ہوئے بڑی چادر لے کر اس کا گھونگٹ بنالیا جائے؛ تاکہ چہرے پر نگاہ نہ پڑے۔

اسلامی حجاب عورت کا وقار ہے، خواتین میں جو برقع پہننے کا رواج ہوا ہے، یہ دورِ نبوت کی پاکیزہ خواتینِ اسلام کے عمل سے ہی ماخوذ ہے، برقع بھی اسی چادر کے قائم مقام ہے جس کا تذکرہ قرآنِ کریم میں لفظِ جلباب سے کیا گیا ہے، البتہ پہلے زمانے میں برقع کالے رنگ کے ڈھیلے ڈھالے ہوا کرتے تھے اور خواتین اسی قسم کے برقعوں کو پسند کرتی تھیں، جو پورے بدن کو بھی چھپالیتے تھے اور عورت کی شرافت کو بھی ظاہر کرتے تھے؛ لیکن آج کے دور کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ مارکیٹ میں ایسے برقعے آگئے ہیں جن سے برقع کا مقصد ہی فوت ہو رہا ہے، کپڑا اتنا باریک کہ جس سے اندر تک کا لباس نظر آتا ہے۔ سائز اتنا تنگ کہ جس سے جسم کی ساخت بھی ظاہر ہوتی ہے، رنگ برنگ دھاگوں کے پھول، ڈیزائن، رنگوں چمکیوں اور موتیوں وغیرہ سے مزین بڑے بڑے قیمتی اور جاذبِ نظر برقعے آج مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ جن کے پہننے سے برقعے کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا لازم ہے کہ خواتین ڈھیلے ڈھالے، سادے اور غیر جاذب نظر برقعے پہن کر ہی باہر نکلیں اور یہ بات یاد رکھیں کہ برقعے زینت کے اظہار کے لیے نہیں، بلکہ زینت کو چھپانے کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احکامِ شرعیہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حوالاجات

1۔ سورہ احزاب:59

2۔ سورہ احزاب:53

3۔ سورۃالنور:31

4۔ سورہ احزاب:۳۳

******

حديثيات

گلدستہ حدیث

(عنبرین کنول،بی-ایس، سمیسٹر:8،46-17-BS)

- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے"

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، حدیث:۹)

- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے"

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، حدیث:۱۳)

- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کھانا کھلاؤ اور ہر شخص کو خواہ جانتے ہو یا نہیں جانتے سلام کرو"

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام، حدیث:۲۸)

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے سے ہی کیوں نہ ہو اور جو کوئی کھجور کا ٹکڑا نہ پائے تو وہ لوگوں سے اچھی بات کہہ کر جہنم سے بچے"

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث:۳۵۹۵)

- حضرت جبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا:" قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا"

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع، حدیث:۵۹۸۴)

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو وہ صلہ رحمی کیا کرے

) صحیح بخاری ، کتاب الادب، باب من احب البسط فی الرزق،حدیث:۵۹۸۶(

- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیواؤں اور مسکینوں کے لیے کوشش کرنے والا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے

(صحیح بخاری، کتاب الادب، حدیث:۶۰۰۶)

❖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ خاموش رہے

صحیح بخاری ، کتاب الادب، باب کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یوذ جارہ، حدیث:٦٠١٨

❖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"بد گمانی سے بچتے رہو، بد گمانی اکثر تحقیق کے بعد جھوٹی بات ثابت ہوتی ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو، کسی کا عیب خواہ مخواہ مت ٹٹولو اور کسی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ بڑھاؤ اور حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو بلکہ سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب یاایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ، حدیث:٦٠٦٦)

❖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی

(صحیح بخاری ، کتاب الامارہ ، باب قول اللہ تعالی،اطیعو اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ، حدیث : ۷۱۳۷)

❖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اپنی عورتوں کو مساجد سے مت روکو، مگر ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں"

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد، حدیث:٥٦٧)

❖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کام کا میں تمہیں حکم دوں، اس پر عمل کرو اور جس سے منع کروں، اس سے باز رہو"

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث:١)

❖ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس کی عمر طویل ہو اور عمل نیک ہوں" اس نے پوچھا: سب سے بُرا شخص کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال برے ہوں"

(المستدرک، کتاب الجنائز، حدیث:١٢٥٦)

******

اخلاقیات حدیث کی رو سے

(محمد آصف، ایم فل، سمیسٹر:1، MPHIL-IS-21-F21)

سیدنا علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ حسن اخلاق تین چیزوں میں ہے:

(1) محرمات سے اجتناب کرنا۔

(2) حلال طلب کرنا۔

(3) اہل و عیال کے ساتھ بہت عمدہ برتاؤ کرنا۔ (احیاء العلوم)۔

سیدنا عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ "اخلاق خندہ پیشانی یا چہرے کی شگفتگی اور قولی و فعلی بھلائی کی کوشش کرنے اور قولی و فعلی تکلیف دینے سے رک جانے کو کہتے ہیں" (جامع العلوم والحکم)۔

جناب ماوردیؒ فرماتے ہیں کہ

"حسن اخلاق یہ ہے کہ انسان نرم مزاج، رحم دل اور خوش دل اور خوش طبع ہو، بے گانگی اور دوری نہ رکھتا ہو، نیز یہ کہ شائستہ گفتگو کرنے والا ہو" (ادب الدنیا)۔

حسن اخلاق والا روزے دار اور تہجد گزار کے اجر کا ہم پلہ ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"انسان اپنے اچھے اخلاق کے سبب رات کا قیام اور دن کو روزہ رکھنے والے کے درجات کو حاصل کرلیتا ہے" (صحیح الجامع)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ

"حسن خلق یہ ہے کہ تو غصہ سے اجتناب کر اور کینہ اور بغض نہ رکھ" (جامع العلوم والحکم)۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وصائم النَّهَار». رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "بے شک مومن اپنے حسن خلق کی وجہ سے روزے دار اور تہجد گزار شخص کا درجہ پالیتا ہے۔"

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سب سے بہتر اخلاق والا ہے۔

حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، قَالَ: فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْيَسُ؟ قَالَ: أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا، وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا، أُولَئِكَ الْأَكْيَاسُ.

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ کے پاس ایک انصاری شخص آیا، اس نے آپ کو سلام کیا، پھر کہنے لگا: اللہ کے رسول! مومنوں میں سے کون سب سے بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ان میں سب سے اچھے اخلاق والا ہے، اس نے کہا: ان میں سب سے عقلمند کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ان میں موت کو سب سے زیادہ یاد کرے، اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے سب سے اچھی تیاری کرے، وہی عقلمند ہے۔

******

حدیث جبریل

(اریبہ فاروق، ایم فل سمیسٹر 1، MPHIL-IS-15-F21)

اسلام کے ارکان کی وضاحت میں اور دین کی تعریف بیان کرنے میں صدیوں سے حدیث جبرائیل کا ہاتھ رہا ہے۔

حدیث جبرائیل کچھ یوں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:

بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَیْنَا رَجُلٌ شَدِیْدُ بَیَاضِ الثِّیَابِ شَدِیْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا یُرٰی عَلَیْہِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا یَعْرِفُہٗ مِنَّا اَحَدٌ، حَتّٰی جَلَسَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ، وَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، وَتُقِیْمَ الصَّلَاۃَ، وَتُؤْتِیَ الزَّکَاۃَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لَہٗ یَسْاَلُہٗ وَیُصَدِّقُہٗ، قَالَ: فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ! قَالَ: اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ، وَمَلَائِکَتِہٖ، وَکُتُبِہٖ، وَرُسُلِہٖ، وَالْیَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ! قَالَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ، فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ قَالَ: فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ! قَالَ: مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ: فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَاتِھَا! قَالَ: اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا، وَاَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ الْعَالَۃَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثْتُ مَلِیًّا ثُمَّ قَالَ لِیْ: یَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، قَالَ: فَاِنَّہٗ جِبْرِیْلُ، اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ **(رواہ مسلم: 93)**

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا: ایک دن ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے سامنے نمودار ہوا۔ اس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے۔ اس پر سفر کا کوئی اثر دکھائی دیتا تھا نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا حتیٰ کہ وہ آکر نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیے، اور اپنے ہاتھ آپ ﷺ کی رانوں پر رکھ دیے، اور کہا: اے محمد (ﷺ)! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، نماز کا اہتمام کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر اللہ کے گھر تک راستہ (طے کرنے) کی استطاعت ہو تو اس کا حج کرو۔" اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) کہا: ہمیں اس پر تعجب

ہوا کہ آپ سے پوچھتا ہے اور (خود ہی) آپ کی تصدیق کرتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: "یہ کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخری دن (یوم قیامت) پر ایمان رکھو اور اچھی اور بری تقدیر پر بھی ایمان لاؤ۔" اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ (پھر) اس نے کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔" اس نے کہا: تو مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا: "جس سے اس (قیامت) کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے، وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔" اس نے کہا: تو مجھے اس کی علامات بتا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: "(علامات یہ ہیں کہ) لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دے اور یہ کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن، محتاج، بکریاں چرانے والوں کو دیکھو کہ وہ اونچی سے اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر وہ سائل چلا گیا، میں کچھ دیر اسی عالم میں رہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: "اے عمر! تمہیں معلوم ہے کہ پوچھنے والا کون تھا؟" میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ آگاہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ جبریل تھے، تمہارے پاس آئے تھے، تمہیں تمہارا دین سکھا رہے تھے۔"

******

شجر کاری: حدیث کی روشنی میں

(لالہ رخ، ایم فل، سمیسٹر:1، MPHIL-IS-12-F21)

اللہ تعالی نے انسان کو بلند قامت درختوں، سر سبز و شاداب کھیتوں، خوبصورت ندی نالوں اور بہت سے قدرتی وسائل سے نوازا ہے۔ قدرتی وسائل کے بے دریغ استعمال نے ماحولیاتی آلودگی کو جنم دیا ہے۔ ماحولیاتی کثافتوں کو دور کرنے کے لئے سر سبز و شاداب جنگلات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جنگلات فضا کو صاف کرنے اور آکسیجن لیول بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ہیں جنگلات فضا سے سے زہریلے مادوں کو جذب کر لیتے ہیں۔ بڑھتی ہوئی فضائی آلودگی کے پیش نظر شجر کاری یعنی جنگلات اگانے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ جبکہ مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا یہ مذہبی فریضہ بھی ہے کہ ہم شجر کاری کریں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی۔ اس ضمن میں کچھ منقول حدیثیں ذیل میں دی گئی ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیتی میں بیج بوئے، پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر:2320)

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا إِلَّا كَانَ مَا أُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةً، وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ مِنْهُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ، وَمَا أَكَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ، وَلَا يَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی بھی مسلمان (جو) درخت لگاتا ہے، اس میں سے جو بھی کھایا جائے وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے، اور اس میں سے جو چوری کیا جائے وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور جنگلی جانور اس میں سے جو کھا جائیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور جو پرندے کھا جائیں وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے اور کوئی اس میں (کسی طرح کی) کمی نہیں کرتا مگر وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 3968)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُبْشِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " : مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً صَوَّبَ اللَّهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ, " سُئِلَ أَبُو دَاوُدَ عَنْ مَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ, فَقَالَ

: هَذَا الْحَدِيثُ مُخْتَصَرٌ , يَعْنِي : مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً فِي فَلَاةٍ يَسْتَظِلُّ بِهَا ابْنُ السَّبِيلِ وَالْبَهَائِمُ عَبَثًا وَظُلْمًا بِغَيْرِ حَقٍّ يَكُونُ لَهُ فِيهَا , صَوَّبَ اللَّهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ

عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” :جو شخص) بلا ضرورت (بیری کا درخت کاٹے گا اللہ اسے سر کے بل جہنم میں گرا دے گا“۔

ابو داؤد سے اس حدیث کا معنی و مفہوم پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ: یہ حدیث مختصر ہے، پوری حدیث اس طرح ہے کہ کوئی بیری کا درخت چٹیل میدان میں ہو جس کے نیچے آ کر مسافر اور جانور سایہ حاصل کرتے ہوں اور کوئی شخص آ کر بلا سبب بلا ضرورت ناحق کاٹ دے) تو مسافروں اور چوپایوں کو تکلیف پہنچانے کے باعث وہ مستحق عذاب ہے (اللہ ایسے شخص کو سر کے بل جہنم میں جھونک دے گا۔“ (سنن ابی دائود، حدیث نمبر ۵۲۳۹)

******

حیا ایمان کا حصّہ ہے

(صوبیہ نظر، ایم فل، سمیسٹر:1، Mphil-IS-11-F21)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا السَّوَّارِ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ»، فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ: إِنَّهُ مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ: أَنَّ مِنْهُ وَقَارًا، وَمِنْهُ سَكِينَةً، فَقَالَ عِمْرَانُ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صُحُفِكَ

ابو سوار بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو سنا، وہ نبی ﷺ سے حدیث بیان کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”حیا سے خیر اور بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے۔“ اس پر بشیر بن کعب نے کہا: حکمت اور (دانائی کی کتابوں) میں لکھا ہوا کہ اس (حیا) سے وقار ملتا ہے اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس پر عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تمہیں رسول اللہ ﷺ سے حدیث سنا رہا ہوں اور تو مجھے اپنے صحیفوں کی باتیں سناتا ہے!(صحیح مسلم:156)

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ

سلیمان بن بلال نے عبد اللہ بن دینار سے، انہوں ابو صالح سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“(صحیح مسلم:152)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ إِسْحَاقَ وَهُوَ ابْنُ سُوَيْدٍ، أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ حَدَّثَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي رَهْطٍ، وَفِينَا بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ، فَحَدَّثَنَا عِمْرَانُ، يَوْمَئِذٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ» قَالَ: أَوْ قَالَ: «الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ» فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ: إِنَّا لَنَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ - أَوِ الْحِكْمَةِ - أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةً وَوَقَارًا لِلَّهِ، وَمِنْهُ ضَعْفٌ، قَالَ: فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتَّى احْمَرَّتَا عَيْنَاهُ، وَقَالَ: أَلَا أَرَى أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُعَارِضُ فِيهِ، قَالَ: فَأَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيثَ، قَالَ: فَأَعَادَ بُشَيْرٌ، فَغَضِبَ عِمْرَانُ، قَالَ: فَمَا زِلْنَا نَقُولُ فِيهِ إِنَّهُ مِنَّا يَا أَبَا نُجَيْدٍ، إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ

حماد بن زید نے اسحاق بن سوید سے روایت کی کہ ابو قتادہ (تمیم بن نذیر) نے حدیث بیان کی، کہا کہ ہم اپنے ساتھیوں سمیت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے، ہم میں بشیر بن کعب بھی موجود تھے، اس روز حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک حدیث سنائی، کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حیا بھلائی ہے

پوری کی پوری۔"(انہوں نے کہا: یہ الفاظ فرمائے):"حیاپوری کی پوری بھلائی ہے۔"توبشیر بن کعب نے کہا: ہمیں کتابوں یاحکمت (کے مجموعوں) میں یہ بات ملتی ہے کہ حیاسے اطمینان اور اللہ کے لیے وقار (کا اظہار) ہوتا ہے اور اس کی ایک قسم ضعیفی (کمزور) ہے۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ سخت غصے میں آ گئے حتی کہ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور فرمانے لگے: کیا میں دیکھ نہیں رہا کہ میں تمہیں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے حدیث سنا رہا ہوں اور تم اس میں مقابلہ کر رہے ہو؟ ابو قتادہ نے کہا: عمران نے دوبارہ حدیث سنائی اور بشیر نے پھر وہی کہا: اس پر عمران (سخت) غصے میں آ گئے۔(ابو قتادہ نے) کہا: تو ہم نے بار بار یہ کہنا شروع کر دیا: اے ابو نجید! (حضرت عمران کی کنیت) یہ ہم میں سے (مسلمان اور حدیث کا طالب علم) ہے۔ اس (کے عقیدے) میں کوئی عیب یا نقص نہیں ہے۔ (صحیح مسلم:157)

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مَوْلَى أَنَسٍ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي عُتْبَةَ، سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ، يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پردہ میں رہنے والی کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاء والے تھے۔(صحیح بخاری:6119)

حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اگلے پیغمبروں کے کلام میں سے لوگوں نے جو پایا یہ بھی ہے کہ جب تجھ میں حیاء نہ ہو پھر جو جی چاہے کر۔"(صحیح بخاری:3484)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ ، وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس چیز میں بھی بے حیائی آتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے اور جس چیز میں حیاء آتی ہے اسے زینت بخشتی ہے"۔

امام ترمذی کہتے ہیں: ۱- یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف عبدالرزاق کی روایت سے جانتے ہیں، ۲- اس باب میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے۔(جامع ترمذی:1978)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ الْعَرْزَمِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ/<a، عَنْ يَعْلَى: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ بِلَا إِزَارٍ،

فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسَّتْرَ، فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَسْتَتِرْ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بغیر تہ بند کے (میدان میں) نہاتے دیکھا تو آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد وثنا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ حیاء دار ہے پردہ پوشی کرنے والا ہے اور حیاء اور پردہ پوشی کو پسند فرماتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کوئی نہائے تو ستر کو چھپالے۔(سنن ابی داوٗد:4012)

******

جب کھجوریں بڑھ گئیں

(کومل ناز، ایم-اے، سمیسٹر:3،M-20-24)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ان کے والد (حضرت عبد اللہ بن حرام انصاریؓ) فوت ہوئے تو ان کے ذمے ایک یہودی کا تیس وسق غلہ قرض تھا۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے اس سے مہلت مانگی تو اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا، تو حضرت جابرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ یہودی سے ان کی سفارش کر دیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تشریف لے جا کر یہودی سے بات چیت کی (اور یہ پیش کش کی) کہ ان پر جو قرض ہے اس کے بدلے وہ ان کی کھجوروں کا سارا پھل لے لے تو اس (یہودی) نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے حضرت جابرؓ کو مہلت دینے کا کہا تو اس نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے اور درختوں کے درمیان چلے، پھر حضرت جابرؓ سے فرمایا: پھل اتارو اور اسے اس کا حق پورا دے دو۔ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد انہوں نے پھل اتار کر تین وسق کھجوریں اس (یہودی) کو دے دیں اور بارہ وسق کھجوریں بچ گئیں۔ حضرت جابرؓ اس واقعہ کی خبر دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاجر ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ موجود نہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو جابرؓ نے حاضر خدمت ہو کر اطلاع دی کہ انہوں نے اس (یہودی) کو پوری ادائیگی کر دی ہے، اور جو مقدار بچ گئی تھی وہ بھی بتائی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمر بن خطاب کو بھی یہ بات بتاؤ۔ حضرت جابرؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر انہیں یہ بات بتائی تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ اس (باغ) میں چل رہے تھے تو مجھے اس وقت یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس پھل میں ضرور برکت عطا فرمائے گا۔

* * * * * *

سیر صحابہ و صحابیات کے روشن دریچے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

(سمرش تبسم، ایم-اے، سمیسٹر:3،M-20-48)

حضرت عائشہ بنت ابو بکر بن ابی قحافہ کنیت ام عبداللہ حضرت خدیجہ اور حضرت سودہ کے بعد پیغمبر اسلام کی تیسری زوجہ ہیں۔ شادی کے وقت ان کی عمر کے بارے میں مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بچپن میں آپ غیر معمولی اشخاص ہیں، حرکات وسکنات اور نشوونما میں ممتاز ہوتے ہیں۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سیدہ حضرت عائشہ کھیلتی ہوتیں ارد گرد سہیلوں کا ہجوم ہوتا کہ اتفاقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ جاتے وہ جلدی سے گڑیوں کو چھپا لیتیں سہیلیاں آپ کو دیکھ کر ادھر ادھر چھپ جاتیں لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے خاص محبت رکھتے تھے ان کے کھیل کود کو برا نہیں سمجھتے تھے اس لیے لڑکیوں کو بلا بلا کر حضرت عائشہ کے ساتھ کھیلنے کو کہتے تھے۔(1)

شوال تین قبل الھجرہ بمطابق 620ء / مئی میں حضرت عائشہ کا نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی عمر چھ سال تھی اور تین سال بعد جب وہ نوسال کی ہوئی تب ان کی رخصتی کی گئی۔(2)

ان کا لقب صدیقہ ہے ان کے سرخ اور سفید رنگ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا لقب حمیرا رکھا ہے، بے حد ذہین، فطین اور گہرے علم و فہیم والی تھیں۔ ان خصوصیات کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب رفیقہ حیات تھیں ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک تہائی دین ان سے روایت ہوا ہے۔ ایک اور حدیث میں ان کی فضیلت کچھ یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَبْتَغِي بِذَلِكَ رِضَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» (3)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے کے لئے جس کے نام قرعہ نکل تا اور آپ صل اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان دن اور رات کی باری مقرر فرمائی ہوئی تھی ما سوائے حضرت سودہ بنت زمعہ کے انہوں نے اپنی باری ام المومنین حضرت عائشہ کو دی ہوئی تھی۔ اور اس سے ان کا مقصود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی تھی۔

ایک روایت یوں بیان کرتی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عائشہ باقی عورتوں پر اتنی فضیلت رکھتی ہیں جتنی فوقیت ثرید بقیہ کھانوں پر رکھتا ہے۔ مردوں میں بہت کمال ہوئے، جبکہ عورتوں میں حضرت مریم اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ ہی درجہ کمال کو پہنچیں۔

زہری کہتے ہیں اگر تمام ازواج مطہرات اور سب عورتیں کے مجموعی علم حضرت عائشہ کے علم سے موازنہ کیا جائے۔ تو بھی ان کا علم زیادہ رہے گا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں ہمیں کوئی حدیث سمجھ نہ آتی تو حضرت عائشہ سے رجوع کرتے، اور ہمارا مسئلہ حل ہو جاتا آئمہ نے ایسے مسائل ایسی روایات کو جمع کر دیا۔ ائمہ نے ایسے مسائل اور ایسی روایات کو جمع کر دیا۔ جو محض حضرت عائشہ کے ہاں ملتے ہیں تاہم یہ روایت ہے اصل ہے ایسے دین کا ایک حصہ اس حمیرا سے حاصل کرو۔(4)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم و فضل کے لحاظ سے بہت مقام رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہ بے پناہ خوبیوں کی مالک تھیں۔ ان سے 2210 احادیث منقول ہیں۔ انہوں نے 66 سال عمر پائی اور 58 ہجری میں وفات پائی۔

حوالاجات

1۔ صحیح بخاری، کتاب المادب، باب المانبساط الی الناس حدیث 6135، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل عائشہ مومنین حدیث 2425۔

2۔ مسلم جلد 2 صفحہ 25، اعلام النساء 1 صفیہ 11، جلد 3 مطبوعہ بیروت

3۔ صحیح بخاری، كِتَابُ الشَّهَادَاتِ، بَابُ القُرْعَةِ فِي المُشْكِلاَتِ حدیث 2688

4۔ جامع ترمذی، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مِنْ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حدیث: 3883

******

سیرت فاطمہ اور آج کی ماں

(عیشاء کنول، بی ایس، سمیسٹر:BS-18-44،7)

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت علی کو فرمایا میری تین وصیتیں ہیں:

میں آپ رضی اللہ تعالی عنہ کو شادی کرنے سے منع نہیں کرتی لیکن اگر شادی کریں تو ایک شب وہاں قیام فرمائیں اور دوسرے میرے بچوں کے پاس بھی رہیں۔

جنازہ اسی قسم کا اٹھایا جائے گا جیسے حضرت اسماء بنت عمیس نے بتلایا تھا۔

رات کی تاریکی میں دفن کیا جائے اور کوئی بھی غیر میرے جنازے کو ہاتھ نہ لگائے۔

حافظ ناصر محمود نے اپنی کتاب میں ان کی آخری باتیں بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:

اول یہ کہ میری خطا اور قصور معاف کر دیں

دوسرا یہ کہ جنازہ رات کو اٹھایا اور کسی نامحرم کو ہاتھ نہ لگانے دے۔

سوم یہ کہ بن ماں کے بچوں کی دلداری میں کمی نہ کرنا ان کے سر سے ماں کا سایہ اٹھنا ہے۔ ان کے دل کمزور حوصلے پست اور ان کے جسم نہ تو عام ہیں مگر ان کی باتیں بھولی ان کی ضد سچی اور ان کی باتیں درست ہوں گیں۔

قربان جائیں حضرت فاطمہ الزہرہ کے مقام و مرتبہ پر کہ وصال کے وقت بھی بچوں کی فکر کھائے جا رہی ہے۔

مولانا شاہ نظامی لکھتے ہیں:

رسالت فاطمہ پر نازاں

نبوت فاطمہ پر قربان

امامت فاطمہ کے شایان

شرافت فاطمہ کی بہار

خاندان رسالت کے ایسے جلیل القدر افراد ہی کے لیے کہا گیا ہے:

الرجال،خیر الرجال ونساء کم خیر النساء

تمہارے مرد بہترین مرد ہے اور تمہاری عورتیں بہترین عورتیں ہیں۔

جناب فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ جیسے ماؤں کے لئے ہی کہا گیا ہے:

الجنت تحت اقدام امھاتکم

جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

لیکن آج کی ماؤں کو دیکھے ان کی آنکھوں میں قوت ایمانی کی چمک کی جگہ نہیں بلکہ تھکن اور بے یقینی کے سائے نظر آتے ہیں۔ تو بے اختیار محسوس ہوتا ہے کہ اس دور انحطاط کا اصل سبب آج کی ماں ہے۔

جس نے اپنے نمونہ عمل امہات المومنین اور صحابیات کی بجائے مغرب میں تلاش کرنا شروع کر دیا ہے۔ جس کے گھر میں پنجگانہ نماز اور تلاوت قرآن کے بجائے گیت سنگیت اور ہار سنگھار میں سکون تلاش کیا جاتا ہے۔

لیکن آج کی ماں کو جاگنا چاہیے اور اس سے اپنے فرض کو اس طرح نبھانا چاہئے جس طرح فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبھایا اور ان کے نقوش سیرت کا مطالعہ کر کے اپنی زندگی کو درست ڈگر پر متعین کرنا چاہیے، تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کی بھی صحیح اور درست پیمانوں پر تربیت ہو سکے۔

******

رقیق القلب تحاریر
کے قرینے

آتش دوزخ میں

(حافظہ آمنہ خان، بی-ایس سمیسٹر:5، BS-20-38)

آج کل کا انسان صرف وہی سننا چاہتا ہے جو اسکو باعث مسرت اور لطف اندوز لگتا ہے۔ بلاشبہ دنیا نے موزے پہننے کا اعلان کر دیا ہے۔ اور اس نے جوتے پہن کے واپسی کا رخ کر لیا ہے، اور اس کا فقط اتنا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جتنا ایک برتن میں بچا کھچا پانی ہو اور جسے برتن والا بڑی ہمت اور کوشش سے نکال رہا ہو، یقیناً تم سبھی اس دنیا سے ایسے گھر کی جانب منتقل ہو رہے ہو، جس کو کبھی زوال اور فنا نہیں ہے۔

لہٰذا ایسی جمع پونجی کے ساتھ خیریت وعافیت سے اس کی طرف منتقل ہو جاؤ۔ کیونکہ ہمارے لیے یہ ذکر کر دیا گیا ہے کہ ایک پتھر کو گوشہ جنم سے نیچے لڑکھایا جاتا ہے تو وہ ستر برس تک اسکی گہرائی کی جانب گرتا ہی چلا جاتا ہے اور وہ اس کی تہ اور پیٹ تک نہیں پہنچ پاتا۔

اللہ کی قسم! اس دوزخ کو ضرور ضرور بھر دیا جائے گا۔۔۔۔۔۔۔ جنوں اور انسانوں سے۔

کعب نے فرمایا ہے:

> اگر آتشِ دوزخ کے لیے انتہا مغرب میں ہو تو اس کی شدت و حرارت سے اس کا دماغ پگھل کر بہنے لگے گا اور بلاشبہ جہنم ایک گہرا سانس باہر نکالے گا اور نہ کوئی نبیٔ مرسل باقی بچے گا مگر سبھی اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور نفسی نفسی (مری جان کی خیر، مری جان بچ جائے) کی دہائی جائے گی۔

اور ہمارے لیے بھی ذکر کیا گیا ہے کہ باوجود یہ کہ اہل دوزخ مبتلائے عذاب ہوں گے، ان پر بھوک ڈال دی جائے گی، تب وہ فریادیں کرنے لگیں گے۔ چنانچہ ان کی فریادیں کانٹے دار درختوں کے پتے کھانے سے پوری کی جائے گی جو نہ ان کی بھوک بڑھائے گی اور نہ ہی ان کی بھوک مٹائے گی۔ وہ فریادیں کریں گے تو ان کی فریادرسی حلق میں پھنس کر رہ جانے والے کھانے سے کی جائے گی۔

تب وہ یاد کریں گے کہ دنیا میں حلق میں پھنس جانے والے لقمے وہ پانی سے اتار کر لیا کرتے تھے۔ وہ پانی کے لئے فریادیں کریں گے۔ چنانچہ ان کے لئے لوہے کی زنجیروں سے پکڑ کر گرم پانی کے برتنوں کو بلند کیا جائے گا توجونہی وہ کے چہروں کے قریب آئیں گے ان کے چہرون کو جھلسادیں گے۔ چہروں کے چمڑے بھن جائیں گے پھر جیسے ہی وہ پانی کو اپنے پیٹوں میں اتاریں گے تو وہ اندرونی اعضاء کو کاٹتا جائے گا اور پھر وہ کہیں گے جہنم کے داروغوں کو پکارو! اور وہ یوں جواب دیں گے:-

أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ ۚ قَالُوا۟ فَٱدْعُوا۟ ۗ وَمَا دُعَٰٓؤُا۟ ٱلْكَٰفِرِينَ إِلَّا فِى ضَلَٰلٍ (المومن 50)

"کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے۔ وہ کہیں گے کیوں نہیں تو وہ
کہیں گے کہ تم ہی دعا کرو۔ اور کافروں کی دعا (اس روز) بے کار ہوگی۔"

پھر وہ داروغہ جہنم سے کہیں گے:-

يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ

"اے مالک تیرا رب ہمیں تمام کر چکے" یعنی اس سے غرض کرو کہ وہ ہمیں یہاں سے نکال دیں۔

تو وہ باآواز جواب دے گا:-

اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ

"تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے"

کسی شاعر نے جہنم سے ڈراتے ہوئے کہا ہے:-

الا مقتد من نار جر عظیمه
الوف بسنين تلك رحمي وشعر

"کیا کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنے آپ کو اس زبردست حرارت والی آگ سے
بچالے، جسے ہزاروں برس تک چلایا، سلگایا اور تپایا گیا ہے"

اعصاة وفجار وسبع طباقها
وسبعين عاما عمقها ودتهوروا

"نافرمان اور فاجر لوگ باوجود اسکے کہ اس آگ کے سات
طبقے ہیں اور ستر برس کی اسکی گہرائی ہے اس سے غفلت اور بے پروائی برت رہے ہیں"

وحياتها كالبخت فيها عقالب
نعال وضرب الزيانى ينهر

"اس دوزخ کے سامپ بختی اونٹنیوں کی مثل ہوں گے اس میں
بچھو خچروں کے برابر ہوں گے اوپر سے مار پڑے گی، مزید برآں زبانیہ
فرشتے ڈانٹ ڈپٹ رہے ہوں گے"

غليظ شديد في يديه مقامع
اذا اجرب الصم الجبال تكسر

"وہ فرشتے تند خو اعر سخت جان ہوں گے ان کے ہاتھوں میں لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے
اگر وہ سخت پہاڑ پر مارے جائیں تو ایک ہی ضرب سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے"

وطعومهم زقومها وشرابهم

حميم بما امعاؤهم منها تنزر

انکا کھانا دوزخ کا سخت اور بدبودار زقوم ہوگا اور انکا پینا کھولتا ہوا

پانی ہوگا جس کا تصور کرتے ہی ان کی انتڑیاں ڈرنے لگے گی

ويسقون ايضا من صديد وجيفته

تفجر من فرج الذيكان يفجر

'اسکے ساتھ ساتھ انہیں پیپ اور مردار لاشوں کی آلودگی اور بدکاروں

کی شرمگاہوں سے بہتے فاسد بھی پلائے جائیں گے "

فيا عجبا اندري بنار وجنته

وليس لذي نشتاق او تلك نحزر

" کتنے تعجب کی بات ہے کہ ہم آگ اور جنت دونوں ہی کو

اچھی طرح جانتے ہیں لیکن نہ ہم اس جنت کے مشتاق ہیں اور نہ اس آگ ہی سے ڈراتے ہیں "

اے اللہ! تو ہمیں عذاب سے محفوظ فرما اور ہمیں نیکوکاروں کے ساتھ فوت فرما۔ (آمین)

(تالیف: ڈاکٹر مصطفٰی مراد، کتاب: جہنم میں عورتوں کی کثرت کیوں؟)

******

اللہ تعالیٰ قدر دان۔۔۔الشکور

(مدیحہ اشفاق بی ایس سمسٹر:7، BS-18-33)

اللہ تعالی کا ایک بہت ہی پیارا نام الشکور ہے۔ الشکور کا مطلب " نہایت قدر دان " مبالغہ کا صیغہ ہے۔ الشکور وہ ذات ہے جو تھوڑی سی اطاعت کے عوض میں بہت سے درجے عطا فرمایا ہے اور چند روز کے اعمال کے بدلے آخرت میں تو غیر محدود نعمتیں دیتا ہے اور جو نیکی کا کئی گنا عوض دے۔

اللہ تعالی ایسا قدر دان ہے انسان نیکی کرتا ہے۔ نیکی کا اجر بھی بہت زیادہ بڑھائے کے دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہر نیکی کا دس گنا اجر تو ہے۔ لیکن ہمیں نیکی کا اجر سات سو گنا تک اجر ملتا ہے۔ وہ اپنے بندے کا شکر اس طرح کرتا ہے۔ کہ اگر انسان اس کا ذکر مجلس میں کرتا ہے۔ وہ اس سے اچھی فرشتوں کی مجلس میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

الشکور وہ ہستی ہے جو بندوں کے تھوڑے اعمال کو بھی قبول کر لیتی ہے۔ اس پر اجر عظیم عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالی بہت قدر دان ہیں۔ دنیا میں ہر انسان کو ایک دوسرے سے شکوے ہیں۔ والدین کو اولاد سے شکوہ ہے۔ دوستوں کو دوستوں سے شکوے ہیں۔ بیوی کو خاوند سے شکوے ہیں۔۔ میری قدر نہیں ہے۔ میں نے اس کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔۔ آپ کوئی بھی نیکی اللہ کے لئے کرتے ہیں کوئی انسان اس کی قدر کرے یا نہ کریں۔ لیکن اللہ تعالی آپ کو آپ کی استطاعت سے بڑھ کر اجر دیتے ہیں۔ اس نیکی کی قدر کرتے ہیں۔ حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے۔ آپ نے کسی کو قرضہ دیا۔ اس نے مہلت مانگی آپ نے دے دی۔ روزانہ اس کی رقم کے برابر صدقہ لکھا دیا جاتا ہے حالانکہ واپس ملے گا۔

الشکور وہ ذات ہے، جو انسان کے جذبوں کی بھی قدر کرتا ہے۔ یعنی آپ نے کس جذبہ اور شوق سے اس کام یا نیکی کو کیا۔

اگر انسان خوشی سے نیکی کرے تو اللہ تعالی کے علم میں خوشی بھی ہے اور نیکی بھی اور پھر اللہ تعالی سے بڑھ کر کوئی قدر دان نہیں کیونکہ وہ بھلائیوں پر کثیر اجر عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد ہے:

یعنی جس قدر اس کا حق ہے ہم اس سے کہیں زیادہ دے دیں گے، (!سورۃ الشوری:23)

اللہ تعالی ایسا قدر دان ہے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل صالح کو قبول کرتا ہے۔

اگر آپ مجھ سے پوچھے الشکور کون ہے ؟؟؟

تو میں کہو گی مجھ جیسی ناکارہ، کم عقل، کم فہم، بندی سے یہ نام اور اپنی یہ بات کروانا والا۔

مجھ اللہ تعالی یہ نام بہت پسند ہے۔ مجھے اس نام سے بہت محبت ہے۔ اس نام کو پڑھ کر جو مجھے محسوس ہوا۔

جب میں نے اس نام کو سنا تھا میں گیارھویں جماعت کی طالب علم تھی۔ میں تفسیر کی کلاس لے رہی تھی اپنی بہت ہی پیاری اساتذہ مجھے میرے رب سے جوڑنے والی اساتذہ نگہت ہاشمی سے وہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر:158 کی تفسیر پڑھا رہی تھی۔ جب آیت کے لاسٹ پر اللہ کے نام الشاکر اور الشکور کے بارے میں بتا رہی تھی۔ اساتذہ نے یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالی جذبوں کی بھی قدر کرتے ہیں

تو مجھے یہ نام سن کر بہت hope ملی۔ کہ اللہ تعالی انسان کے جذبوں کی قدر بھی کرتے ہیں۔ یعنی صرف نیکی کو نہیں دیکھتے بلکہ اس نیکی کے پیچھے کیا جذبہ، سوچ اور مشقت تھی اس کی بھی قدر ہے اللہ تعالی کے ہاں۔

مجھے حوصلہ ملا کہ جس مشقت اور مشکل سے میں النور آئی ہوں اس کی بھی قدر کرے گئے اللہ تعالی۔

اس نام کو پڑھنے کے بعد جو میرے اندر تبدیلی آئی۔ وہ یہ کہ جب کبھی کبھار میں تھکی ہوئی ہوتی ہوں۔ میرے لئے عبادت، نماز پڑھنا، کسی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا اور درگزر کرنا مشکل لگ رہا ہو تو نام مجھے امید دلاتا ہے کہ اللہ تعالی جانتے ہیں میرے لئے یہ کام کرنا مشکل تھا، میں نے کتنی مشقت کے ساتھ کیا۔ مجھ اس مشقت، جذبہ اور مشکل کا اجر بھی دے ۔ اور نیکی کا اجر بھی دے گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا رب بہت ہی مہربان اور بہت قدر دان ہے۔ ہم عام طور پر لوگوں کو راضی کرنے کی تگ و دو کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا۔ چھوٹی سی بات کی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ اسے دل میں رکھ لیتے ہیں۔ پچھلی ساری مہربانیوں کو بھول جاتے ہیں۔ اس کے برعکس میرے پیارے اللہ! کے لئے چھوٹی سی نیکی کرتے ہیں۔ وہ اس کی بہت زیادہ قدر دانی کرتے ہیں۔ اگر آپ بھول جاتے ہیں تو اس سے درگزر فرماتے ہیں۔

کبھی کبھار ہم کچھ کرنے چاہتے ہیں۔ آپ نیت اور ارادہ کرتے ہیں اور لیکن جب کرنے کا وقت آتا ہے۔ تو ہم بھول جاتے ہیں۔ الشکور ذات اس نیت پر بھی اجر دے دیتا ہے۔ اپنی زندگی میں اللہ تعالی کے الشکور کو دیکھے آپ کو محسوس ہو گا۔ اللہ تعالی ہی قدر دان ہیں۔ سوچے۔۔ جو میں کھا کے بیھٹی ہوں اس کی حق دار تھی؟؟ دنیا میں جو کچھ بھی اللہ تعالی نے مجھے اور آپ کو دیا ہے اور جو کچھ میرے ارد گرد ہیں۔ کیا میرا حق ہے؟ یہ الشکور کی قدر دانیاں ہیں۔۔۔

الشکور وہ ذات ہے۔ جو نیکی کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ پھر نیکی کے بعد مزید نیکی کی توفیق دیتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی نیکیاں کیجئے اللہ تعالی الشکور ہیں جو چھوٹا سا موقع ملتا ہے نیکی کا وہ کر لیجئے آپ بھول جائے گئے۔ لیکن اللہ تعالی ایسے قدر دان ہیں وہ اس چھوٹے سے عمل پر بہت زیادہ اجر عطا فرمائے گئے۔

حدیث قدسی کی روشنی میں جو شخص ایک نیکی لے کر آتا ہے اس اس جیسی دس ملتی ہیں اور میں بڑھا (بھی) دیتا ہوں اور جو شخص برائی لے کر آتا ہے تو اس کا بدلہ اس جیسی ایک برائی ہے یا (چاہوں تو) معاف کر دیتا ہوں، جو ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔ اور جو ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھوں کے پھیلاؤ جتنا اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جو میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے، میں

اس کے پاس دوڑ تا ہوا جاتا ہوں اور جو مجھ سے پوری زمین کی وسعت بھر گناہوں کے ساتھ ملاقات کرتا ہے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا، میں اتنی ہی مغفرت کے ساتھ اس سے ملاقات کرتا ہوں۔

چھوٹی سی چھوٹی نیکی کو حقیر نہ سمجھو۔

رسول اللہ نے فرمایا:

" نیکی کے کاموں میں سے کسی حقیر نہ سمجھو اگرچہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو یعنی اپنے بھائی سے خوشی کے ساتھ ملنا بھی نیکی ہے اور اس نیکی کو حقیر نہ سمجھیں بلکہ اس پر شکر ادا کریں اور اجر پائیں۔"

جتنے زیادہ اعمال ہوں گے اللہ تعالی اتنی ہی قدر فرمائے گئے۔

آپ گناہوں سے مایوس ہو کر نہیں بیٹھنا الشکور معافی مانگنے پر گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ آپ نے اپنی life میں یہ تجربہ بھی کیا ہو گا۔ آپ کبھی کسی انسان کے لئے اتنی مشقت سے کام کرتے ہیں۔ یا اس کے نیکی کرتے ہیں۔ تو وہ آپ کی قدر نہیں کرتا ہے۔ آپ کہتے ہیں۔ میں نے اتنے شوق اور محبت سے یہ کام کیا۔ لوگوں کو نیکی راستہ نہیں ہے۔ آپ بد دل ہو جاتے ہیں۔ آپ سوچتے ہیں اس قابل ہی نہیں تھا۔ آپ کو بے فکر ہو جانا چاہیے۔ کہ اگر آپ یہ نیکی اللہ کی رضا کے لئے کی ہے تو اللہ تعالی آپ کو اس بدلہ ضرور دے گئے۔ اور جس جذبہ اور شوق سے کی اس کا اجر بھی دے گئے۔ آپ کو مایوس نہیں ہونا۔ آپ کو نیکی کرنے سے روکنا نہیں ہے۔ زندگی میں آپ کے ساتھ بھی بہت دفعہ experience ہوا ہو گا۔ آپ کسی چیز کے لئے اتنی محنت کرتے ہیں۔ جب آپ کا رزلٹ آتا ہے۔ تو آپ ناکام ہو جاتے ہیں۔ تو آپ مایوس ہو جاتے ہیں۔ آپ سوچتے ہیں۔ میرے ساتھ ہمیشہ ہی ایسے ہوتا ہے۔ آپ اللہ تعالی سے ناامید ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالی سے گلے شکوے کرتے ہیں۔۔ آپ سوچتے ہیں میں اتنی محنت کی تھی۔ میری ساری محنت ضائع ہو گئی۔ تو ایسا نہیں ہوتا ہے کہ آپ کی محنت ضائع ہو گئی " اللہ تعالی کسی محنت کرنے والی کی محنت کو ضائع نہیں کرتے۔ " آپ کو کہیں نہ کہیں اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔

آپ اس موقع پر اچھا سوچے اس میں بہتری ہو گئی۔ اللہ تعالی کسی کے ساتھ برا نہیں کرتے۔ آپ کو ظاہر طور پر لگا رہا ہو گا۔ اس میں میرا لئے اچھا کیا ہوا؟ انسان short-term planning کرتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالی بندے کے لئے Long term planning کر رہے ہوتے ہیں۔

انسان جو چیز اپنے لئے سوچتا ہے۔ یہ میرے لئے بہتر ہے۔ ہم نہیں جانتے ہمارے لئے کیا بہتر ہے اللہ تعالی جانتے ہیں۔ ہمارے دین و دنیا کے لئے کیا چیز بہتر ہے۔۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان سمجھ جاتا ہے۔ اس میں بہتری تھی۔ اللہ تعالی الشکور ہیں۔ وہ آپ کو اس ضرور با ضرور صلہ دے گا۔ ان سب مشقتوں کا۔۔

الشکور وہ ذات ہے۔ جو کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ یعنی اللہ تعالی اپنے دشمنوں کو بھی موقع دیتا رہتا ہے۔ ابھی لوٹ آئے میری کی طرف۔ اللہ تعالی اپنے نافرمانوں کے اعمال کی بھی قدر کرتے ہیں۔ اللہ تعالی دنیا میں ان کے آسانیاں فرمادیتے ہیں۔ لیکن آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں۔

الشکور وہ ذات ہے۔ ہم تھوڑا سا عمل کرتے ہیں۔ وہ ہماری سوچ سے بڑھ کر اس کا اجر عظیم دیتا ہے۔ یعنی دنیا کی قلیل مدت میں، تھوڑی سی عبادت پر، آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں عطا فرمایا ہے۔ limitedزندگی میں کام کرنا کا اجر unlimited دیتا ہے۔ یہ ہے۔ اس کو الشکور کہتے ہیں۔

الشکور وہ ذات ہے۔ اگر کوئی اللہ کی خاطر کوئی چیز چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالی اس کی بھی بے شمار قدر دانی کرتے ہیں۔ حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو حق پر ہوتے ہیں جھگڑا چھوڑ دیتا ہے۔ جنت میں محل کا ذمہ دار پروہ اللہ تعالی ہمیں شکر گزار بنائے۔ امین

اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے لئے نبی ﷺ نے ہمیں دعائیں بھی سکھائیں ہیں۔

نبی ﷺ نے ہر معاذ کو وصیت کی تھی۔ اے معاذ میں تجھے سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں ہر فرض نماز بعد یہ دعا پڑھنا کبھی مت بھولنا۔

اللھم اعنی علی ذکرك وشكرك وحسن عبادتك(ابوداؤد: 1522)

'اے میرے رب! ذکر کرنے، شکر کرنے اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔"

شکر عبادت ہے۔ شکر کرنا نعمتوں میں اضافہ کا سب ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں ہماری نعمتیں باقی رہے۔ ان نعمتوں کی قدر کرے۔ ان نعمتوں کی قدر یہی ہے جس نے یہ نعمت دی ہے اس کی اطاعت اور فرمابرداری میں لگادیں۔ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔

چھوٹی چھوٹی چیزوں پر اللہ کا شکر ادا کیا کریں۔

"جو چھوٹی چیز پر شکر ادا نہیں نہیں کرتا وہ بڑی چیز پر بھی شکر نہیں ادا کر سکتا۔"

لوگوں نے آپ پر احسان کیا ہے ان کا شکر ضرور کریں

نبی ﷺ کی حدیث کا مفہوم ہے۔

"جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔'

(ڈاکٹر روبینہ شافی)

******

انسانی تعلیم کی اصل حقیقت کیا ہے؟

(عائشہ صدیقہ، ایم اے سمسٹر 3، M-20-54)

تعلیم زندگی ہے اور جہالت موت، تعلیم سے زندگی سنورتی ہے اور جہالت سے زندگی تباہ وبرباد ہوتی ہے اور تمام امور بگڑتے ہیں۔ جہاں تعلیم ہے وہاں روشنی ہے۔ اور جہاں جہالت ہے وہاں اندھیرا ہے۔ تعلیم سے انقلاب برپا ہوتا ہے اور جہالت سے بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ تعلیم کا مطلب حصول علم سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ تعلیم سے نہ صرف شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے بلکہ غور وفکر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس سے اس پر کائنات کے اسرار ورموز اور اس کی حقیقتیں واضح ہوتی ہیں جو اس کے لئے ترقی کی نئی راہیں ہموار کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کو جو کام سونپا اس میں تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ نفس کو مرکزیت حاصل ہے۔ تعلیم وتربیت بظاہر دو الگ چیزیں ہیں لیکن غور کیا جائے تو تعلیم کا بھی بنیادی مقصد تربیت ہی ہے کیونکہ علم خود کوئی مقصد نہیں بلکہ یہ انسان سازی اور تربیت کی ایک صورت ہے. تعلیم کا تعلق علم اور جاننے سے ہے اور تربیت کا تعلق علم مکمل کرنے سے ہے۔ جیسے انسان کے خیالات ہوں گے ویسی ہی شخصیت وجود میں آئے گی۔ انسانی زندگی کے شعور وسوچ بچار واعلیٰ ترقّی کے لئے تعلیم کا ہونا انتہائی ضروری تقاضا ہے جب انسان کے پاس علم ہوگا تو وہ اپنی پوشیدہ خوبیوں کو اپنے اندر سے تلاش کر سکتا ہے اور اپنی زندگی کو با مقصد بنانے میں اپنی اور اپنے معاشرے کو بہتر سے بہتر شعور وترقّی کی منازل طے کر اور کرا سکتا ہے اگر اس کے پاس علم ہی نہیں ہوگا تو وہ اپنی اور قوم کی ترقّی وعروج میں ہرگز کردار ادا نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے جناب اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دیگر اہل علم نے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کو پہنچانا. علم ہی انسانی معراج کا ذریعہ ہے۔

تعلیم یافتہ سماج کی پہچان صبر؛ انکساری شکر گزاری؛ خوف خدا اور عزم واستقلال جیسی اہم ترین عادات زندگی کا جزو لاینفک بن جاتی ہیں- حتی کہ تعلیم یافتہ سماج با حوصلہ؛ بلند ہمت اور انسانی اقدار کا سچا علمبردار مانا جاتا ہے- اسی کے ساتھ یہ عرض کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کمزور ترین سماج کو طاقتور بنانے میں مثبت کردار ادا کرتی ہے- تعلیم کا اصل مقصد یہی ہے کہ پاکیزہ اور صالح افکار سے متصف معاشرہ کی تشکیل عمل میں آئے تاکہ سماج ہمدردی؛ غمگساری اور خیر سگالی کے جذبہ سے معمور ہو. نوجوان طبقہ بلاشبہ امت مسلمہ کا ایک قیمتی سرمایہ ہے، اگر اسے خیر وبھلائی کے کاموں، عزت وعظمت کے تحفظ اور تعمیر وترقی کے امور میں صرف کیا جائے تو پھر یہ طبقہ ایک نعمت اور خیر وبرکت بن جاتا ہے اور اگر اسے شر وفساد اپنے رنگ میں رنگ لے تو وہی طبقہ خطر ناک اور انتہائی نقصان دہ بن کر سامنے آتا ہے۔ اگر ان کی تربیت صحیح اسلامی خطوط پر ہوگی تو ہمارا مستقبل محفوظ ہاتھوں میں ہوگا اور صف اقوام میں ہم عزت اور وقار کی فضا میں سانس لے سکیں گے.

تعلیم وتربیّت کے فقدان کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مخبر صادق ﷺ نے چودہ سو سال پہلے تعلیم و تعلّم پر زور دیتے ہوئے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ عنقریب علم کو اٹھالیا جائے گا، یہاں تک کہ دو آدمیوں کے درمیان کوئی فیصلہ کرنے والا بھی نہیں ملے گا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ میں انسان ہوں جو اٹھایا جاؤں گا اور علم بھی عنقریب اٹھالیا جائے گا، اور فتنے ظاہر ہوں گے حتیٰ کہ دو شخصوں میں کسی فرض کے بارے اختلاف ہو گا تو ان کو کوئی نہ ملے گا جو ان کے درمیان فیصلہ کرے۔

ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا:

> عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ بندوں کے سینوں سے نکال لے بلکہ علماء کو موت دیکر علم کو اٹھائے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور ان سے دینی مسائل پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسرں کو بھی گمراہ کریں گے۔
>
> اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ میں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے نفس اور اہل وعیال کو آگ سے بچانا ضروری ہے، لیکن اگر والدین خود اسلامی تعلیمات سے بے خبر اور بے بہرہ ہوں گے تو اپنی اولاد کی تعلیم اور تربیت کیسے کریں گے، مشاہدے سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ جن بچوں کے والدین غیر تعلیم یافتہ ہوتے ہیں، تو ان کی اولاد تعلیم وتربیت سے عاری ہوتی ہے الّاماشاء اللہ۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

> آدمی اپنے اہل پر نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگران ہے، اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> دین میں آسانی کرو اور سختی نہ کرو، لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور انہیں متنفر نہ کرو۔
>
> ابوہارون عبدی اور شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ جب ہم طالب علم حضرت ابوسعید خدریؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو فرماتے، خوش آمدید خوش آمدید، حضور اکرم ﷺ کی وصیّت سنو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، کہ عنقریب زمین تمہارے لئے مسخر کی جائے گی،

اور تمہارے پاس کم عمر آئیں گے جو علم کے بھوکے پیاسے ہوں گے، تفقّہ فی الدّین کے خواہش مند ہوں گے اور تم سے سیکھنا چاہیں گے، پس جب وہ آئیں تو انہیں تعلیم دینا، مہربانی سے پیش آنا، ان کی آؤ بھگت کرنا مجلس میں توسیع کرنا اور حدیث بتانا۔

تعلیم و تربیت کے فقدان کا ایک سبب یہ ہے کہ تعلیم و تربیت سے متعلّقہ افراد مثلاً والدین اساتذہ اور دیگر افراد اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کرتے، اگر وہ اس کو مذہبی فریضہ سمجھ کر اہمیت دینے لگیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم دوبارہ عظمتِ رفتہ کو حاصل نہ کر سکیں، اگر ہم میں سے ہر ایک یہ سوچے کہ میری اولاد، میرے شاگرد اور میرے ماتحت میرے پاس ایک امانت ہیں اور ان کی تعلیم و تربیت میری شرعی ذمہ داری ہے، مجھ سے قیامت کے دن ایک ایک لمحے کا حساب لیا جائے گا۔ اور یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے امانت حقدار کو پہنچائی تھی ؟ تو میں کیا جواب دونگا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مسلمانو یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ۔

آج کے بچے کل کے معمار ہیں، اگر بچپن سے ہی ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ نہ دی گئی اور اس میں غفلت، کوتاہی اور لاپرواہی سے کام لیا گیا، تو آنے والے وقت میں اس کے اتنے زیادہ نقصانات ہوں گے جو صرف بچے کی ذات تک محدود نہیں ہوں گے، بلکہ پورے معاشرے کو لپیٹ میں لے کر قوم و ملّت کی بربادی کا سبب بنیں گے۔ مثلاً بچے کے والدین، اساتذہ، سربراہ قوم، قبیلہ، ملک، معاشرہ اور دوست واحباب ایک بچے کے ایمانی، اخلاقی، جسمانی، دینی، عقلی، نفسیاتی، جنسی اور اجتماعی و معاشرتی تربیت کی ذمہ داری میں کوتاہی برتنے میں کرنا کام ہو جاتے ہیں، تو یہ بچہ جھوٹ، چوری، گالم گلوچ، بے راہروی، فضول خرچی، بغض، حسد، دشمنی، قتل و قتال کرپشن، ڈاکہ اور منشیات کا استعمال شروع کر دیتا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ خرابیاں انفرادی نہیں، بلکہ اس سے پورا معاشرہ متأثر ہو گا، اسی طرح یہ دیگر بچوں کو بھی اسی کاموں پر لگائے گا اور یہ چنگاری ایک خوف ناک آگ کی صورت اختیار کر کے نہ صرف ملک بلکہ پوری ملّت کو اس کا ایندھن بنا کر رکھ دے گی۔ مختصر یہ کہ اسلام میں تعلیم و تربیت کے تین مرحلے ہوتے ہیں: خاندان، مدرسہ اور معاشرہ۔

تعلیم و تربیت کے فقدان کے تدارک کے لیے ایک اہم بات جو ہماری نوجوان نسل کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے تیر بہدف ثابت ہو سکتی ہے، وہ اسکولوں، کالجوں اور جامعات میں مذہبی تعلیم اور اقدار کو فروغ دینا ہے، ہمارا مذہب، اسلام نام ہی تعلیم و تربیت کا ہے، لہذا جب تک مذہبی لٹریچر کو نصاب کا اہم جزء نہ بنایا جائے اور نوجوانوں کو اپنے اسلاف کی تعلیمی اور تربیتی کارناموں سے روشناس نہ کرایا جائے، تو قوم کے یہ معمار اسی طرح بھٹکتے رہیں گے، وہ مسلمان جو غیر اسلامی ممالک میں رہائش پذیر ہیں اپنی اولاد کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے مذہب کا سہارا لیتے ہیں جو کہ سو فیصد کامیاب تجربہ ہے۔

استاد کا اہم ترین مقصد یہی ہونا چاہیے کہ طلبہ کے ذہن کو سمجھ کر احتیاط و مکمل طور سے پڑھائے، بجائے اس کے کہ ٹالے یہ مقاصد طریقہ تعلیم سے ہی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

صحیح استاد اس بات پر بھرپور یقین رکھتا ہے کہ صحیح نتائج اسی وقت حاصل کیے جاسکتے ہیں، جب بچوں کو پیار اور شفقت سے سکھایا جائے۔ استاد کی کامیابی کا راز شفقت اور پیار میں ہی پوشیدہ ہے۔ انسان کی قدر و قیمت کا معیار قرب خداوند کا ہے یعنی جتنا انسان خدا کے قریب ہوتا ہے۔ اتنا ہی اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور قرب خداوند اس ذات کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے

******

اولاد کے حقوق

(محمد شاہد نواز،بی-ایس سمیسٹر:3،BS-20-1-3)

اولاد اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتوں میں ایک خاص نعمت ہے اس نعمت کی قدر ان لوگوں سے پوچھنی چاہیے جن کو اللہ نے یہ نعمت عطا ہی نہ کی ہو یا جن کو عطا کرکے ان سے واپس لے لی ہو.

شدید بڑھاپے میں انبیاء کا اولاد کی خواہش کرنا:

•)حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دعا کرنا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام عرصہ بعید تک عراق میں نمرودیوں سے مقابلہ کرتے رہے بالآخر بحکم الہی شام کی طرف ہجرت کرنی پڑی شام پہنچنے کے بعد کفر کی مخالفت سے سکون ملا تو دل میں اولاد کا جذبہ ابھرا تو اللہ کریم سے درخواست کرنے لگے

رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ(الصافات۱۰۰)

(دعامانگی)میرے رب!عطا فرمادے مجھے ایک نیک بچہ

•)حضرت زکریا علیہ السلام کا دعا کرنا:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّكَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ (آل عمران۳۸)

وہیں دعا مانگی زکریا نے اپنے رب سے عرض کی اے میرے رب!عطا فرما مجھ کو اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد بیشک تو ہی سننے والا ہے دعا کا

یہ تھی اولاد کی قدر جو اللہ کے محبوب بندوں میں شدید بڑھاپے کے باوجود موجود تھی جہاں اولاد اللہ کی خاص نعمت ہے وہاں ماں باپ کے لیے آزمائش بھی ہے اللہ کریم اولاد دے کر آزماتا ہے کہ میری اس نعمت کی قدر کون کرتا ہے اس حوالے سے بچوں کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

شر شیطان سے محفوظ رکھنے کی دعا(پہلا حق):

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنی اہلیہ کے پاس جائے تو کہے:

بِاسۡمِ اللّٰهِ، اللّٰهُمَّ جَنِّبۡنَا الشَّیۡطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّیۡطَانَ مَا رَزَقۡتَنَا، فَقُضِیَ بَیۡنَهُمَا وَلَدٌ لَمۡ یَضُرُّهٗ

”اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ اے اللہ!ہمیں شیطان سے بچا اور شیطان کو اس چیز سے دور رکھ جو تو(اس جماع کے نتیجے میں)ہمیں عطا فرمائے۔“

یہ دعا پڑھنے کے بعد (جماع کرنے سے) میاں بیوی کو جو اولاد ملے گی اسے شیطان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

کان میں اذان (دوسرا حق):

حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ(الترمزی ۱۵۱۴)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن بن علی جب فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنھا سے پیدا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کے کان میں نماز کی اذان کی طرح اذان دی۔

گڑھتی دینا (تیسرا حق):

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ:

وَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ احْفَظْهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعَثَتْ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَعَهُ شَيْءٌ قَالُوا نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَغَهَا ثُمَّ أَخَذَهَا مِنْ فِيهِ فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ ثُمَّ حَنَّكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللَّهِ(المسلم ۵۶۱۳)

ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اس بچہ کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بچے کے ساتھ تھوڑی کھجوریں بھی بھیجیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو لے لیا اور پوچھا کہ اس کے ساتھ کچھ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ کھجوریں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کو لے کر چبایا، پھر اپنے منہ سے نکال کر بچے کے منہ میں ڈال کر اسے گھٹی دی اور اس کا نام عبد اللہ رکھا.

نام رکھنا (چوتھا حق):

حضرت عمر بن شعیب کے پردادا عبد اللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِتَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ يَوْمَ سَابِعِهِ (ترمذی 2832)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن نومولود بچے کا نام رکھنے کا حکم دیا.

ولادت کے دن سے لے کر ساتویں دن تک نام رکھنا بھی جائز ہے اور ولادت سے قبل بھی نام رکھنا جائز ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (آل عمران ۳۹)

پھر آواز دی ان کو فرشتوں نے جب کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے (اپنی) عبادت گاہ میں کہ بیشک اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتا ہے آپ کو یحییٰ کی جو تصدیق کرنے والا ہو گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرمان کی اور سردار ہو گا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا ہو گا اور نبی ہو گا صالحین سے

اس آیت میں اللہ کریم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام ان کی ولادت سے پہلے ہی تجویز فرما دیا البتہ بچے کی پیدائش سے ساتویں دن تک اس کا نام رکھ دینا چاہیے.

اولاد کا والدین پر حق ہے کہ والدین ان کے اچھے نام رکھیں جو عقیدے کے مطابق ہوں نہ کہ ایسے نام جو عقیدے سے ہٹ کر ہوں.

حجامت بنوانا (پانچواں حق):

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ، يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ، وَيُسَمَّى وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ (ترمذی ۱۵۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر بچہ عقیقہ کے بدلے گروی رکھا ہوا ہے پیدائش کے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور اس کے سر کے بال منڈائے جائیں“۔

عقیقہ کرنا (چھٹا حق):

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ (ابوداؤد ۲۸۳۸)

ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلے گروی ہے، ساتویں روز اس کی طرف سے ذبح کیا جائے

پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر بچے کا عقیقہ ضروری ہے گروی بچے کو عقیقہ کے ذریعے آزاد کرنا چاہیے.

ختنہ کرنا (ساتواں حق):

•) ختنہ کا تصور ملت ابراہیمی میں:

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (النحل ۱۳۵)

پھر ہم نے وحی فرمائی (اے حبیب) آپ کی طرف کہ پیروی کرو ملت ابراہیم کی جو یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔

•)حضرت ابراہیم کا ختنہ کرنا:

اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِينَ سَنَةً بِالْقَدُّومِ (بخاری ۳۳۵۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا”ابراہیم علیہ السلام نے "اسی" سال کی عمر میں بسولے سے ختنہ کیا۔“

•)فطرتی کام:

خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَنَتْفُ الْإِبْطِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَقَصُّ الشَّارِبِ(بخاری ۵۸۸۹)

پانچ چیزیں ختنہ کرانا، موئے زیر ناف مونڈنا، بغل کے بال نوچنا، ناخن ترشوانا اور مونچھ کم کرانا پیدائشی سنتوں میں سے ہیں۔

الغرض ختنہ کرنا چاہیے ساتویں دن فرض نہیں اس کے بعد بھی ہو سکتا ہے

رضاعت کا حق (آٹھواں حق)

لفظ ’رضاعت‘ اور اس کے دیگر مشتقات قرآن حکیم میں دس مقامات پر آئے ہیں۔ ’المعجم الوسیط‘ میں رضاعت کا معنی کچھ یوں بیان ہوا ہے:

"أرضعت الأم: كأن لها ولد ترضعه"

”ماں کا بچہ کو دودھ پلانا رضاعت کہلاتا ہے۔“

فقہی اصطلاح میں بچہ کا پیدائش کے بعد پہلے دو سال میں ماں کے سینہ سے دودھ چوسنا رضاعت کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (البقرہ ۲۳۳)

"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں"

دعا کرنا (نواں حق):

اللہ کریم وہ دعا بہت جلدی قبول فرماتا ہے جو والدین اولاد کے لئے کرتے ہیں اس لئے والدین کو چاہیے کہ وہ اولاد کے لیے دعا کرتے رہیں اور ان کو اپنی دعاؤں سے فائدہ پہنچاتے رہیں

جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (البقرہ ۱۲۸)

اے ہمارے رب! بنا دے ہم کو فرمانبردار اپنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا جو تیری فرمانبردار ہو

اللہ رب العزت اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ یوں عرض کرتے ہیں:

رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا (الفرقان،۷۴)

اے ہمارے رب! مرحمت فرما ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور بنا ہمیں پرہیزگاروں کے لیے پیشوا

پرورش (دسواں حق)

بچوں کی پرورش کرنا باپ کی ذمہ داری قرار دیتے ہوئے قرآن حکیم فرماتا ہے:

"لِيُنفِقۡ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهُ فَلۡيُنفِقۡ مِمَّآ آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفۡسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجۡعَلُ اللَّهُ بَعۡدَ عُسۡرٍ يُسۡرًا (الطلاق،۷)

"صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت (کے لحاظ) سے خرچ کرنا چاہئے، اور جس شخص پر اُس کا رِزق تنگ کر دیا گیا ہو تو وہ اُسی (روزی) میں سے (بطورِ نفقہ) خرچ کرے جو اُسے اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ اللہ کسی شخص کو مکلف نہیں ٹھہراتا مگر اسی قدر جتنا کہ اُس نے اسے عطا فرما رکھا ہے، اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش پیدا فرما دے گاo"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ما من رجل تدرك له ابنتان، فيحسن إليهما ما صحبتاه أو صحبهما إلا أدخلتاه الجنة.

(ابن ماجه،۳٦٧٠)

"جس کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ انہیں جوان ہونے تک کھلاتا پلاتا رہے تو وہ دونوں اسے جنت میں لے جائیں گی۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لا يكون لأحد كم ثلاث بنات أو ثلاث أخوات فيحسن إليهن إلا دخل الجنة.

(بخاری،۹)

"جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان سے اچھا سلوک کرے تو اس کے لیے جنت ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

جاءتني مسكينة تحمل ابنتين لها، فأطعمتها ثلاث تمرات، فأعطت كل واحدة منهما تمرة، و رفعت إلى فيها تمرة لتأكلها، فاستطعمتها ابنتاها، فشقت التمرة التي كانت تريد أن تأكلها بينهما، فأعجبني شأنها، فذكرت الذي صنعت لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، فقال: إن الله قد أوجب لها بها الجنة، أو أعتقها بها من النار.

میرے پاس ایک مسکین عورت آئی جس نے دو بیٹیاں اٹھائی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے دونوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دے دی، پھر جو کھجور وہ کھانا چاہتی تھی اس کے بھی دو ٹکڑے کر کے انہیں کھلا دی۔ مجھے اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا۔ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس عورت کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (بیٹیوں پر) اس (شفقت و رحمت) کی وجہ سے اس عورت کے لیے جنت واجب کر دی یا (فرمایا:) اسے دوزخ سے آزاد کر دیا۔

شفقت ورحمت (گیارہواں حق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قبل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الحسن بن علي رضي الله عنهما، و عنده الأقرع بن حابس التميمي جالسا، فقال الأقرع: إن لي عشرة من الولد، ما قبلت منهم أحدا. فنظر إليه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، ثم قال: من لا يرحم لا يرحم. (بخاری ۵۶۵۱)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو چوما تو اَقرع بن حابس تمیمی جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، نے کہا: میرے دس بچے ہیں، میں نے تو کبھی کسی کو نہیں چوما۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

عدل کرنا (بارہواں حق)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

أن أباه أتى به رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، فقال: إني نحلت ابني هذا غلاما، فقال: أكل ولدك نحلت مثله؟ قال: لا، قال: فأرجعه (بخاری ۲۳۳۶)

اُن کے والد انہیں لے کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے، پھر عرض کیا: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے۔ فرمایا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ایسا ہی دیا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: تو پھر اس سے واپس لے لو۔

******

تقویٰ

(فرزانہ،بی-ایس سمیسٹر:3،BS-20-58)

تقویٰ ایک جامع لفظ ہے جو اپنے مفہوم کے اعتبار سے بہت وسیع ہے۔ موٹے لفظوں میں تقویٰ خوفِ الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ اللہ سے ڈر کر عبادت کی طرف زیادہ سے زیادہ رغبت اور گناہوں سے کنارہ کش ہونا تقویٰ کی حقیقت ہے۔ تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد گناہوں جھجک محسوس ہونے لگتی ہے اور اس کا دل نیکی کے لیے تڑپتا ہے۔ یہ ایسا وصف ہے کہ اگر حاصل ہو جائے تو زندگی درست ہو جاتی ہے۔

ایک ایماندار انسان وہی ہے جو خود کو گناہوں سے بچا کر رکھتا ہے۔ اور ہر وقت یہ سوچتا ہے کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ دراصل وہ کبھی بھی کسی بھی حالت میں اللہ کو نہیں بھولتا اور خود اللہ کے ذکر میں مصروف رکھتا ہے۔ یہ بھی تقویٰ ہے۔

تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ جنھوں نے اللہ پر توکل کیا تو وہ اللہ ان کی تقدیریں بدل دیں۔ کیو نکہ اللہ کو تقویٰ بہت پسند ہے۔ اور جو اللہ والے ہوتے ہیں تو پھر اللہ ان کا ہو تا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تقویٰ کی تعریف کرتے ہیں کہ:

اللہ کا خوف، شریعت کے مطابق عمل، کم پر قناعت اور اور آخرت کے دن کی تیاری۔ گویا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک تقویٰ چار چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے،

- اللہ کا خوف
- شریعت کی مکمل تابعداری
- کم پر قناعت
- یومِ آخرت کی تیاری

ابو ہریرہؓ سے جب تقویٰ کا پوچھا گیا تو انھوں نے سائل سے کہا: کیا آپ کو کسی خاردار راستے سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہے؟ سائل نے کہا: جی ہاں! بارہا۔ آپ نے پوچھا: وہاں سے آپ کیسے گزرتے ہیں؟ سائل نے کہا: اپنے دامن کو بچا کر اس طرح سے گزرتا ہوں کہ کہیں کانٹوں میں دامن الجھ نہ جائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: **"ذالک تقوی**" یہی تقویٰ ہے۔

جامع الفاظ میں تقویٰ اللہ جل جلالہ کے خوف، قرآن پر عمل، قناعت اور آخرت کے دن کی تیاری کا نام ہے۔ یعنی دنیا یک خاردار وادی ہے۔ یہاں ہر قدم پر مصیبت، گناہوں اور نافرمانی کے کانٹے بکھرے ہوئے ہیں اور یہاں سے دامن اس طرح بچا کر گزرنا ہے کہ ان کانٹوں میں دامن نہ الجھے، دار اصل یہی تقویٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ

"بے شک اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔"(سورۃ التوبہ، ۷:۹)

تقویٰ اور قرآن:

قرآن مجید میں تقویٰ کا لفظ بہت ہی استعمال ہوا ہے بلکہ ایمان کے ساتھ اکثر تقویٰ کا حکم آتا ہے۔

- يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

"اے ایمان والوں، اللہ سے ڈرو۔"(سورۃ البقرہ، ۲:۲۷۸)

- هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ

"ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لیے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔"(سورۃ البقرہ، ۲۔۳)

- وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔"

(سورۃ الطلاق، ۶۵:۲)

- وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

"اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"(سورۃ البقرہ، ۲:۱۸۹)

- وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا

"جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے گناہ مٹا دے گا اور اسے بڑا بھاری اجر دے گا۔"

(سورۃ الطلاق، ۶۵:۵)

تقویٰ کے متعلق حکم نبوی ﷺ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا.

"اگر تم اللہ پر ایسے ہی توکل کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تم کو ایسے رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے۔ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو خالی پیٹ لوٹتے ہیں۔"

(امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب: زہد کے احکام و مسائل، باب: توکل اور یقین کا بیان، رقم الحدیث: ۴۱۶۴، ج:۵، ص۴۴۷۔)

ایک اور جگہ روایت ہے، ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اتَّقِ اللّٰهِ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ

"جہاں بھی رہو اللہ سے ڈرو، برائی کے بعد (جو تم سے ہو جائے) بھلائی کرو جو برائی کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔"

(امام ترمذی، جامع الترمذی، کتاب: نیکی اور صلہ رحمی، باب: حسنِ معاشرت کا بیان، رقم الحدیث: ۱۹۸۷، ج:۲۔)

تقویٰ کا مقام:

اگر عمل دل کی نیت کے مطابق نہ ہو تو تقویٰ کا حصول ناممکن ہے۔ چنانچہ جو مال انسان خرچ کرتا ہے لیکن وہ اس عمل کے ذریعے اللہ کی رضا نہیں چاہتا اور اسی طرح دکھاوے کی نماز پڑھتا ہے یا اپنے ذاتی شرف اور جاہ و جلال کے عہد پورا کرتا ہے تو ایسے اعمال سے ذرہ بھی تقویٰ حاصل نہیں کر سکتا۔ اس تقویٰ کا اصل مقام دل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

”اور جو کوئی اللہ سے ڈرے، بے شک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔“(سورۃ المائدہ،۵:۸)

تقویٰ کے فائدے:

- تقویٰ سے سینے کشادہ ہوتے ہیں اور نفوس سے گناہ کے اثرات مٹتے ہیں۔ بخیل انسان فسق و فجور سے اپنی روح کو اس طرح تہ بہ تہ لپیٹ لیتا ہے کہ موت کے وقت اس کے بدن سے روح کو اس طرح کھینچا جاتا ہے جیسے گیلی اون سے کانٹے کھینچے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس متقی و پرہیز گار صاف ستھرا نفس جسے اس کے مالک نے خوب پاک صاف کیا وہ بلندی پر چلا جاتا ہے اور شرف حاصل کر لیتا ہے۔ موت کے وقت روح اس کے بدن سے اس طرح نکلتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے پانی یا گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ متقین کی خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور ان کے معاملات کو آسان کر دیتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا

ترجمہ:”اور جو اللہ سے ڈرے گا (تو)وہ کر دے گا اس کے کام میں آسانی۔“ (سورۃ الطلاق،۶۵:۴)

- اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آئیں ان کے گناہوں کو بھی مٹا دیتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

ترجمہ:”اور اہل کتاب ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ضرور ان سے ان کے گناہ دور کر دیتے۔“ (سورۃ المائدہ،۵:۶۵)

- تقویٰ اختیار کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ تنگیاں دور کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو وہاں سے رزق دیتے ہیں کہ جہاں ان کے ان کا گمان بھی نہیں ہوتا۔“

اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ

ترجمہ:”بے شک اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔“(سورۃ ھود،۱۱:۴۹)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ ؕ وَالۡعَاقِبَةُ لِلتَّقۡوٰى

ترجمہ: ''ہم تجھ سے کسی رزق کا مطالبہ نہیں کرتے، ہم ہی تجھے رزق دیں گے اور اچھا انجام تقویٰ ہے۔'' (سورۃ طہٰ، ۲۰:۱۳۲)

- اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرلیتا ہے تو اللہ اس میں حق و باطل کا امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے۔

حاصلِ کلام:

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر دم ہمارا دل اللہ کے قرب کے سے آباد رہے۔ کیونکہ وہ ہمارے اعمال، ہماری حرکات و سکنات سے پوری طرح باخبر ہے۔ لٰہذا ہمیں اپنے تمام اعمال کو تقویٰ سے مزین کرنا چاہیے اور متقی شخص وہی ہے جو اپنا ہر عمل اللہ عزوجل سے ثواب کی امید میں کرتا ہو اور برے اعمال سے دور رہتا ہو تاکہ آخرت میں عذاب سے نجات مل جائے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تقویٰ کی زندگی نصیب فرمائے اور متقین میں ہمارا شمار فرمائے۔

آمین!

******

ختم نبوت کی اہمیت

(محمد عبداللہ، بی۔ایس سمیسٹر:3،2-20-BS)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب ۴۰)

نہیں ہے محمد (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بیٹے نہ ہونے کی وجہ

حضور نبی اکرم ﷺ کے لیے بالغ بیٹا نہ ہونے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قرآن اور تاریخِ انبیاء شاہد ہے کہ بہت سے انبیاء علیھم السلام ایسے ہوئے جو خود بھی نبی تھے اور ان کے بیٹے بلکہ پوتے بھی منصبِ نبوت پر فائز ہوئے جیسے ابوالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام بھی نبی تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے حضرت یحیٰی علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نبی تھے۔ قرآن مجید میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ نبوت ایک خاندان اور گھرانے میں کئی نسلوں تک چلی۔ یہ خاندانی نبوت بلاشبہ ان کے لیے اضافی فضیلت کا باعث ہوئی۔

شانِ مصطفی ﷺ کا تحفظ

اس نکتے کا قابل غور پہلو یہ ہے کہ ایک نبی کے جوان بیٹے کا نبی ہونا فضیلت کا باعث ہے۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کا بیٹا مشیتِ ایزدی سے جوان ہو کر بلوغت کی عمر کو پہنچ جاتا اور نبی نہ ہوتا تو ان انبیاء کو جن کے بیٹے بھی نبی ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ پر اضافی فضیلت مل جاتی۔ قیامت کے دن جب دوسرے انبیاء کے پیچھے ان کے بیٹے اور پوتے بھی بحیثیت نبی کھڑے ہوتے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بیٹے بحیثیتِ غیر نبی کھڑے ہوتے تو وہ لامحالہ طور پر اس جزوی فضیلت میں حضور نبی اکرم ﷺ سے بڑھ جاتے۔ اس طرح آپ ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے پر حرف آتا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی یہ کہنے کی جسارت بھی کرے کہ مصطفی ﷺ کے بیٹے جوان ہوئے اور نبی نہ ہوئے، بصورت دیگر اگر حضور نبی اکرم ﷺ کا بیٹا نبی ہو جاتا تو آپ ﷺ کی ختم نبوت اور خاتم النبیین ہونے پر حرف آتا۔ خدائے بزرگ و برتر کو یہ قطعاً منظور نہ تھا کہ میرے مصطفی ﷺ کے بعد اور کوئی نبی ہو۔ اسے تو فقط یہ منظور تھا کہ میرے مصطفی ﷺ جیسا بھی کوئی نہ ہو اور آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی نہ ہو، اکرم و افضل بھی میرا مصطفی ﷺ رہے اور خاتم بھی میرا مصطفی ﷺ ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو سب سے افضل رکھنے کے لیے یہ امر ناگزیر اور ضروری تھا کہ آپ ﷺ کا کوئی بیٹا جوان نہ ہو تاکہ دونوں صورتوں میں کوئی آپ ﷺ کو مطعون نہ کر سکتا۔

حضور ﷺ بحیثیتِ رسول تمام امت کے روحانی باپ ہیں

وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ کے الفاظ سے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ دیکھنا کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے جواں بیٹے کا باپ نہ ہونے سے امت آپ ﷺ کی شفقت سے محروم رہ گئی بلکہ اس امر کی طرف متوجہ کیا گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ امام راغب اصفہانی باپ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویُسمّی كلّ من كان سبباً في إيجاد شيئٍ أو إصلاحه أو ظهوره أباً ولذلك يُسمىّ النّبی أبا المؤمنين قال الله {النَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ} وفی بعض القراءات وهو أب لهم۔ (راغب اصفہانی، المفردات في غريب القرآن:7)

”اور ہر اس شخص کو جو کسی شے کی ایجاد، اصلاح یا ظہور کا سبب بنے باپ کہا جاتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آیت یہ نبیِ (مکرّم ﷺ) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں اور آپ کی ازواجِ (مطہّرات) اُن کی مائیں ہیں} میں حضور نبی اکرم ﷺ کو مومنوں کا باپ قرار دیا ہے۔ اور ایک قراءت میں ”وَهُوَ اَبٌ لَهُمْ“ بھی آیا ہے۔

امام موصوف کی اس صراحت سے مستفاد ہوا کہ ابوّت دو قسم کی ہوتی ہے

1۔ ابوّتِ جسمانی

2۔ ابوّتِ روحانی

ابوّتِ جسمانی سے مراد نسبی و رضاعی ابوّت ہے جس سے اَحکامِ حلت و حرمت ثابت ہوتے ہیں اور روحانی ابوّت وہ ابوّت ہے کہ جس میں شفقت و مہربانی کا عنصر نسبی اور رضاعی باپ سے بھی زیادہ ہونا لازم اور ضروری ہے، جیسے استاد کی ابوّت شاگرد کے لیے، شیخ کی ابوّت مرید کے لیے اور نبی کی ابوّت امت کے لیے۔ آیت میں وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ کے الفاظ سے اسی قسم کی ابوّت ثابت ہے لهٰذا حضور نبی اکرم ﷺ امت کے روحانی باپ ہیں۔ ایک باپ کی شفقتِ پدری کا موازنہ رسول اللہ ﷺ کی شفقت سے نہیں کیا جا سکتا کہ کروڑوں باپوں کی شفقت مل کر بھی رسول رحمت ﷺ کی شفقت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ بات نصِ قرآنی سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اَقدس امت کے لیے سراپا رحمت و رافت اور محبت و شفقت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ؀ (التوبة، ٩: ١٢٨)

”بیشک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف ومشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔(اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔

عالمگیر نبوت

ختم نبوت نبوت کی عالمگیریت کا عقیدہ ہے جو تمام انسانوں کو ایک ہی لڑی میں پروتا ہے۔لہذا اب کسی قومی یا علاقائی نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (المائدہ 3)

آج میں نے مکمل کر دیا ہے تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کر دی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کر لیا ہے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین.

اور تمام جہانوں کے لئے رحمت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء 107)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے.

تمام انسانیت کے نبی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ (سبا 28)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے.

سابقہ انبیاء کا محدود وقت کے لیے تشریف لانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پہلے جو انبیاء اور رسلؑ تشریف لائے تھے وہ کسی خاص قوم اور محدود وقت کے لیے تشریف لائے تھے، خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ قیامت تک تمام جنات، انسانوں اور تمام زمان و مکاں کے بسنے والوں کے رسول اور نبی ہیں۔ لہٰذا خاتم النبیینؐ فرمانے سے آپؐ کے خاتم الرسل ﷺ ہونے کا بھی اعلان ہو گیا۔

دین محمدی تا صبح قیامت

اللہ تعالیٰ نے حضور کریم ﷺ کے سر پر ختم نبوت کا تاج رکھ کر اپنے بندوں پر احسان فرمایا اور اپنے بندوں پر رحمت نازل فرمائی کہ اب دین محمدیؐ ہی قیامت تک باقی رہے گا اور یہی دین انسان کی ابدی نجات کا ضامن ہے۔ یہ فرمان نبویؐ کہ اگر موسیٰؑ بھی آجائیں تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہیں ہو گا۔

آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرنے والا مکار اور دجال ہے

حضور ﷺ کے بعد جو اس مقام کا دعویٰ کرے گا وہ مکار، دجال اور جھوٹا ہے، خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔ اگر وہ جادوگروں کے کرشمے دکھائے، جو بھی طلسم و نیرنگیاں دکھائے، یہ سب عقل مندوں کے نزدیک بے کار و گمراہی ہیں۔" (تفسیر ابن کثیر)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام انبیاء پر فضیلت

عبد الرحمان بن یعقوب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دوسرے انبیاء پر چھ چیزوں کے ذریعے سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں، (دشمنوں پر) رعب و دبدبے کے ذریعے سے میری مدد کی گئی ہے، میرے لیے اموال غنیمت حلال کر دیے گئے ہیں، زمین میرے لیے پاک کرنے والی اور مسجد قرار دی گئی ہے، مجھے تمام مخلوق کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہے اور (وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ) میرے ذریعے سے (نبوت کو مکمل کر کے) انبیاء ختم کر دیے گئے ہیں
(مسلم 1167)

امام ابو حنیفہ اور ختم نبوت

آپ کے زمانے میں کسی شخص نے نبوت کا دعوی کیا اور لوگوں سے مہلت مانگی کہ وہ اپنی نبوت کی نشانیاں پیش کرے گا آپ نے فرمایا "من طلب منہ علامۃ فقد کفر لقولہ: لا نبی بعدی" جس نے اس سے نشانی طلب کی گویا اس نے کفر کیا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں
(مناقب امام ابو حنیفہ ج 1, ص 161)

امام خطیب بغدادی اور ختم نبوت

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: جو کوئی بھی ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرے وہ اس بات کا بھی اقرار کرے کہ آپ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں آپ کی شریعت ابدی ہے اور منسوخ ہونے سے محفوظ ہے (اصول الدین ص, 162)

پیر محمد کرم شاہ اور ختم نبوت

اللہ کریم نے قرآن کریم میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خاتم النبیین کہا اس لیے ہم پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو خدا کا بندہ سمجھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خاتم النبیین مانیں اب جو آپ صلی اللہ علیہ

والہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانے وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور مومن وہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خاتم النبیین مانے گا.

حاصل کلام

قرآن و سنت کی روشنی میں ختم نبوت کا انکار محال ہے۔ اور یہ ایسا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ خود عہد رسالت میں مسیلمہ کذاب نے جب نبوت کا دعوی کیا اور حضور کی نبوت کی تصدیق بھی کی تو اس کے جھوٹا ہونے میں ذرا بھی تامل نہ کیا گیا۔ اور صدیق اکبر کے عہد خلافت میں صحابہ کرام نے جنگ کر کے اسے کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس کے بعد بھی جب اور جہاں کسی نے نبوت کا دعوی کیا، امت مسلمہ نے متفقہ طور پر اسے جھوٹا قرار دیا اور اس کا قلع قمع کرنے میں ہر ممکن کوشش کی۔ 1973ء کے آئین میں پاکستان میں حضور ﷺ کو آخری نبی نہ ماننے والے کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔

******

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

(لاریب ایمان علی، بی-ایس، سمیسٹر:3، BS-20-31)

~درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

"انسان" جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی شاہکار تخلیق کہا ہے اوراس کی تخلیق پر فخر بھی کیا ہے۔یہی فخر تھا جس کی بنا پر فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ مگر افسوس کہ انسان اپنی تخلیق کا مقصد بھول بیٹھا۔وہ بھول گیا کہ اسے کس لیئے پیدا کیا گیا تھا۔وہ بھول گیا کہ اسے زندگی کیسے گزارنی تھی۔ آج میں اپنے گردونواح میں انسان ڈھونڈنے بیٹھوں تو مشکل سے دو تین ہی انسان نظر آتے ہیں۔اکثرو بیشتر تو انسان نما بھیڑیئے اور درندے ہی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قسم کے حقوق پورے کرنے کا حکم دیا تھا۔ایک "حقوق اللہ "اور دوسرے "حقوق العباد"۔اللہ تعالیٰ اپنے حقوق میں کمی پیشی کو تو معاف کر سکتا ہے مگر اپنے بندوں کے حقوق میں کمی اسے گنوارا نہیں، کیونکہ اپنی مخلوق سے وہ بے تحاشہ محبت کرتا ہے۔ اللہ کے بندوں سے محبت کرنا اور اپنی اپنی سطح پہ دوسروں کے آرام و سکون کا خیال رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔اوراللہ تعالیٰ تب تک بندوں کے حقوق معاف نہیں کرے گا جب تک وہ بندہ جس کی حق تلفی کی گئی ہے وہ خود معاف نہ کر دے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی مخلوق سے محبت کرنا کتنا اہم ہے جسے علامہ اقبال اپنے ایک شعر میں یوں بیان کرتے ہیں:

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اس کا بندہ بنوں گا جسے خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

مگر نہیں ہم تو چلے ہیں مغربی معاشرے کی اندھی تقلید کرنے۔ ہمیں کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا حکم دیا ہے ہمیں تو بس یہ ہی پتہ ہے کہ جو اہل مغرب کریں گے ہم بھی وہی کریں گے اور ہمیں بھی ان کی طرح فقط "اپنے حقوق" یاد ہیں۔ لیکن یہ بھول بیٹھے ہیں کہ ان حقوق کے بدلے میں ہمارے کچھ فرائض بھی ہیں کیونکہ ایک فرد کا حق دوسرے کا فرض ہوتا ہے۔ حضرت انسان اللہ کی مخلوق سے محبت کرنا سرے سے ہی بھول گئے ہیں۔ اور غلطی سے اگر محبت کر بھی لے تو وہ بھی خود غرض۔ کیونکہ ہمیں تو محبت کا مطلب ہی نہیں پتا۔ ہم نے تو محبت کا مطلب سمجھا ہی نہیں۔ انسان کی محبت کی کیا بات کی جائے۔ یہ تو جس پرندے کا شوق رکھتا ہے، اسے قید کر لیتا ہے۔ جس پھول کو محبوب رکھتا ھے، اسے توڑ لیتا ہے۔ جس درخت کی لکڑی کو پسند کرتا ہے، اسے کاٹ دیتا ہے۔ حلانکہ محبت کا تقاضا تو یہ تھا کہ اپنے معشوق پرندے کو آزاد کر دیتا۔ اپنے محبوب پھول کو اپنی زندگی اپنی شاخ پر گزارنے دیتا۔ اپنے پسندیدہ درخت کو صرف پانی دیتا کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کا خیال رکھا جاتا ہے اس کو اس کی خوشی کے مطابق زندہ رہنے کا حق دیا جاتا ہے۔ لیکن حضرت انسان محبت بھی کرنا نہیں جانتے۔ انسان کو

چاہئے کہ یا وہ صاف صاف کہے کے وہ اپنی چاہت، اپنی خواہش کا پرستار ہے یا پھر کم از کم محبت کا دعویدار مت بنے!

انسان کو انسان بننے کے لیے بھی محنت درکار ہے

فرشتے سے بہتر ہے انساں ہونا

مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

خدارا تھوڑی محنت کریں اور انسانیت کا حق ادا کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اپنی سطح پر انسانیت کا حق ادا کرنے اور آسانیاں بانٹنے کا شرف بخشے۔ آمین

******

رضائے الٰہی

(عیشاء خان، بی-ایس سمیسٹر:3، BS-20-38)

انسان اللہ کی بنائی ہوئی سب سے خوبصورت تخلیق ہے جسے اشرف المخلوقات کہا گیا ہے-اگر وہ کائنات میں غور و فکر کرے تو اسے معلوم ہو کہ رب نے اسے لاتعداد رحمتوں و برکتوں سے سرشار کیا ہے-اسی طرح رب کی معرفت حاصل کرنے کے بعد اسے رب کا قرب حاصل ہو گا- پھر جسے رب کی معرفت نصیب ہو جائے تو وہ ساری زندگی رب کو راضی کرنے میں لگا دیتا ہے اور جس سے اللہ راضی ہو جائے تو یہی اصل کامیابی ہے

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (سورۃ التوبہ:۷۲)

اور رضائے الٰہی بہت بڑی نعمت ہے-یہی حقیقت میں عظیم کامیابی ہے-

عبادت رضائے الٰہی کا ذریعہ:

رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کی رضا کس میں ہے...

اس کی عبادت اور احکامات کی پیروی کرنے میں ہی اس کی رضا ہے-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الزاریات:۵۶)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں-

یہ کہنا غلط نا ہو گا کہ "ہر وہ نیک عمل جو اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے عبادت ہے"

لیکن کچھ لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ برے اعمال کر کے بھی وہ رب کی رضا حاصل کر سکتے ہیں-مثال کے طور پر کوئی شخص چوری کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ اس کے ذریعے کسی غریب کی مدد کرے گا تو اس عمل کے بدلے اسے رب کی رضا نہیں بلکہ اس کی پکڑ حاصل ہو گی-

مومن اور رضائے الٰہی:

مومن ہر حال میں اپنے رب سے راضی رہتا ہے- اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتا ہے- تکلیفوں پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرنے سے وہ رب کا قرب حاصل کرتا ہے-

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.(سورۃ البقرۃ:۱۱۲)

"سنو! جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا وہ محسن ہے اور اس کے لیے اس کے رب کی طرف سے اجر ہے اور اس کے لیے نہ کوئی خوف اور نہ کوئی غم."

روز قیامت ان کو جنت کی بشارت دی جائے گی-

چنا ہو جسے اللہ نے اپنے لیے وہ ہے مومن

روح و قلب میں سمایا ہو جس کے نام الٰہی وہ ہے مومن

دشواریوں، مسائلوں، غموں کے آجانے پر...

مسکراہٹ لبوں پر بکھیرے، جو صبر کرے شکر کرے وہ ہے مومن

سوچوں میں جس کے نہ غم زندگی ہاں ہو فکر آخرت...

پھر سنوارنے اسی کو جو لگادے زندگی وہ ہے مومن

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور رضائے الٰہی:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ(المائدہ:۱۱۹)

اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام وفا کا پیکر تھے۔آنکھیں بھر سی جاتی ہے جب بھی آپ علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کرتی ہوں، کے کیسے اللہ کی رضا کے لیے آپ نے اپنی زندگی لگادی۔ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔ اللہ کی رضا میں جو اپنے نوجوان بیٹے کی قربانی دینے کو تیار ہو گئے۔اللہ تعالیٰ جو د جن نے بارے میں فرماتے ہیں:

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى.(سورۃالنجم:۳۷)

اور ابراہیم انھوں نے پوری وفاداری دکھائی

حاصل کلام:

جس کو رب کی رضا نصیب ہو جائے وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہے۔اس لیے انسان کو چاہیے کہ رب کی معرفت حاصل کرے۔جو رب کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اپنی زندگی رب کے احکامات کی پیروی کرنے میں گزارتا ہے۔پھر اس کا جینا اس کا مرنا سب اللہ کے لیے ہو جاتا ہے۔اس کی زندگی کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے۔آج ہمیں بھی چاہیے کہ اپنا محاسبہ کریں کہ کیا ہماری زندگی کا مقصد رب کی رضا حاصل کرنا ہے؟ تاکہ ہم بھی زندگی کے اصل مقصد کو پہچانے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرسکیں۔

اللہ ہمیں بھی ان بندوں میں شامل کرلے جن سے وہ راضی ہے۔(آمین)

******

صبر کے ثمرات قرآن کی روشنی میں

(صائمہ بنت نذیر، بی-ایس، سمیسٹر:7، BS-18-58)

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے انسانی زندگی میں جہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ مشکلات اور مصائب پر صبر کرنے کی تلقین کرتا ہے اس کے ساتھ ہی اللہ تعالی اپنے بندوں کو صبر پر ملنے والے اجر عظیم اور بخشش کی بھی خوشخبری دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا دین اعتدال پسند ہے یہاں کچھ ایسے پہلو بیان کیا جارہے ہیں جس میں اللہ تعالی نے صبر پر ملنے والے ثمرات بیان کئے ہیں۔

صبر کرنے والوں کے لیے اللہ کا ساتھ

سورۃ البقرہ آیت نمبر 153 میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ مشکل کے وقت نماز اور صبر کے ذریعے مدد حاصل کرو، اس کے ساتھ ہی فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

اسی طرح سورۃ الاعراف آیت نمبر 128 میں حضرت موسی اپنی قوم بنی اسرائیل کو تلقین کر رہے ہیں کہ صبر کے ساتھ اللہ کا سہارا حاصل کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص یا قوم یہ چاہتی ہے کہ اس اللہ کا سہارا اور ساتھ ملے تو اسے صبر کا دامن پکڑنا ہو گا۔

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا

موسٰی (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو

صبر کرنے والوں کے ساتھ فرشتوں کی مدد

سورۃ آل عمران آیت نمبر 125 میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ صبر کرنے والوں کے لیے فرشتوں کی مدد آتی ہے اس آیت میں دراصل جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ سبحانہ وتعالی نے 313 صحابہ کرام کو فرشتوں کی مدد سے فتح نصیب فرمائی تھی جو کہ اللہ کی رحمت اور مسلمانوں کی صبر اور پرہیز گاری کی ہی ایک مثال تھی۔

بَلَىٰ ۚ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ

کیوں نہیں بلکہ اگر تم صبر کرو پرہیز گاری کرو اور یہ لوگ اسی دم تمہارے پاس آ جائیں تو تمہارا رب تمہاری امداد پانچ ہزار فرشتوں سے کرے گا، جو نشان دار ہونگے۔

صبر کرنے والوں کے لئے بہادری کا اعزاز

سورۃ آل عمران آیت نمبر 186 معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے جانوں اور مالوں کے ذریعے مسلمانوں کو آزمایا اس کے ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے دی جانے والی اذیت کو برداشت کیا۔ اس آیت میں یہی بات بتائی جارہی ہے کہ اتنی مشکلات کے ساتھ اسلام دین پر ڈٹے رہنا صبر کے بغیر ممکن نہیں ہے پھر فرمایا گیا کہ ایسے حالات میں صبر کرنا اصل میں بہادری اور ہمت کا کام ہے۔

وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

اور اگر تم صبر کرلو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو یقیناً یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے۔

سورۃ لقمان آیت نمبر 17 میں حضرت لقمان اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہتے ہیں اے میرے بیٹے نماز قائم کرنا اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا برے کاموں سے منع کرنا اور یہ سب کرتے ہوئے جن بھی مصائب کا سامنا کرنا پڑے ان پر صبر کرنا تبلیغ کے اس کام میں مصائب کا آنا شرط ہے۔ لیکن ان سب میں صبر کرنا ضروری ہے اور صبر بہادری کے کاموں میں سے ہے۔

إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

یقیناً یہ بہت بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

صبر کرنے والوں کے لیے بخشش اور اجر کریم

سورۃ ہود آیت نمبر: 10 اور 11 میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں جب کوئی نعمت دیتا ہوں تو انسان سمجھتا ہے کہ آزمائش مجھ سے جاتی گئی اور وہ خود میں اترانے والا شیخی خور بن جاتا ہے سوائے اس کے جو صبر اور اچھے اعمال صالح کرے ایسے ہی لوگوں کے بخشش اور اجر کریم ہے۔

أُولَٰئِكَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ

انھیں لوگوں کے لئے بخشش بھی ہے اور بہت بڑا بدلہ بھی

اسی طرح سورۃ النحل آیت نمبر 96 میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے سب فانی ہے اور جو کچھ باقی رہنے والا ہے وہ اللہ تعالی کے پاس ہے لہذا صبر کرنے والوں کے لیے ان کے اعمال کا بدلہ ضرور عطا فرمایا جائے گا۔

مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ ۖ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

تمہارے پاس جو کچھ ہے سب فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے باقی ہے۔ اور صبر کرنے والوں کو ہم بھلے اعمال کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالی سورۃ الزمر آیت نمبر 10 میں فرماتے ہیں کہ اس (اللہ) کی اطاعت کر کے معاصی یعنی نافرمانی سے اجتناب کر کے اور عبادتیں اور اطاعتیں اس کے لیے خاص کر کے اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور یہ ایمان والوں کی صفت ہے۔ پھر اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ صبر کرنے والوں کو ہی ان کو پورا پورا شمار اجر دیا جائے گا۔

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ

صبر کرنے والے ہی کو ان کا پورا پورا بیشمار اجر دیا جاتا ہے۔

صبر کرنے والوں کے لیے بالاخانوں کا انعام

سورۃ الفرقان آیت نمبر 75 میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ نیک لوگوں کو صبر کی وجہ سے (آزمائش اور مصائب پر) انہیں جنت کے بلند بالاخانے دیے جائیں گے۔ جہاں انہیں دعا و سلام پہنچایا جائے گا۔

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند و بالاخانے دیئے جائیں گے۔

صبر کرنے والوں کے لیے دوہرا اجر

سورۃ القصص آیت نمبر 54،53 میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جب ان کے پاس آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے رب کی طرف سے حق ہونے پر ایمان ہے۔ ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صبر کے بدلے دوہرا اجر دیا جائے گا۔

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا

یہ اپنے کئے ہوئے صبر کے بدلے دوہرا اجر دیتے جائیں گے۔

صبر کرنے والوں کے لیے کامیابی

سورۃ المومنون آیت نمبر 111 میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میں نے آج اس کے صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ وہ خاطر خواہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں دنیا میں اہل ایمان کے لیے ایک صبر آزما مرحلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جب وہ وہ دین کی تعلیمات پر عمل کرنا شروع ہوتے ہیں تو لوگوں کے طنز اور ان کی بہت سی مشکلات شروع ہو جاتی ہیں ، مثلاً داڑھی پر اختلاف کرنا لہٰذا ان سب کا بدلہ قیامت کے دن دے دیا جائے گا۔

إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ

میں نے آج انھیں ان کے اس صبر کا بدلہ دے دیا ہے کہ وہ خاطر خواہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں۔

صبر کرنے والا احسان کے درجے پر ہوتا ہے

سورۃ ہود آیت نمبر 115 میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ صبر کرو بے شک اللہ تعالی نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اس آیت اسے معلوم ہوتا ہے کہ صبر کرنا اصل میں احسان کرنا ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالی اس آیت کے پہلے حصے میں فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کرتے رہے اور آخری حصے میں فرماتے ہیں کہ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

آپ صبر کرتے رہیئے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

صبر کرنے والوں کے لیے خوشخبری

سورۃ البقرہ آیات 155 سے 157 میں اللہ تعالی مختلف آزمائشوں کا ذکر کرنے کے بعد آزمائشوں پر صبر کرنے کے بدلے میں فرماتے ہیں کہ صبر کرنے والوں کے لیے خوش خبریاں ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو بظاہر ان آیات میں جو آزمائش ہے جیسا کہ دشمن کا ڈر، بھوک پیاس اس، مال و جان اور پانی کی کمی اس جیسی آزمائش پر صبر کرنا مشکل ہے۔ لیکن جسے اللہ تعالی صبر جیسی اخلاقی صفت دیتے ہیں اسی کے لیے خوشخبری ہے اور خوشخبری میں بھی اللہ تعالی کی نوازشیں اور رحمتیں چھپی ہیں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ

اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجئے۔

صبر کرنے والوں کا اللہ پر بھروسہ بڑھتا ہے

سورۃ العنکبوت آیت نمبر 59 میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جنہوں نے صبر کیا وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں یعنی دین پر مضبوطی سے قائم رہے ہجرت کی تکلیفیں برداشت کیں اہل وعیال اور عزیز و اقارب سے دوری کو محض اللہ کی رضا کے لیے برداشت کیا، تو یہ سب اللہ کا بھروسہ کے بغیر ناممکن ہے۔

الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

******

معجزات نبوی

(اقراء نعیم، بی-ایس، سمسٹر:7، BS-18-38)

عمومی اصطلاح میں تو معجزات نبوی سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہیں مگر معجزہ کا کسی بھی نبی کی ذات سے وقوع ہونا اس نبی کا معجزہ کہلائے گا۔ یعنی کسی بھی نبی کی ذات سے صادر ہونے والا ایسا کام جو دوسروں کی عقل کو عاجز کر دے اور اس کا کوئی توڑ پیش نہ کیا جاسکے اور نہ ہی اس کا کوئی جواب دیا جاسکے معجزات (انبیاء) کہلائیں گے۔ معجزات نبوی سے مراد صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہیں۔ معجزات انبیاء کو کئی درجہ بندیوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس جامع المعجزات ہے، پہلے انبیاء علیہم السلام کو جو معجزے عطاء کیے گئے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک میں جمع ہوئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بال معجزہ قرار پایا۔ آپؐ کے معجزات میں سے کئی جمادات نباتات اور حیوانات سے متعلق ہیں، کنکریاں آپؐ کے ہاتھ میں تسبیح کرتیں، شجر و حجر آپؐ پر سلام بھیجتے اور سجدہ کرتے، اونٹ آپؐ سے فسانہ غم بیان کرتے، احادیث و سیرت مبارکہ کی کتب میں ایسے متعدد خوش نصیب درختوں کا ذکر بھی ملتا ہے جنھوں نے آپؐ کی تعظیم و تکریم کی اور مقام نبوت کو پہچانا، کئی درخت آپؐ کی پکار پر زمین کو چیرتے ہوئے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور اقرار نبوت کی سعادت حاصل کی۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے عملی معجزات عطا فرمائے، لیکن سرور کائناتؐ کو ہزاروں کی تعداد عملی معجزوں کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑا علمی معجزہ قرآن پاک عطاء فرمایا۔ زندہ اور ہمیشہ باقی رہنے والا یہ عظیم الشان معجزہ ہے جو اپنی معجزانہ حیثیت اور شان کے ساتھ آج بھی امت کے پاس جوں کا توں موجود ہے۔

ایک دفعہ مکہ کی ویران گھاٹی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، رکانہ بن عبد یزید (جو کہ قریش کا ایک بہت طاقتور پہلوان تھا اور قریش میں اس سے بڑا کوئی پہلوان نہ تھا) سے سامنا ہوگیا آپ ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی اس نے مطالبہ کیا کہ اگر آپ مجھے کشتی میں ہرا دیں تو میں اسلام قبول کرلونگا۔ آپ نے اسے ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ کشتی میں پچھاڑ دیا۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ آپ نے مجھے پچھاڑ دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے اس سے بھی عجیب و غریب چیز پیش کرونگا مگر شرط یہ ہے کہ تم اللہ سے ڈرو، اپنی روش بدلو اور میری پیروی اختیار کرو۔ اس نے پوچھا کہ آپ کیا دکھانا چاہتے ہیں ؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس درخت کو اپنے پاس بلاؤنگا۔ آپؐ نے درخت کو حکم دیا اور وہ درخت اپنی جگہ سے چل کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اس کے بعد آپ

نے اسے حکم دیا کہ واپس جاؤ تو وہ واپس اپنی جگہ چلا گیا۔ اسی طرح عکاشہ بن محصن معرکہ بدر میں بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے کہ ان کی تلوار لڑتے لڑتے ٹوٹ گئی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک کھجور کی چھڑی عطا فرمائی اور فرمایا" عکاشہ جا دشمنوں سے لڑ" حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے وہ لکڑی پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ ایک لمبی تلوار بن گئی جس کی دہار تیز اور چمک دار تھی اور اس میں مضبوطی تھی، حضرت عکاشہ نے یہ تلوار بدر کے میدان میں خوب استعمال کی، اس تلوار کا نام العون تھا۔ حضرت عکاشہ کے پاس یہ تلوار ایک مدت تک رہی اور وہ اس کے جوہر جہاد میں دکھاتے رہے۔ اسی طرح حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ میدان احد میں بڑی بے جگری سے لڑے اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے، میدان احد میں حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ زخمی ہوگئی اور اس کی پتلی نکل کر ان کے گال پر لٹکنے لگی حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ پتلی واپس آنکھ میں رکھ دی تو وہ آنکھ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ یہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ تیز نگاہ اور بہتر تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیطر کی بکریاں چرایا کرتا تھا ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ "اے لڑکے کیا تیرے پاس دودھ ہے؟" میں نے عرض کیا کہ ہاں دودھ ہے مگر وہ کسی کی امانت ہے میں دینے کا مجاز نہیں ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جو کبھی حاملہ نہ ہوئی ہو اور نہ شیر دار ہو، میں نے عرض کیا کہ ہاں ایسی بکری تو ہے پھر میں نے وہ بکری پیش خدمت کر دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تھوڑی دیر سہلاتے رہے اس کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ آپ ﷺ نے ایک برتن میں دودھ بھر کر وہ خود بھی پیا اور اپنے ساتھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا، اس کے بعد بکری کے تھن پھر پہلے جیسے ہوگئے۔ ایک بار ابولہب کے بیٹے عتیبہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں بد دعا کی کہ "اے اللہ اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط کر دے" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بد دعا ایسے پوری ہوئی کہ کچھ عرصے کے بعد عتیبہ اپنے باپ ابولہب کے ساتھ شام کے تجارتی سفر پر روانہ ہوا ایک جگہ پڑاؤ کیا وہاں ایک گرجا تھا وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ یہاں تو شیر ایسے گھومتے ہیں جیسے اور عام علاقوں میں بکریاں گھومتی ہیں، ابولہب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بد دعا یاد تھی اس نے دیگر قافلے والوں سے کہا کہ اس نے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) میرے بیٹے کو بد دعا دی ہے جس سے میں سخت فکر مند ہوں پس تم سارا سامان سا گرجا کے صحن میں جمع کر دو اور اسکے اوپر میرے بیٹے کا بستر لگا دو پھر اس سامان کے گرد تم سب سو جاؤ" قافلے والوں نے ایسا ہی کیا رات

جب سب سوگئے تو جنگل سے شیر آیا تمام قافلے کے لوگوں کو سونگھا مگر کسی کو کچھ نہیں کہا وہ تو گستاخ رسول کی تلاش میں تھا۔ شیر نے پیچھے ہٹ کر ایک اونچی چھلانگ لگائی سامان کے بلند ڈھیر پر چڑھ کر اس نے عتیبہ کے چہرے کو سونگھا اور اسے چیر پھاڑ دیا اور اس کا سر کھول دیا۔ اس واقعے پر ابو لہب کا بڑا برا حال تھا اور وہ کہے جا رہا تھا "میں جانتا تھا کہ میرا بیٹا محمد ﷺ کی بد دعا سے کبھی نہیں بچ سکے گا"۔ فتح خیبر کے بعد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ اطمنان سے بیٹھے تو ایک یہودیہ زینب بن الحارث نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی ناپاک سازش کی اور ایک بکری کا گوشت زہر آلود کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کیا۔ اس عورت نے گوشت بھیجنے سے پہلے معلوم کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون سے حصے کا گوشت زیادہ مرغوب ہے، بتایا گیا کہ دستی کا گوشت زیادہ مرغوب ہے تو اس نے دستی کو بہت زیادہ مسموم کیا اور اس کے بعد وہ گوشت اچھی طرح بھون کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے دستی کا گوشت اٹھایا، ایک نوالہ منہ میں تو لیا مگر اسے نگلا نہیں بلکہ اسے واپس اگل دیا اور فرمایا کہ اس بکری کی ہڈی مجھے خبر دے رہی ہے کہ اسے زہر آلود کیا گیا ہے۔ اس عورت کو بلایا گیا اس نے اقرار کیا کہ اس نے ایسا ہی کیا تھا جب اس سے پوچھا گیا کہ اس نے ایسا کیوں کیا تو اس نے جواب دیا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری قوم کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ آپ کے سامنے ہے میرا ارادہ تھا کہ آپ کو اگر آپ عام بادشاہوں کی طرح ہونگے تو اس زہر سے نعوذ باللہ ہلاک ہو جائیں گے اور میں راحت پاؤنگی اور اگر آپ واقعی نبی ہیں تو اللہ آپ کو اس کی خبر دے گا" اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس وقت تو معاف کر دیا مگر بعد میں اس زہر کے اثر سے حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہو گئی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قصاص میں اس عورت کو قتل کر دیا۔

غزوہ احزاب جسے جنگ خندق بھی کہتے ہیں، اس جنگ سے قبل جب خندق کھودی جا رہی تھی تو ایک بہت بڑا اور سخت پتھر حائل ہو گیا، بہت زور لگایا گیا لیکن نہ ٹوٹا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اطلاع کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے اور کدال سے ایک ضرب لگائی، چنگاریاں نکلیں اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا روم فتح ہو گیا، پھر دوسری ضرب لگائی چنگاریاں نکلیں اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ایران فتح ہو گیا پھر تیسری ضرب لگائی اور چنگاریاں نکلیں اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم بحرین کے سرخ محلات میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ بعد میں آنے والے دنوں میں روم اور ایران تو بہت جلد فتح ہو گئے اور روم کے بھی متعدد علاقے زیر اسلام آگئے صرف قسطنطنیہ کا شہر باقی رہ گیا۔ اس شہر کو فتح کرنے کے لیے اور نبی علیہ السلام کی پیشین گوئی پوری کرنے کے لیے کم و بیش چودہ بادشاہوں نے لشکر کشی کی اور آٹھ سو سال بعد قسطنطنیہ کا

یہ شہر بھی اسلام کے زیر نگیں آگیا اور سچے نبی کی پیشین گوئی پوری ہو گئی۔ اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر جب سب نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے تو ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر گئے اور بکری کا بچہ ذبح کیا اور ساتھ ہی گھر والوں کو میسر آٹے سے روٹیاں پکانے کا کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کان مبارک میں عرض کی کہ سات آٹھ افراد کا کھانا تیار ہے۔ تشریف لے آیئے، آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ساٹھ ستر افراد کے ساتھ پہنچ گئے۔ اس صحابی کے چہرے پر پریشانی کے آثار ہویدا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تھالی ہٹائے بغیر سالن نکالتے رہو اور اوپر سے رومال ہٹائے بغیر روٹیاں نکالتے رہو۔ اسی طرح اس سات آٹھ افراد کے کھانے کو ساٹھ ستر افراد نے سیر ہو کر تناول کیا اور مہمانوں کے چلے جانے پر پہلے جتنا کھانا پھر بھی باقی دھرا تھا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار معجزات ہیں تمام معجزات کو ان سطور میں بیان کرنا ممکن نہیں، واقعہ معراج ایک بہت بڑا معجزہ ہے جو کہ خود ایک علیحدہ باب ہے۔ بارگاہ الٰہی میں دعاہے کہ اللہ ربّ العزت ہمیں اپنے احکامات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع اختیار کرنے والا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا عاشق بنائے، آمین۔

******

والدین کی اطاعت

(مریم شاہد، بی ایس، سمیسٹر:5،BS-19-37)

یہ دنیا لاوارث ہے. یہاں موجود ہر شخص لاوارث ہے کسی کی اولاد لاوارث ہے تو کسی کے ماں باپ لاوارث ہیں. افسوس! وہ ماں باپ جو اپنی اولاد کو بے تحاشا محبت سے پالتے ہیں اور انہیں سنوارتے ہیں اور ایک دن اسی اولاد کے لیے وہ بوجھ بن جاتے ہیں. وہی ماں باپ جو اپنی اولاد کو تکلیف پہنچانے پر لرز جاتے ہیں. چوٹ اولاد کو لگتی ہے لیکن درد انہیں محسوس ہوتا ہے. وہ ماں باپ جو اولاد کا مقصد متعین کرتے ہیں اور انہیں پروان چڑھاتے ہیں، جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں اور ان کی زبان کپکپانے لگتی ہے تو وہی اولاد انہیں لاوارث کر دیتی ہے. لیکن یہ نہ بھولو نوجوانو! وہ اللہ سب سے بہترین انصاف کرنے والا ہے. دنیا مکافات عمل ہے. تم جو بوؤ گے وہی کاٹو گے. ڈرو! اس کے جلال سے، سمجھو! تمھارے دو پل جو تم محبت سے ان کے ساتھ ان کے بڑھاپے میں گزارو گے وہ ان کے لیے بیش قیمت ہیں۔

ارے! نادانو! لرز جاؤ ان کے لرزنے پر. ان کا ہر آنسو تمھارے لیے دوزخ کے پانی کو گرم کر دیتا ہے اور ان کی ایک مسکراہٹ تمہارے لیے جنت میں پھول بچھاتی ہے. تمھارے دو پیارے بول ان کے لیے زندگی ہیں. دو پل محبت سے ان کے ساتھ گزارو. کچھ پیارے بول ان سے بولو تا کہ تمھیں بھی تسکین ملے اور انہیں بھی ان کی زندگی بھر کی محنت کا پھل ملے اور انہیں راحت پہنچے۔

کچھ دعائیں اپنی ماں سے بھی لے لو
ان کی دعا، تو بد دعا کو بھی ٹھنڈا کرتی ہے

******

والدین کے حقوق قرآن اور حدیث کی روشنی میں

(حافظ اقصیٰ خان،بی-ایس، سمیسٹر:8، BS-17-15)

حقوق العباد میں سب سے مقدم حق والدین کا ہے۔ ان میں سب سے پہلے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے۔ اور بد سلوکی کی ہر صورت سے اجتناب کرنے کی تاکید ہے۔

ان کے سامنے اُف تک کہنے سے روکا گیا ہے۔

بڑھاپے کا ذکر اسلیئے ہے کہ اس عمر میں والدین اولاد کی خدمت واطاعت کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں.(1)

حقوق کے لغوی معنی:۔

ا۔ سچائی۔ راستہ۔ یقین۔ انصاف۔ ثابت شدہ۔ نصیب۔ مال۔ ملک۔ ہوشیار۔ فیصل شدہ۔ امر۔ موت.(2)

۲۔ حق کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ھیں جیسا کہ دروازے کے چول اپنے گڑھے میں اس طرح فٹ آجاتی ہے وہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہتی ہے۔ اور لفظ حق کئی طرح پر استعمال ہوا ہے۔(3)

اصطلاحی معنی:۔

حق کے معنی میں امام رازی نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں:

الثابت الذی لا یسوع انکارہ۔ یعنی جسکا انکار نہ ھو سکے اور حق االمر اذا ثبت و وجب'

یعنی جب کوئی امر واجب الوجوب اور ثابت ہو تو اس کیلیئے حق المر کے الفاظ استعمال کرتے(4)

حقوق والدین:۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اطاعت صرف دینی نیکی نہیں بلکہ ایک معاشرتی خوبی ہے جسکے ہونے نہ ہونے کے گہرے اثرات معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ خاندان چونکہ معاشرے کی پہلی اکائی ہے اور خاندان میں والدین کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اسلیئے ان سے حسن سلوک معاشرے کو ایثار، ہمدردی اور محبت و انسانیت کے جذبات دیگا۔ ان کی اطاعت معاشرے میں یکجہتی اور ہم آہنگی پیدا کرے گی۔ والدین سی بد سلوکی کے نتیجے نافرمانی کی فضاء عام ہوگی۔ جو افراد کے اندر جذبہ اطاعت کو ختم کر دے گی اور ایسے افراد پرورش پائیں گے جنھیں قانون، احکام، اور خالق کی پابندی کا احساس نہیں ہو گا۔ والدین عزت و شرافت کا معیار ہیں۔ والدین کی عزت واحترام اٹھ جانے سے شرافت کی قدریں مٹ جائیں گی۔ آنکھوں سے حیاء اور دلوں سے ادب مٹ جائیگا خود غرضی اور خود سری کی لعنتیں معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی اور وہ اجتماعی سکون سے محروم ہو جائیگا (5)۔

حقوق والدین کی اہمیت:۔

دنیا کے تمام معاشروں میں خواہ وہ مذہبی ہوں یا غیر مذہبی، والدین کی حیثیت مسلم رہی ہے بلکہ بعض معاشروں میں تو آباؤاجداد کی پرستش بھی کی جارہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہللا کے بعد اس کائنات میں اولین حیثیت والدین کو حاصل ہے۔ لیکن واضح اور مفصل ھدایت ہونے کی وجہ سے ہر مذہب اس ضمن میں افراط و تفریط کا شکار ہے۔

تورات میں والدین کی تعظیم کے بارے میں ہدایت موجود ہے:

"اپنے ماں باپ کو عزت دے تاکہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے 'دراز ہو'"(6)

پھر دوسری جگہ فرمایا:

"تم میں سے ہر ایک اپنی ماں اور باپ سے ڈرتا ہے"(7)

والدین کے حقوق قرآن کی روشنی میں:۔

قرآن میں والدین کے حقوق اور ان کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے اور والدین سے حسن سلوک کی رہنمائی کی گئی ہے:-

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (٨)

"اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو، بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو"

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (٩)

"اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ، اور یہ دعا کرو کہ: یارب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجیے"

اللہ تعالی' نے اپنے بندوں کو مخاطب کر کے واضح الفاظ میں والدین سے ادب اور نرم گفتگو کرنے کا حکم ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا

"اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔"

اس طرح سورۃ نساء آیت نمبر 36 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـــًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ (١١)

”اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔"

امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان آیات میں سب سے پہلے اللہ نے اپنا حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور خدا کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔ اس لیے اللہ نے انہی کو آدمی کے وجود میں آنے اور اس کی پرورش کا ذریعہ بنایا ہے لیکن ان کا حق عبادت نہیں بلکہ عدل و(بر) احسان ہے۔(12)

امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ نے والدین کے ادب و احترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ مال کر واجب فرمایا جیسا کہ سورۃ لقمان میں اپنے شکر کر ساتھ والدین کے شکر کو ملا کر لازم فرمایا ہے۔

والدین کے حقوق حدیث کی روشنی میں:۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول صلی ہللا علیہ وا'لہ وسلم سے سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں کا درمیانی حصہ ہے اگر تو چاہے تو اس دروازے کو ضائع کر دے یا حفاظت کرے۔

قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي .(۱۳)

"میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا، پھر پوچھا، اس کے بعد، فرمایا والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا۔ پوچھا اس کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور زیادہ بھی بتلاتے۔ (لیکن میں نے بطور ادب خاموشی اختیار کی)۔"

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي ؟ قَالَ: أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبُوكَ ،وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ، مِثْلَهُ.

"ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ پوچھا اس

کے بعد کون ہے؟ فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے پوچھا اس کے بعد کون ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تمہارا باپ ہے۔ ابن شبرمہ اور یحییٰ بن ایوب نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوزرعہ نے اسی کے مطابق بیان کیا۔"

مصادر و مراجع

1۔ صالح الدین 'یوسف' حقوق الوالدین 'لاہور' دار اسلام 'س ن 'ص:٦

2-لوئس المعروف 'المنجد' کراچی 'دار الاشاعت '١٩٩٤ء 'ص:٢٢٥

3. منظور الافریقی مصری 'لسان العرب' دار البیروت 'ج:١٠ 'ص:'٤٩
١٣٤٩۔

4-اردو دائرہ معارف اسلامیہ 'مقالہ: حق 'الیور' دانش گاہ: پنجاب 'ج:٨ 'ص:١٩٧٣ '٤٣٨ء

5. خالد علوی 'ڈاکٹر' اسلام کا معاشرتی نظام 'ص:٢١٠

.6 کتاب الخروج ')(20-٢١) بحوالہ سلیمان ندوی 'سید سیرۃ النبی 'ج ٤ 'ص:١١٢

7۔ کتاب الاخبار (19-٣) بحوالہ سلیمان ندوی 'سید 'سیرۃ النبی 'ج:٦ 'ص:١١٢

.8 القرآن: سورۃ:١٧ 'آیت ٢٣

.9 القرآن: سورۃ:١٧ 'آیت ٢٤

10۔ القرآن: سورۃ:٤٦ 'آیت ١٥

11۔ امین احسن اصلاحی 'تدبر القرآن 'ج:٢ 'ص:٧

12۔ دکتور محمد ظفیر احمد 'حقوق الوالدین 'الدار السلفیہ بمبئی 'ص:٢١ 'اکتوبر، ١٩٨٩ء

13. 'الجامع الصحیح 'اوقات نماز کے بیان 'باب نماز وقت پر پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں '٥٢٧

14۔ بخاری 'الجامع الصحیح 'باب رشتہ داروں میں اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ 'کتاب اخلاق کے بیان '٥٩٧١

******

حقیقی کامیابی

(عائزہ رئیس، بی-ایس، سمیسٹر:3، BS-20-42)

جو یقین کی راہ پر چلے انہیں منزلوں نے پناہ دی
جنہیں وسوسوں نے ڈرایا وہ قدم قدم پر بہک گئے

ہر انسان کی زندگی میں ایسے لمحے ضرور آتے ہیں جب وہ آزمائش ہی یقین الٰہی کے سفر میں کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ یہی کامیابی حقیقی کامیابی ہے۔

یقین؟ یقین کیا ہے؟ یقین سے مراد کسی چیز پر مکمل اعتماد ہونا ہے۔

اللہ پر یقین، اللہ پر توکل کہلاتا ہے۔

وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾

اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور اللہ تعالیٰ ہی کارساز کافی ہے۔ (سورۃ الأحزاب:3)

ایمان اور یقین:

یقین ایمان کے لیے بیج کی طرح ہے۔ جس طرح یقین ہو گا اسی طرح انسان کا ایمان ہو گا۔ اور اعمال بھی اسی پر مبنی ہوں گے۔

یقین اور ایمان ایسے دو پہلو ہیں کہ انسان کے اسلام میں داخل ہونے کے پہلے دن سے ہی یقین کے اس سفر کا آغاز ہو جاتا ہے۔

یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ "دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی بنیاد یقین ہی ہے"۔

جب تک انسان کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس وقت تک وہ اسلام کو اپنا نہیں سکتا۔

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾

بلاشبہ تمہارا معبود یقیناً ایک ہی ہے۔ (سورۃ الصافات:4)

علم اور یقین:

مکمل یقین علم کی بدولت ممکن ہے۔ جتنا ہم اللہ کو جانیں گے اتنا ہی یقین میں اضافہ ہو گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کی معرفت حاصل کی جائے جو کہ اسماء حسنہ کا مطالعہ کر کے، کلام اللہ کو سمجھ کر اور قدرت پر غور و فکر کر کے ممکن ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

یقیناً آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات اور دن کے بدلنے میں عقل مندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ (سورۃ آل عمران:190)

شکر اور صبر:

شکر اور صبر جیسی خصوصیات انسان میں ہوں تو زندگی کا تعین کرنا آسان اور پر سکون ہو جاتا ہے۔ اور اس کا حصول یقین الٰہی پر مبنی ہے۔ جب انسان ایسے حالات سے گزر رہا ہو کہ گہرے اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہو اس دوران یقین الٰہی ہی ہو گا جو صبر کی طرف رغبت دلائے گا۔

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (سورۃ البقرۃ:249)

اور یہی کامل یقین انسان کو شکر کی راہ دیکھائے گا۔ جب انسان کے پاس تمام چیزیں ہوں اور وہ رب کو یاد رکھے گا کہ یہ تمام نعمتیں رب کی ہی نوازی ہوئی ہیں۔ تو شکر ادا کرنا ممکن ہو گا اس کی وجہ قلب میں یقین الٰہی کا ہونا ہی ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری مت کرو۔

(سورۃ البقرۃ:152)

قلب سلیم:

یقین الٰہی کے لیے انسان کوشش کرتا ہے تو دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے اللہ کو حقیقی طور پر قادر تسلیم کر لیتا ہے پھر زندگی میں آنے والی رکاوٹیں اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ حقیقت کو تسلیم کر لیتا ہے کہ اسے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں۔

(سورۃ البقرہ:156)

یہی فکر انسان کے دل کو یقین الٰہی سے مزین کرتی ہے اور تمام معاملات میں اللہ کو پکارتا ہے اس کا دل اطمینان کی انتہا کو چھو لیتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿٢٨﴾

جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

(سورۃ الرعد:28)

دعا میں تاثیر:

اگر دل پوری طرح رب کی طرف راغب ہو اور خشوع و خضوع ہو تو دعا میں تاثیر کیونکر پیدا نہ ہو۔ اللہ پر یقین ہی انسانی دل کو خشوع و خضوع میں راھنمائی کرتا ہے۔

یقیں پیدا کر اے غافل یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کہ سامنے جھکتی ہے فغفوری

(علامہ اقبال)

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ کسی نعمت سے کم نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رب پر یقین ہمیں پیغام دیتا ہے کہ یقین الٰہی کو اپنا کر اللہ کے حکم کی تکمیل کریں۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾

جب اُس کے رب نے اُس سے کہا: فرماں بردار ہو جا تو اُس نے کہا: میں جہانوں کے رب کا فرماں بردار ہو گیا۔

(سورۃ البقرہ:131)

یقین الٰہی ہی وہ جز ہے جو رب کے آگے سر خم تسلیم کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے یقین کی انتہا نصیب فرمائے۔ آمین

******

یقین کامل

(فرح زبید، ایم-اے، سمیسٹر:3،M-20-37)

اللہ نے مجھے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے لیکن سب سے بڑی نعمت جو اس نے مجھے عطا کی وہ یقین کی طاقت ہے۔ اللہ نے مجھے یقین دیا توکل دیا روشنی دی۔

میں جان گئی تھی وہ مجھے آزمارہا ہے۔ وہ مجھے آزمائے گا ہر اس چیز سے جو مجھے پسند ہے۔ میں اپنی آزمائش پر پورا تب اتری جب میں نے اسکی رضا میں راضی ہونا سیکھ لیا۔ میں یہ بھی جان گئی تھی کہ وہ میری چاہت پر کن کہہ دے گا۔ بس وہ مجھے آزمارہا ہے آزما بھی اسی لیے رہا ہے تاکہ مجھے نواز دے۔

پختہ یقین ناممکن کو ممکن کر کے دکھاتا ہے۔ جب چیزیں ناممکن لگ رہی ہوں لیکن آپ صرف اتنا کہہ دیں کہ اللہ مجھے یقین ہے آپ پر۔ آپ میرا یقین نہیں توڑیں گے میں جانتی ہوں۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ آپ کو نہ دے جو آپ اتنے یقین سے اس سے مانگ رہے ہیں۔ پتا ہے وہ بھرم رکھتا ہے اپکی مانگی ہوئی دعاؤں کا۔

اس ذات پر یقین ہونا اس قدر خوبصورت ہے کہ میں لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ مجھے یقین دیا اس نے۔ مجھے بتایا کہ اس کے لئے کچھ ناممکن نہیں۔ معجزوں کو اپنی زندگی میں ہوتا دیکھا ہے میں نے۔ کہ دعائیں سن لی جاتی ہیں آنسو قبول کر لیے جاتے ہیں ہر غم دور کر دیا جاتا ہے ہر اذیت ختم کر دی جاتی ہے اور آپکو نواز دیا جاتا ہے۔

اور پھر مجھے نوازا گیا میرے آنسوؤں کا بھرم رکھ لیا گیا۔ میری دعائیں سن لی گئیں۔ میرے یقین کی لاج رکھ لی گئی۔ اس نے مجھے بتایا کہ مجھ پر یقین رکھو گی تو میں تمہارا یقین کبھی نہیں توڑوں گا۔ میں وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ میں تکلیف سے پہلے اس تکلیف سے نکلنے کا راستہ بناتا ہوں۔

اے بندے مجھے صرف تمہارا یقین چاہیے۔ تم کیوں مایوس ہوتے ہو کیوں اداس ہوتے ہو کیوں ہمت ہار دیتے ہو۔ میں ہوں نا تمہارے لئے ہر پل تمہارے ساتھ تمہارے چاروں اطراف تمہارے دل میں۔ مجھ سے کیوں نہیں مانگتے میں ہوں نا دینے والا۔ صرف میں ہی ہوں تمھیں دینے والا۔

یقین کی جئے انسان جب یہ ساری باتیں جان جائے اس یقین کے لیول کو پالے کہ اللہ جو کرے گا اس سے بہترین اور کچھ نہیں تو جب پریشان ہوں تو آپ کہہ دیں خود سے کہ مجھے گھبرانہ نہیں ہے بس چلتے جانا ہے رکنا نہیں ہے مجھے بس یقین کے سفر کو جاری رکھنا ہے تو وہ منزل کو آپکے لیے آسان بنادے گا۔

اور جو یہ یقین پالیتے ہیں وہ کامیاب ٹھہرتے ہیں!۔۔۔۔

******

اصلاحی تحاریر

بت پرستی کی ممانعت قرآن کی رو سے

(عائشہ عبید، بی-ایس سمیسٹر:8، BS-17-20)

بتوں کی گندگی

نبی کریم ﷺ نے عرب میں بت پرستی کو ممنوع قرار دے دیا لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں تو ہمیں اس بات کی دلیل پیش کرنی ہے. نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے بت پرستی کی مذمت نہیں کی بلکہ یہ اللہ ہی کی طرف سے نبی کریم ﷺ پر وحی ہوا تھا اس مسئلہ کے پیش نظر قرآن پاک کی وہ آیات پیش کی جارہی ہیں جن میں اللہ تعالی نے خود بت پرستی کی مذمت کی ہے وہ آیات درج ذیل ہیں:

قرآن میں بت پرستی سے ممانعت اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم موجود ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ۔[1]

پس تم بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو۔

عبد الرحمان گیلانی اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

> آستانوں کی آلائشوں اور بتوں کی پرستش سے یوں بچو جیسے انسان گندگی کے ڈھیر سے بچتا ہے اور اسے اس گندگی کے نزدیک جانے سے بھی گھن آتی ہے۔ تمام جانور اللہ کی مخلوق ہیں۔ لہذا اسی کے نام پر اور اسی کے لیے کعبہ کی نیاز ہوسکتے ہیں۔ کسی آستانہ پر ذبح کیا ہوا جانور مردار کی طرح حرام اور نجس ہے۔ لہذا ایسے کاموں سے بچنا ضروری ہے۔[2]

ایک اور مقام پر اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ[3]

اور گندگی سے دور رہیں۔

ابو سلمہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

"یہاں وَالرُّجْزَ سے مراد بت ہیں"

اس اثر کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں کتاب التفسیر کے تحت باب: وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ کے تحت معلقاً یوں روایت کیا ہے:

---

[1] الحج 22:30

[2] عبد الرحمن گیلانی، تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام، وسن پورہ، لاہور، 2010ء، ج:3، ص:151

[3] المدثر 74:5

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجَئِثْتُ مِنْهُ حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُونِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ إِلَى قَوْلِهِ فَاهْجُرْ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَالرِّجْزَ الْأَوْثَانَ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ۔[1]

ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا، ان سے عقیل نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا کہ میں نے ابو سلمہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آنحضرت ﷺ درمیان میں وحی کے سلسلے کے رک جانے سے متعلق بیان فرمارہے تھے کہ میں چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی۔ اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ نظر آیا جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا۔ وہ کرسی پر آسمان اور زمین کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر اتنا ڈرا کہ زمین پر گر پڑا۔ پھر میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو! مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی یا ایھا المدثر” فاھجر “تک ابو سلمہ نے بیان کیا کہ الرجز بت کے معنی میں ہے۔ پھر وحی گرم ہو گئی اور سلسلہ نہیں ٹوٹا۔

بت پرست قوم کا ساتھ بالکل چھوڑ دیں

آنحضرت ﷺ نے کبھی بت پرستی نہیں کی تھی۔ مگر آپ کی قوم بت پرست تھی۔ گویا آپ ﷺ کو تاکیداً کہا گیا کہ آپ بت پرست قوم کا ساتھ بالکل چھوڑ دیں۔

اس آیت کی تفسیر یوں بھی بیان کی جاسکتی ہے:

’رجز رجز ‘اور ’رجس ‘سب قریب المخرج اور تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں۔ اس کا استعمال اس گندگی کے لئے ہوتا ہے جس کو دیکھ کر طبعیت میں ارتعاش اور گھن پیدا ہوا۔ یوں تو اس سے ہر قسم کی گندگی مراد ہو سکتی ہے لیکن یہاں یہ خاص طور پر شرک کی گندگی کے لئے آیا ہے اور

---

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، بَاب قَوْلِهِ: (وَالرِّجْزَ فَاهْجُرْ)(4926)

مقصود اسی مضمون کی تاکید ہے جو وثیابک فطھر کے الفاظ سے بیان ہوا ہے۔ یعنی اپنے دامن کو شرک کے چھینٹوں سے محفوظ رکھنے کے لئے شرک کی ناپاکی سے دور رہو۔

اس ہدایت کی ضرورت اس لیے نہیں تھی کہ العیاذ باللہ آپ کے کسی شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا آپ جس طرح دور اسلام میں طاہر و مطہر رہے اسی طرح جاہلیت میں بھی شرک کے ہر شائبہ سے پاک رہے۔ مقصود صرف کفار و مشرکین کو آگاہ کرنا تھا کہ وہ جان لیں کہ جو متدر ان کے پاس آیا ہے اس کا موقف ان کے دین شرک کے معاملہ میں کیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے اس بات میں کن ہدایات کے ساتھ معبوث ہوا ہے۔[1]

حضرت ابراہیم اور بت پرستی کی ممانعت

سورت العنکبوت میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ[2]

اور ابراہیم نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔ اگر تم جانو تو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم اللہ کے سوا چند بتوں ہی کی تو عبادت کرتے ہو اور تم سراسر جھوٹ گھڑتے ہو۔ بلاشبہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو تمہارے لیے کسی رزق کے مالک نہیں ہیں، سو تم اللہ کے ہاں ہی رزق تلاش کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو، اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام الموحدین ابو المرسلین خلیل اللہ علیہ الصلوات اللہ کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو توحید اللہ کی دعوت دی ریاکاری سے بچنے اور دل میں پرہیز گاری قائم کرنے کا حکم دیا اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کرنے کو فرمایا۔ اور اس کا نفع بھی بتایا کہ دنیا اور آخرت کی برائیاں اس سے دور ہو جائیں گی اور دونوں جہان کی نعمتیں اس سے مل جائیں گی۔ ساتھ ہی انہیں بتایا کہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو۔ یہ تو بے ضرر اور بے نفع ہے تم نے خود ہی ان کے نام اور ان کے اجسام تراش لئے ہیں۔ وہ تو تمہاری طرح مخلوق ہیں بلکہ تم سے بھی کمزور ہیں۔ یہ

---

[1] اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، فاران فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2009ء، ج:9، ص:45

[2] العنکبوت 29:16، 17

تمہاری روزیوں کے بھی مختار نہیں۔ اللہ ہی سے روزیاں طلب کرو۔ اسی حصہ کے ساتھ آیت (ایاک نعبد وایاک نستعین) بھی ہے کہ ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ یہی حضرت آسیہ (رض) کی دعا میں ہے آیت (رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ) ۔ اے اللہ میرے لئے اپنے پاس ہی جنت میں مکان بنا۔ چونکہ اس کے سوا کوئی رزق نہیں دے سکتا اس لئے تم اسی سے روزیاں طلب کرو اور جب اس کی روزیاں کھاؤ تو اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ اس کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ تم میں سے ہر ایک اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ وہ ہر عامل کو اسکے عمل کا بدلہ دے گا۔ دیکھو مجھے جھوٹا کہہ کر خوش نہ ہو نظریں ڈالو کہ تم سے پہلے جنہوں نے نبیوں کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا تھا ان کی کیسی درگت ہوئی؟ یاد رکھنا نبیوں کا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ ہدایت عدم ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ اپنے آپ کو سعادت مندوں میں بناؤ بد بختوں میں شامل نہ کرو۔ حضرت قتادہ تو فرماتے ہیں اس میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مزید تشفی کی گئی ہے اس مطلب کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلا کام ختم ہوا۔ اور یہاں سے لے کر آیت (فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ) (العنکبوت:24) تک یہ سب عبارت بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ ابن جریر نے تو کھلے لفظوں میں یہی کہا ہے۔ لیکن الفاظ قرآن سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کلام حضرت خلیل اللہ (علیہ السلام) کا ہے آپ قیامت کے قائم ہونے کی دلیلیں پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس تمام کلام کے بعد آپ کی قوم کا جواب ذکر ہوا ہے۔[1]

بت اور اصنام تمہاری مدد سے قاصر ہیں

قرآن پاک میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ[2]

بیشک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔

پیر کرم شاہ لکھتے ہیں:

وہاں تمام متقدمین علماء تفسیر نے دعا یدعو کا معنی عبد یعبد (عبادت کرنا) کیا ہے۔ تدعون ای تعبدون وقیل تدعوھا الہۃ (قرطبی) ای تعبد ولھم آلہۃ (بیضاوی)، مظہری) ان الذین تدعون

[1] ابن کثیر، ابو الفداء، حافظ، عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، مترجم: مولانا محمد جوناگڑھی، مکتبۃ العلم، لاہور، (س،ن(،ج:4،ص:141-142

[2] الاعراف 194:7

ایہاالمشرکون الہۃ من دون اللہ و تعبدونھا (ابن جریر) اس سے پہلے بھی جتنی آیات گزری ہیں۔ جن میں یدعون، تدعون وغیرہ الفاظ ہیں وہاں بھی ان کا معنی یعبدون، تعبدون معتبر مفسرین کے حوالہ سے نقل ہوتا آیا ہے۔ کیونکہ آج کل یہ چیز عام موضوع سخن بنی ہوئی ہے۔ اور بعض غیر ذمہ دار لوگ ان کلمات کے مفہوم کو صحیح نہ سمجھ سکنے کے باعث جمہور اہل اسلام کی تکفیر اور ان کو مشرک ثابت کرنے میں اپنی زبان و قلم کا سارازور صرف کر رہے ہیں۔ اس لیے اگر اس کی مزید وضاحت ہو جائے تو بفضلہ تعالیٰ شاید تلخی کم ہو اور اس اس غیر صحت مند فضا میں کوئی خوش آئند تبدیلی رونما ہو جائے۔ علامہ ابن قیم نے لفظ دعا کی تحقیق کرتے ہوئے خوب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔ الدعاء نوعان دعاء عبادۃ و دعاء مسألۃ والعابد داع والسائل داع رجلای الافھام) یعنی دعا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دعا بمعنی عبادت ہے اور ایک دعا بمعنی سوال ہے۔ عبادت کرنے والے کو بھی داعی کہتے ہیں اور سائل کو بھی داعی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت کرنا شرک ہے لیکن کسی سے مانگنا یا سوال کرنا شرک نہیں۔ جن لوگوں نے قرآن حکیم میں کبھی غور و فکر کیا ہے ان پر مخفی نہیں کہ کفار و مشرکین کا اپنے بتوں کے متعلق کیا عقیدہ تھا؟ وہ ان کو الٰہ مانتے تھے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ انھم کانوا اذا قیل لھم لا الہ الا اللہ یستکبرون اءنا لتار کوا الھتنا لشاعر مجنون (صفات): جب انہیں کہا جاتا کہ کہو لا الہ الا اللہ تو وہ غرور کرتے ہوئے کہتے ہیں کیا ہم ایک شاعر مجنون کے کہنے پر اپنے الہۃ (خداؤں) کو چھوڑ دیں۔ اگر آج بھی کوئی کسی کو الٰہ مانے اور اس کی عبادت کرے خواہ جس کو وہ الٰہ مان رہا ہے اور عبادت کرتا ہے۔ انسان ہو یا غیر انسان، زندہ ہو یا مردہ اس کو پکارنا خواہ دور سے ہو یا نزدیک سے شرک ہے لیکن کسی کو محض ندا کرنا جب کہ منادیٰ کے متعلق ندا کرنے والے کا یہ عقیدہ نہ ہو شرک نہیں۔ اور اس کو بھی شرک قرار دینا بہت بڑی جسارت اور زیادتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو دعا (پکارنا) شرک ہے وہ ہر حال میں شرک ہے اور جو شرک نہیں وہ کسی حال میں بھی شرک نہیں۔ انسان اور غیر انسان، زندہ اور فوت شدہ، نزدیک اور دور کی قیود سب من گھڑت ہیں۔ آپ خود فرمائیے اگر دور سے پکارنا ہی شرک ہو تو کیا کسی بت کے پاس بیٹھ کر اسے پکارنا شرک نہیں ہوگا۔ اگر آپ کہیں کہ کیونکہ یہ بیجان ہیں اس لیے ان کو نزدیک سے پکارنا بھی شرک ہے تو آپ کا ان لوگوں کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو زندہ فرعون کی اس کے سامنے کھڑے ہو کر پرستش اور عبادت کیا کرتے تھے اور اس کے روبرو اس سے فریاد کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ بھی مشرک تھے۔ اگرچہ وہ دور سے پکار نہیں رہے تھے۔ اگرچہ وہ بے جان کو پکار نہیں رہے تھے تو جو چیز مابہ الامتیاز ہے وہ یہ ہے کہ پکارنے والا جس کو پکار رہا ہے اس کے

متعلق اس کا عقیدہ کیا ہے۔ اگر وہ اس کو الٰہ معبود اور خدا یقین کرتا ہے تو یہ شرک ہے خواہ دور سے ہو یا نزدیک سے۔ وہ زندہ ہو یا مردہ۔ قرآن کریم نے بارہا اس کی تصریح کی ہے۔ لا تدعوا مع اللہ الٰہا آخر کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خدا سمجھ کر مت پکارو۔ اس لیے بارگاہ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں عرض حال کرنا یا صلوٰۃ وسلام پیش کرنا شرک نہیں۔ جیسے بعض غلو پسند لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے مسلمانوں کو مشرک بنانا اپنے فن خطابت کا کمال سمجھا ہوا ہے۔ کوئی کلمہ گو حضور رحمۃ للعالمین کو الٰہ نہیں سمجھتا اور نہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عبادت کرتا ہے۔ بلکہ ہر نماز میں کئی بار وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ جو مشرکین عرب کے حق میں نازل ہوئیں ان کو اہل اسلام پر چسپاں کرنا تو خارجیوں کا شیوہ تھا۔ معلوم نہیں اپنے آپ کو اہل سنت کہلانے والے خوارج کے پیروکار کب سے بن گئے ہیں۔[1]

قرآن پاک میں اللہ تعالی مزید فرماتے ہیں:

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَاۤ-اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ-اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ-اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَاؕ-قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ اِنَّ وَلِیِّ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ-وَ هُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَسْمَعُوْاؕ-وَ تَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَ هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ[2]

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں یا ان کے آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں تم فرماؤ کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤں چلو اور مجھے مہلت نہ دو۔ بیشک میرا والی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور جنہیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کرسکتے اور نہ خود اپنی مدد کریں۔ اور اگر انہیں راہ کی طرف بلاؤ تو نہ سنیں اور تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔

اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی جاسکتی ہے:

---

[1] کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1399ھ، ج:2، ص:114-115

[2] الاعراف 7:195-196

آیت : الهم ارجل يمشون بها ام لهم ايديبطشون بها ام لهم اعين يبصرون بها ام لهم اذان يسمعون بها، الآیہ یعنی تم ان سے افضل ہو تو پھر تم ان کی پرستش کیونکہ کرتے ہو۔ مقصود ان کی جہالت کا بیان ہے۔ کیونکہ معبود جوارح سے متصف ہوتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر نے آیت: ان الذین تدعون من دون اللہ عبادا امثالکم پڑھا ہے یعنی ان کو التقائے ساکنین کی وجہ سے تخفیف اور کسرہ کے ساتھ اور عباد کو نصب اور تنوین کے ساتھ اور امثالکم کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور معنی یہ ہے ما الذین تدیون۔۔۔ الخ۔ وہ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو وہ تمہاری طرح بندے نہیں ہی، یعنی وہ تو پتھر اور لکڑی ہے پس تم جن کی پوجا کرتے ہو تم خود ان سے اشرف اور اعلیٰ ہو۔ نحاس نے کہا ہے: اس قراءت کے لیے مناسب نہیں کہ اسے اس طرح پڑھا جائے اس کی تین وجوہ ہیں: ایک یہ ہے کہ یہ سواد اور جمہور کی قراءت کے خلاف ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سیبویہ ان کی خبر پر رفع مختار سمجھتے ہیں جب وہ ما کے معنی میں ہو، پس وہ کہتے ہیں: ان زید منطلق کیونکہ ما کا عمل ضعیف ہے اور ان اس کے معنی میں ہونے کے سبب اس سے بھی زیادہ ضعیف اور کمزور ہے۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ کسائی نے گمان کیا ہے عرب کلام میں ان بمعنی ما آتا ہی نہیں مگر یہ کہ اس کے بعد ایجاب ہو، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آیت : ان الکفرون الا فی غرور (الملک)

فلیستجیبوا لکم اس میں اصل تو یہ ہے کہ لام مکسور ہو، پھر ثقیل ہونے کی وجہ سے کسرہ کو حذف کر دیا گیا۔ پھر کہا گیا ہے : کہ کلام میں حذف ہے، اس کا معنی ہے : فادعوھم الی ان یتبعوکم فلیستجیبوا لکم ان کنتم صادقین انھم الھۃ پس تم انہیں پکارو یہاں تک کہ وہ تمہاری اتباع کریں اور چاہیے کہ وہ تمہاری پکار کو قبول کریں اگر تم سچے ہے کہ وہ معبود ہیں۔ ابو جعفر اور شیبہ نے ام لھم ایدیبطشون بھا طا کو ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور یہ بھی ایک لغت ہے۔ الفاظ الید، الرجل اور الاذن سب مونث ہیں ہا کے ساتھ ان کی تصغیر لائی جاتی ہے۔ اور الید میں تصغیر کے وقت یاء کا اضافہ کیا جاتا ہے اور اسے اپنے اصل کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے پس کہا جاتا ہے: یدیۃ یعنی دو یا جمع ہونے کی وجہ سے اسے تشدید کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: آیت: قل ادعوا شرکآءکم اس میں شرکاء سے مراد بت ہیں۔ ثم کیدون پھر تم اور وہ میرے خلاف سازش کرو۔ آیت: فلا تنظرون اور تم مجھے مہلت نہ دو۔ اصل میں کیدونی تھا اس سے یا کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ کسرہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور اسی طرح فلا تنظرون کا معنی ہے۔ اور کید کا معنی مکر کرنا ہے۔ اور کید کا معنی جنگ بھی ہے۔ کہا جاتا ہے: غزا فلم یلق کیدا اس میں کید جنگ کے معنی میں ہے۔ آیت: ان ولی اللہ الذی نزل الکتب یعنی وہ جو میرے مدد اور حفاظت کا والی ہے وہ اللہ ہے۔ اور ولی الشی کا معنی ہے: وہ جو اس شے کی حفاظت کرتا ہے اور اس سے ضرور اور نقصان کو روکتا ہے۔ اور الکتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ آیت: وھو یتولی الصلحین اور وہی نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت عمرو بن عاص (رض) سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: الا ان آل اب یعنی فلانا۔۔ لیسوالی باولیاء انما ولی اللہ و صالح المومنین (خبر دار غور سے سنو! بیشک آل فلان میرے اولیاء (محافظ) نہیں ہیں بلکہ میرا محافظ اور مددگار اللہ تعالیٰ اور نیک مومنین ہیں)

اخفش نے کہا ہے: اسے ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب بھی پڑھا گیا ہے مراد حضرت جبرائیل (علیہ السلام) ہیں۔ نحاس نے کہا ہے: یہ عاصم جحدری کی قراءت ہے۔ اور پہلی قراءت زیادہ بین اور واضح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آیت: وھو یتولی الصلحین (اور وہ نیک بندوں کی حمایت کیا کرتا ہے)[1]

بتوں کی حقیقت

سورۃ النّجم میں ارشاد ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى [2]

اب ذرا بتاؤ، تم نے کبھی اس لات، اور اس عزیٰ، اور تیسری ایک اور دیوی منات کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا؟

مولانا مودودی ان آیات کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

جو تعلیم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم کو دے رہے ہیں اس کو تو تم لوگ گمراہی اور بدراہی قرار دیتے ہو، حالانکہ یہ علم ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جارہا ہے اور اللہ ان کو آنکھوں سے وہ حقائق دکھا چکا ہے جن کی شہادت وہ تمہارے سامنے دے رہے ہیں۔ اب ذرا تم خود دیکھو کہ جن عقائد کی پیروی پر تم اصرار کیے چلے جا رہے ہو وہ کس قدر غیر معقول ہیں، اور ان کے مقابلے میں جو شخص تمہیں سیدھا راستہ بتا رہا ہے اس کی مخالفت کر کے آخر تم کس کا نقصان کر رہے ہو۔ اس سلسلے میں خاص طور پر ان تین دیویوں کو بطور مثال لیا گیا ہے جن کو مکہ، طائف، مدینہ، اور نواحی حجاز کے لوگ سب سے زیادہ پوجتے تھے۔ ان کے بارے میں سوال کیا گیا ہے کہ کبھی تم نے عقل سے کام لے کر سوچا بھی کہ زمین و آسمان کی خدائی کے معاملات میں ان کا کوئی ادنیٰ سا دخل بھی ہو سکتا ہے؟ یا خداوند عالم سے واقعی ان کا کوئی رشتہ ہو سکتا ہے؟

لات کا استھان طائف میں تھا اور بنی ثقیف اس کے اس حد تک معتقد تھے کہ جب ابرہہ ہاتھیوں کی فوج لے کر خانہ کعبہ کو توڑنے کے لیے مکہ پر چڑھائی کرنے جا رہا تھا اس وقت ان لوگوں نے محض اپنے اس معبود کے

---

[1] قرطبی، ابوعبداللہ، محمد بن احمد، تفسیر قرطبی، مترجمین: مولانا ملک محمد بوستان، مولانا سید محمد اقبال شاہ گیلانی، مولانا محمد انور گھالوی، مولانا شوکت علی چشتی، ضیاء القرآن پبلکیشنز، لاہور - کراچی، 2012ء، ج:3، ص:398-400

[2] النجم 53:19-20

آستانے کو بچانے کی خاطر اس ظالم کو مکہ کا راستہ بتانے کے لیے بدرُقے فراہم کیے تاکہ وہ لات کو ہاتھ نہ لگائے۔ حالانکہ تمام اہل عرب کی طرح ثقیف کے لوگ بھی یہ مانتے تھے کہ کعبہ اللہ کا گھر ہے۔لات کے معنی میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ ابن جریر طبری کی تحقیق یہ ہے کہ یہ اللہ کی تانیث ہے، یعنی اصل میں یہ لفظ اللّٰہۃ تھا جسے اللّٰات کر دیا گیا۔ زَمخشری کے نزدیک یہ لوٰی یلْوی سے مشتق ہے، جس کے معنی مڑنے اور کسی کی طرف جھکنے کے ہیں۔ چونکہ مشرکین عبادت کے لیے اس کی طرف رجوع کرتے اور اس کے آگے جھکتے اور اس کا طواف کرتے تھے اس لیے اس کو لات کہا جانے لگا۔ ابن عباس اس کو لات بتشدید تاء پڑھتے ہیں اور اسے لَت یلُتُّ سے مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی متھنے اور لتھیڑنے کے ہیں۔ ان کا اور مجاہد کا بیان ہے کہ یہ دراصل ایک شخص تھا جو طائف کے قریب ایک چٹان پر رہتا تھا اور حج کے لیے جانے والوں کو سَتُّو پلاتا اور کھانے کھلاتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسی چٹان پر اس کا استھان بنالیا اور اس کی عبادت کرنے لگے۔ مگر لات کی یہ تشریح ابن عباس اور مجاہد جیسے بزرگوں سے مروی ہونے کے باوجود دووجوہ سے قابل قبول نہیں ہے۔ ایک یہ کہ قرآن میں اسے لات کہا گیا ہے نہ کہ لاتّ۔ دوسرے یہ کہ قرآن مجید ان تینوں کو دیویاں بتارہا ہے، اور اس روایت کی رو سے لات مرد تھا نہ کہ عورت۔

عزیٰ عزت سے ہے اور اس کے معنی عزت والی کے ہیں۔ یہ قریش کی خاص دیوی تھی اور اس کا استھان مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ میں حراض کے مقام پر واقع تھا (نخلہ کی جائے وقوع کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، الاحقاف، حاشیہ 23)۔ بنی ہاشم کے حلیف قبیلہ بنی شیبان کے لوگ اس کے مجاور تھے۔ قریش اور دوسرے قبائل کے لوگ اس کی زیارت کرتے اور اس پر نذریں چڑھاتے اور اس کے لیے قربانیاں کرتے تھے۔ کعبہ کی طرح اس کی طرف بھی ہدی کے جانور لے جائے جاتے اور تمام بتوں سے بڑھ کر اس کی عزت کی جاتی تھی۔ ابن ہشام کی روایت ہے کہ ابواحیحہ جب مرنے لگا تو ابولہب اس کی عیادت کے لیے گیا۔ دیکھا کہ وہ رورہا ہے۔ ابولہب نے کہا کیوں روتے ہو ابواحیحہ؟ کیا موت سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ وہ سب ہی کو آنی ہے۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں موت سے ڈر کر نہیں روتا، بلکہ مجھے یہ غم کھائے جارہا ہے کہ میرے بعد عزیٰ کی پوجا کیسے ہوگی۔ ابولہب بولا۔ اس کی پوجا نہ تمہاری زندگی میں تمہاری خاطر ہوتی تھی اور نہ تمہارے بعد اسے چھوڑا جائے گا۔ ابواحیحہ نے کہا اب مجھے اطمینان ہو گیا کہ میرے بعد کوئی میری جگہ سنبھالنے والا ہے۔

مَناۃ کا استھان مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے قدید کے مقام پر تھا اور خاص طور پر خزاعہ اور اوس اور خزرج کے لوگ اس کے بہت معتقد تھے۔ اس کا حج اور طواف کیا جاتا اور اس پر نذر کی قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں۔ زمانہ حج میں جب حجاج طواف بیت اللہ اور عرفات اور منیٰ سے فارغ ہو جاتے تو وہیں سے مناۃ

کی زیارت کے لیے لبیک لبیک کی صدائیں بلند کر دی جاتیں اور جو لوگ اس دوسرے "حج" کی نیت کر لیتے وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرتے تھے۔([1])

بت پرستی کا آخرت میں انجام

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ[2]

نیز ابراہیم نے ان سے کہا: تم نے دنیا کی زندگی میں تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو آپس میں محبت کا ذریعہ بنالیا ہے مگر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کا انکار کر دوگے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجوگے۔ اور تمہارا ٹھکانا آگ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار بھی نہ ہوگا۔

اس آیت کی لغوی وضاحت اور تفسیر یوں بیان کی جاسکتی ہے:

حضرت ابراہیم نے اپنی قوم سے کہا کہ، انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا مودۃ بینکم، ابن کثیر اور کسائی نے ابوعمرو یعقوب نے، مودۃ، رفع کے ساتھ بغیر تنوین کے پڑھا ہے۔ بینکم، اضافت کے ساتھ معنی یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے دنیاوی فائدے کے لیے۔ فی الحیوۃ الدنیا، پھر یہ فائدے دنیا میں ختم ہو جائیں گے آخرت میں کچھ فائدہ نہیں دیں گے۔

حمزہ اور حفص نے، مودہ نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور بغیر تنوین کے اضافت کی وجہ سے۔ دوسرے قراء نے منصوب تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ انہوں نے اپنے بتوں کو دنیاوی زندگی کی عیش و عشرت کے لیے معبود بنا رکھا ہے ان پر عبادت کرنے کے لیے بار بار لوٹتے ہیں اور دنیا میں ان سے فوائد کی امید رکھتے ہیں۔ ثم یوم القیامۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضا،، اس دن یہ بتوں کی عبادت کرنے سے برات اختیار کرلیں گے اور باہم ایک دوسرے کی اتباع کے مکر ہو جائیں گے اور ہر ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا، وماواکم ان سب کا ٹھکانا یعنی عبادت کرنے والوں کا اور معبودوں کا، النار ومالک من ناصرین۔

اصنام اپنے عابدین سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (اور ایک دوسرے کو لعنت کریں گے)۔ قیامت کے دن ان کے مابین تلاعن ہوگا اور پیروکار اپنے لیڈروں کو لعنت کریں گے اور وہ ان کو۔ وَّمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اور تمہارے لئے اس جگہ کوئی مددگار نہ ہوگا)۔[1]

---

[1] مودودی، سید ابوالعلی، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1949ء، ج:5، ص:206-207

[2] العنکبوت 25:29

******

[1] عبداللہ بن احمد بن محمود، تفسیر مدارک التنزیل، مترجم: مولانا شمس الدین، مکتبۃ العلم، لاہور، ج:2، ص:1014

پردہ کے متعلق عصری مسائل وسوالات

(فرزانہ یاسمین ایم فل، سیمسٹر:1،MPHIL-IS-4-F21)

آج کے معاشرہ میں شریعت اسلامی کے ان احکام کو کبھی جاہلی رسم کہا جاتا ہے تو کبھی قرآن وحدیث سے اس سے استثناء کی صورتیں تلاش کی جاتی ہیں۔ ذیل میں ان اعتراضات کا جائزہ لیا جاتا ہے جو موجودہ ترقی یافتہ معاشرہ کے افراد اٹھاتے ہیں اور اس کے بارے میں مختلف مسائل وسوالات پیش کرتے ہیں۔

1۔اصل پردہ دل کا ہے:

آج کل پردہ مخالف اور خود کو ماڈرن کہنے والا طبقہ اکثر یہ بات کرتا نظر آتا ہے کہ اصل پردہ تو دل کا ہے۔ شرم حیا تو دل اور آنکھوں میں ہوتی ہے کہ اصل پردہ تو دل کا ہے۔ شرم حیا تو دل اور آنکھوں میں ہوتی ہے۔ پردہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

تو ایسے لوگوں کے لیے جواب یہ ہے کہ امہات المومنین اور صحابیات سے بڑھ کر آج کون سی خاتون پاکیزہ نفس اور باحیا ہو سکتی ہیں۔ ان کو تو یہ حکم ہوا

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا[1]

مولانا عبد الرحمن کیلانی لکھتے ہیں:

> جو لوگ مسلمان ہونے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ اصل پردہ دل کا ہے۔ کیونکہ شرم وحیا کا اور برے خیالات کا تعلق دل سے ہے یہ ظاہری پردہ کچھ ضروری نہیں۔ ایسے لوگ دراصل اللہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔[2]

اب جبکہ ایک "دل کے پردے" والی مسلمان عورت برقع، چادر یا اوڑھنی لیتی ہی نہیں تو وہ قرآن کے ان احکامات پر عمل کیسے کرے گی جن کی تفصیلات پہلے ذکر کی گئیں۔

2۔پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ:

پردہ کے مخالف لوگ یہ کہتے ہیں کہ پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اس ملک کئی نسلیں پیچھے چلا جائے گا۔ "متمدن معاشروں میں عورت قومی وملکی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کر رہی ہے تو ہم کیوں پیچھے رہیں؟"

---

[1] الاحزاب:59

[2] عبد الرحمن کیلانی، تفسیر تیسیر القرآن، 3/607

دراصل ترقی کا تعلق ان سہولیات سے ہے جو عورت کو ملتی ہیں۔ اگر باپردہ خواتین کو پوری سہولتیں مہیا کی جائیں تو وہ بہت زیادہ ترقی کر سکتی ہیں۔

جیسا کہ ثریا بتول علوی لکھتی ہیں:

مسلمان خواتین نے پردہ میں رہ کر جو عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے۔ تاریخ کے صفحات ان کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں۔ خواتین کے کارنامے اپنی عظمت اور شان میں کسی طرح بھی مردوں سے کم نہیں۔ کیا حضرت عائشہؓ کی علمی برتری، حضرت ام سلمہؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ، فاطمہ بنت خطاب، خنساءؓ نے اعلیٰ و ارفع مقام نہیں کیا تھا۔ ایک طرف وہ علم کی انتہائی حدود تک پہنچیں دوسری طرف اپنے وقت کے سیاسی، سماجی اور معاشرتی رجحانات پر بھی اثر انداز ہوتی رہیں۔[1]

آج کے اس دور کی عکاسی کرتے ہوئے اکبر الہ آبادی لکھتے ہیں:

ترقی کی نئی راہیں جو زیر آسمان نکلیں
میاں مسجد سے نکلے حرم سے بیبیاں نکلیں

3۔ پردہ دائمی غلامی کا باعث ہے:

یوں تو پردہ کے خلاف اعتراضات کی فہرست خاصی طویل ہے اور ان اعتراضات کی تعداد اور شدت میں بھی روزبروز اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ تاہم اس ضمن میں میرے نزدیک سنگین ترین اعتراض یہ ہے کہ پردہ عورت کے لیے قید ہے الزام لگانے والے گویا یہ کہتے ہیں کہ پردے سے عورت کی فطری آزادی سلب ہو جاتی ہے۔[2]

مولانا اشرف علی تھانوی اس اعراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

میں آپکو مطلع کرتا ہوں کہ پردہ مسلمان عورتوں کی طبیعت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مسلمان عورت کے لیے حیا امر طبعی ہے۔ یعنی فطرت اور طبیعت کا تقاضا ہے لہذا پردہ حسب طبیعت کے موافق ہے اور اس کو قید کہنا غلط ہے۔ بلکہ اگر ان کو باہر جانے پر مجبور کیا جائے تو یہ طبیعت کے خلاف ہو گا اور اس کو قید کہنا چاہیے۔[3]

محترمہ ثریا بتول علوی لکھتی ہیں:

---

[1] ثریا بتول علوی، جدید تحریک نسواں اور اسلام، 169

[2] مظہر علی ادب، خاتون خانہ، 64

[3] اشرف علی تھانوی، اصلاح خواتین، 375

جہاں تک مخالفین پردہ کہتے ہیں کہ "بے پردگی میں آزادی ہے" تو یہ حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔روس، چین، امریکہ و یورپ میں عورت کو آزادی ہے مگر اس طرح کہ اس کو قلی بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔جو کبھی سڑکوں پر جھاڑو دیتی نظر آتی ہے، کبھی مردوں کی طرح بھاری بھاری بوجھ اٹھائے ہوتی ہے اور دیگر مردانہ کام کرتی ہیں۔[1]

4۔پردہ عدم مساوات کا سبب:

پردے کے بارے میں ایک اعتراض یہ اٹھایا جاتا ہے کہ یہ مرد و عورت کے درمیان صنفی امتیاز کا باعث ہے۔حالانکہ مرد اور عورت دونوں ایک جیسے ہیں اور ان کی تخلیق بھی ایک ہی طرح سے ہوئی ہے لیکن عورت کو پردہ پر مجبور کرنا عدم مساوات کے مترادف ہے۔

اسلام میں مرد اور عورت کی تخلیق پر فخر کرنے کی بجائے اس کا معیار تقوی کو قرار دیا گیا ہے۔جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ[2]

لیکن اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کے لیے اس دنیا میں الگ الگ فرائض طے کیے ہیں۔اور اس کا ثبوت اب خود یہی لوگ اور ان کے سائنسی رپورٹس ہیں جیسا کہ رفیق محمد چودھری لکھتے ہیں۔

> پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ مرد اور عورت کا فرق ماحول کی وجہ سے ہے لیکن اب اس نظریے کو مفروضہ قرار دیا گیا ہے اور اب اس کی جگہ نیا نظریہ کو مفروضہ قرار دیا گیا ہے۔اور اب اس کی جگہ نیا نظریہ اور تحقیق یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان پایا جانے والا تفاوت خالصتاً حیاتیاتی نوعیت کا ہے۔اسلامی نقطہ نظر کو جھوٹے جدید فلسفیوں نے مشتبہ بنا دیا تھا، مگر اب سائنس کے حقائق نے دوبارہ اسلامی نقطہ نظر کو ثابت شدہ قرار دے دیا ہے کہ مرد و عورت کے درمیان چونکہ تخلیقی فرق ہے اس لیے ان دونوں کی مختلف صلاحیتوں کے پیش نظر ان کے لیے الگ الگ جائزہ عمل ہونا چاہیے۔[3]

5۔پردہ جاہلی رسم ہے:

---

[1] ثریا بتول علوی، جدید تحریک نسواں اور اسلام، 170

[2] الحجرات:13

[3] محمد رفیق چوہدھری، اسلام اور نظریہ مساوات مرد وزن، 109

جدید ترقی کے حامی لوگ یہ کہ کر بھی پردے کے احکام پر کیچڑ اچھالتے ہیں کہ یہ تو ایک جاہلی رسم ہے۔ جو کہ آجکل کے دور کے تقاضے پورے نہیں کرتی۔

مولانا مودودی ان کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> پردہ داری کے ان احکام پر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلامی پردہ کوئی جاہلی رسم نہیں بلکہ ایک عقلی قانون ہے جاہلی رسم ایک جامد چیز ہے۔ جو طریقہ جس صورت سے رائج ہو گیا، کسی حال میں اس کے اندر تغیر نہیں کیا جا سکتا۔ بخلاف اس کے عقلی قانون میں لچک ہوتی ہے۔ اس میں احوال کے لحاظ سے شدت اور تخفیف کی گنجائش ہوتی ہے۔ سمجھ بوجھ رکھنے والا پیرو خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ کہاں اس سے عام قاعدے کی پیروی کرنی چاہیے۔ اور کہاں قانون کے نقطہ نظر سے "حقیقی ضرورت" درپیش ہے۔ جس میں استثنائی رخصتوں سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ ان تمام امور میں درحقیقت ایک نیک نیت مومن کا قلب ہی سچا مفتی بن سکتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استفت قلبک اوردع ماحاک فی صدرک۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی صحیح پیروی جہالت اور ناسمجھی کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ یہ عقلی قانون ہے اور اس کی پیروی کے لیے قدم قدم پر شعور اور فہم کی ضرورت ہے۔[1]

6۔پردہ عورت کے لیے گھٹن کا باعث:

اس طبقے نے پردہ کے خلاف جو دلائل دیے ان میں ایک یہ ہے کہ گھر کی چاردیواری میں بند عورت گھٹن کا شکار ہے اسے اس گھٹن سے نجات ملنی چاہیے۔

منیر احمد خلیلی ان کی اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> ایک مہذب اور معقول سوچ رکھنے والی عورت کے لیے سب سے زیادہ ناخوشگوار اور تکلیف دہ امر تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ گھر کے فطری اور پر سکون دائرے سے نکل کر اپنی نسوانیت کو نوکری کی دنیا میں تحویل کر دے، جہاں اُس کی نسوانی شناخت ہی معرض خطرہ میں پڑ جائے گھر کے اندر گھٹن کرنے اور ملازمت کے صحرا میں اپنے جوہر نسوانیت کو گم کرنے والی عورتیں دراصل فطری تقاضوں سے اغماض سے گزر کر بغاوت کے درجے میں ہوتی ہیں۔

---

[1] مودودی، پردہ، 255۔152

ان کے اندر سے "عورت" کا روپ مسخ ہو چکا ہوتا ہے۔ ایسی عورتوں کو اگر انسانی تمدن کو مجرم کہا جائے تو بے جانہ ہو گا۔[1]

7۔بنیادی انسانی حقوق مسدود ہونا:

دور جدید میں پردے کے بارے میں ایک اہم نقطہ یہ بھی اٹھایا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے بنیادی انسانی حقوق مسدود ہوتے ہیں۔ یعنی یہ عورتوں کے متعین حقوق کی فراہمی میں آڑ ہے اور ان کے لیے پریشانی کا باعث ہے۔

جبکہ اسلام میں عورتوں کے حقوق کا بہت خیال رکھا گیا ہے اور خاص ان کے لیے بہت سے احکامات وضع کیے گئے ہیں۔ جیسے عورت کا مہر، نان ونفقہ، وراثت میں عورتوں کا حق وغیرہ۔ ان سب چیزوں سے عورتوں کے حقوق کا تحفظ ہوتا ہے نہ کہ مفقود ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ الْيَتِيمِ وَالْمَرْأَةِ[2]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق کا بہت زیادہ تحفظ کیا گیا ہے۔

8۔پردہ صحت کے لیے مضر ہے:

پردے کے مخالفین پردے پر ایک سوال یہ اٹھاتے ہیں کہ پردہ عورت کی صحت کو کمزور کر کے اسے بیماریوں کا شکار بنا دیتا ہے جس سے اس کے اعصاب ضعیف ہو جاتے ہیں اور پٹھوں کی کمزوری اخلاقی قوتوں میں خلل پڑنے کا موجب ہوتی ہے۔ چنانچہ اس قاعدہ کی بنا پر ان کا یہ قول ہے کہ پردہ نشیں عورت اپنی نفسانی خواہشوں کی قید میں گرفتار رہتی ہے۔[3]

سلطان جہاں بیگم لکھتی ہیں:

> خود مغرب کے جذبات یہ بتانے کے لیے کافی ہیں کہ بے حجابی اور مردوزن کے اختلاط سے جنسی جذبات زیادہ بھڑکتے ہیں۔ زنا اور بدکاری عام ہوتی ہے۔ ان آزادانہ جنسی تعلقات کے نتیجے میں بے شمار جسمانی، دماغی اور اعصابی امراض پھیل رہے ہیں۔ جن سے مغربی تہذیب کی بنیاد ہل چکی ہے۔[4]

---

[1] منیر احمد خلیلی، عورت اور دورِ جدید، 133

[2] سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب باب حق الیتیم، رقم الحدیث 3678، ص 623

[3] ابو الکلام آزاد، مسلمان عورت، ص: 193

[4] سلطان جہاں بیگم، عفت المسلمات، 184

9۔ پردہ عورت کے تہذیب وعلم حاصل کرنے میں رکاوٹ:

مخالفین پردہ کے نزدیک پردہ ہی عورت کو تہذیب و علم حاصل کرنے سے روکتا ہے اور اس کو حسب خواہش مدرسوں اور بورڈنگ ہاؤس میں رہ کر اپنی عقلی اور اخلاقی قوتوں کو پڑھانے سے باز رکھتا ہے۔[1]

مظہر علی ادیب اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اسلام نے عورت کی تعلیم و تربیت پر پورا پورا زور دیا ہے لیکن وہ معاشرے میں عورت کے مقام کو مرد سے جدا، اس کی اپنی شخصیت اس کے جسم اور ذہن کی انفرادیت اور زندگی کے مختلف ادوار میں اس کے طبعی فرائض اور فطری وظائف سے بھی صرفِ نظر ہرگز نہیں کرتا۔ وہ عورت کا عورت رہ کر اس کی تربیت کرنا چاہتا ہے نہ کہ اس کی جنس تبدیل کرنا۔[2]

قاری محمد طیب لکھتے ہیں:

دراصل جو تعلیم حجاب شکنی کی مقتضی ہو وہ مطلوب ہی کب ہے، اور عورت کے لیے موزوں اور نفع بخش کسطرح ہو سکتی ہے جس کے لیے پردے کو محل بتایا جائے۔ اگر حجاب شکنی مضرِ صحت، مضر معاشرت اور مخرب اخلاق ہے تو جو تعلیم حجاب شکنی کے متقاضی ہو، وہ مضر اور مخرب پہلے تسلیم کی جائے گی۔[3]

10۔ کسب معاش عورت کے لیے وقت کا تقاضا:

پردے کے بارے میں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ پردہ کی وجہ سے ہماری آدھی سے زیادہ آبادی گھروں میں بے کار پڑی ہے۔ جبکہ پاکستان جیسا غریب ملک اتنی بڑی آبادی کو بے کار چھوڑنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ عورت کا کسبِ معاش کرنا وقت کا تقاضا ہے۔

محترمہ ثریا بتول اس کے رد میں لکھتی ہیں:

عورت گھر میں رہ کر جو ذمہ داریاں سر انجام دیتی ہیں۔ یعنی گھر داری، شوہر کی خدمت، اگلی نسل کی تربیت، کیا یہ سب فضول کام ہیں اور اصل کام کمانا ہی ہے؟[4]

محترمہ سلطان جہاں بیگم مسٹر جان یارکس کی خبر کو نقل کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

---

[1] ابوالکلام آزاد، مسلمان عورت، ص:193

[2] مظہر ادیب علی، خاتون خانہ، 47-48

[3] محمد طیب، قاری، شرعی پردہ، 101-102

[4] ثریا بتول علوی، جدید تحریک نسواں اور اسلام، 173

ہمارے شہر کے پسماندہ علاقے میں ہزاروں عورتوں بھوک سے مرتی ہیں۔ زردرو عورتیں اور کمزور لڑکیاں چند پیسے روز پر صبح سے شام تک کام کرتی ہیں اور شب کے وقت اس غرض سے اپنی غربت فروخت کرنے کے لیے نکلتی ہیں کہ بسر اوقات کے لیے کافی کمائی کریں۔ برخلاف اس کے جہاں پردہ ہے وہاں یہ حالت ہے کہ عموماً مرد کی تمام کمائی کا مصر اس کا گھر اور خاندان ہوتا ہے۔[1]

لہذا اسلامی معاشرہ میں کسب معاش عوروں کی ذمہ داری نہیں بلکہ کسب رزق مردوں کا کام ہے۔

11۔ پردہ ایجاد کرنے والے خود پست اخلاق اور شکی ہیں:

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پردہ محض ملاؤں کی ایجاد ہے اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے پردہ ایجاد کیا وہ خود اخلاقی اعتبار سے بہت گھٹیا درجہ کے لوگ ہیں[2] بعض عورتیں کہتیں ہیں کہ پردہ کا کہنے والے شکی ہیں بدگمانی کرتے ہیں اس لیے پردہ کا کہتے ہیں جواباً عرض ہے کہ نعوذ باللہ کیا اللہ اور اس کے رسولؐ شکی تھے جنہوں نے پردہ کا حکم دیا۔[3]

امہات المومنین اور صحابیات سے بڑھ کر کون پاکباز ہو سکتا ہے انہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پردے کے احکامات نازل کیے۔ تو کیا اس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کسی بھی طرح درست نہیں مانی جاسکتیں حالانکہ یہ زمانہ کو فتنوں اور بے شرمی و بے حیائی کا ہے۔ اور وہ زمانہ عفت و پاکبازی اور نیک اور صالح لوگوں کا تھا۔ بلکہ آج ہمیں موجودہ دور کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے پردے کی زیادہ ضرورت ہے۔

******

[1] سلطان جہاں بیگم، عفت المسلمات، 179

[2] اصلاحی، امین احسن، پاکستانی عورت دوراہے پر، 88

[3] محمد اسماعیل طورہ، مفتی، عورت کا چہرہ اور اس کا پردہ، ماہنامہ الحق، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، جولائی 2006، 10، 38/51

تلاوت قرآن یا درس قرآن

(ماہ نور سال دوم، سمسٹر:3، M-20-69)

کسی نے مجتہد ابو بکر سے پوچھا کہ قرآن کریم کی تلاوت بہتر ہے یا قرآن و سنت کی روشنی میں فقہی مسائل واحکام شریعت کا درس دینا؟ فرمایا امام ابو مطیع کا فرمان منقول ہے کہ احکام شریعت کا درس دینا یا سننا تو بڑی بات ہے فقہ کی کتابوں کی محض یاد کرنا بھی ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔(فضل العلم والعلماء ۲۹)

صحابی رسول ﷺ حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ

لان اتعلم مسئلة احب الی من قیام لیلة (احیاء العلوم ج ا ص ۲۰ و فضل العلم الشریف ۵۱)

مجھے شریعت کا ایک مسئلہ سیکھنا رات بھر کی عبادت کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

******

جانتے ہو دعا کیا ہے؟

(لاریب ایمان علی، بی-ایس 31-20، سیمسٹر 3)

دعا اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن ہے۔ دعا درد کی شدت میں سکون کا ذریعہ ہے۔ دعا زخموں کے لیے مرہم ہے۔ دعا تو خود ایک معجزہ ہے۔ دعا بے یقینی سے یقین تک کا سفر ہے۔ دعا مایوس انسان کے لیے امید کا چراغ ہے۔ دعا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ دعا رب کائنات کی طرف سے اس کے بندوں کے لیے تحفہ ہے۔ دعا ایک عبادت ہے۔ دعا اللہ اور بندے کا خوبصورت تعلق ہے۔ دعا مومن کا ایک زبردست حربہ اور ہتھیار ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ نے فرمایا:

"دعا مومن کا ہتھیار، اور دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے"۔

اور جانتے ہو دعا کیا کرتی ہے؟

دعا ایک نافع ترین دوا ہے اور بلاؤ مصیبت کا مد مقابل ہے۔ دعا بلاؤ مصیبت کی مدافعت کرتی ہے اور اسکی دوا اور علاج کا کام کرتی ہے۔ ہر بلاؤ مصیبت کو آنے سے روکتی ہے اور اسے دفع کرتی ہے اور اگر مصیبت اتر چکی ہے تو اسے پست اور ہلکا کر دیتی ہے۔

امام ابن قیم کے مطابق مصیبت وبلا کے مقابلے میں مومن کی دعا کے تین درجے ہیں۔

- **اول:** یہ کہ دعا مصیبت کے مقابلے میں قوی تر اور زوردار ہو۔ ایسی دعا مصیبت کو قطعاً ہٹا دیتی ہے۔
- **دوم:** یہ کہ دعا مصیبت کے مقابلے میں کمزور ہو۔ اس صورت میں مصیبت قوی ہو جاتی ہے اور بندے کو یہ مصیبت خوامخواہ بھگتنی پڑتی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ ضروری ہے کہ دعا اگرچہ کمزور ہی کیوں نہ ہو مصیبت کو کچھ نہ کچھ ہلکا ضرور کر دیتی ہے۔
- **سوم:** یہ کہ دعا اور مصیبت برابر درجے کے ہوں تو یہ دونوں آپس میں مقاومت اور مقابلہ کرتی ہیں

جیسا کہ صحیح حاکم کے اندر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> **"تقدیر سے بچنا ممکن نہیں اور دعا آئی ہوئی مصیبت میں بھی اور جو اب تک نہیں آئی نفع دیتی ہے اور مصیبت جب اترتی ہے تو دعا اس کا مقابلہ کرتی ہے۔ روز قیامت تک دعا اور مصیبت آپس میں جنگ کرتی رہتی ہیں۔"**

اور صحیح حاکم میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> **"قدر و قضا کو کوئی چیز رد نہیں کر سکتی سوا دعا کے اور کوئی چیز عمر کو بڑھا نہیں سکتی سوا نیکی کے اور آدمی گناہوں کی وجہ سے رزق وروزی سے محروم ہو جاتا ہے۔ گناہ روزی کو تباہ کر دیتا ہے۔"**

(دوائے شافی، امام ابن قیم الجوزیہ)

اور پتا ہے اللہ تعالیٰ کو کیا عزیز ہے؟ یہ کہ اس سے مانگا جائے۔ اپنے دکھوں اور تکالیف کا ذکر صرف اسی سے کیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: **"اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی چیز اور کوئی عمل دعا سے زیادہ عزیز نہیں"۔**

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ سے اس کا فضل مانگو (یعنی دعا کرو کہ وہ فضل و کرم فرمائے) کیوں کہ اللہ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کا بندے اس سے دعا کریں اور مانگیں! اور بہترین عبادت یہ ہے کہ عافیت کا انتظار کیا جائے"۔

کتنا خوبصورت ہے نہ وہ رب جس نے خود اپنے لیئے "المجیب" کا لقب چنا ہے۔ وہ اپنے بندے کے مانگنے کا انتظار کرتا ہے تا کہ وہ دے سکے۔ اور وہ تو قرآن میں خود فرماتا ہے:

"تم مجھ سے دعا کرو میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت سے جہنم میں داخل ہوں گے" (القرآن، ۲:۱۸۶)

تو پھر جب بھی حالات مشکل ہوں اور سب راستے بند نظر آئیں تو دعا کرو۔ جس انسان کے پاس دعا جیسا ہتھیار ہو وہ مایوس کیسے ہو سکتا ہے؟ تمھارا رب تو خود کہتا ہے مانگو مجھ سے میں عطا کروں گا۔ تو جو چاہے مانگو۔ حلال مانگو وہ عطا کرے گا کیونکہ وہی عطا کرنے پر قادر ہے۔ وہ اپنے بندے کو تنہا نہیں چھوڑتا وہ بندے کی پکار کبھی بھی رد نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ تو چاہتا ہے فقط اسی سے مانگا جائے۔۔ اور پتا ہے وہ دل میں دعا کا خیال ڈالتا ہی تب ہے جب وہ عطا کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ جانتے ہو دعا چاہے دن کے اجالوں میں کی جائے یا رات کی سسکتی ہوئی خاموشی میں، رو کر کی جائے یا پھر مسکرا کر، بارش کے دوران مانگی جائے یا چمکتی ہوئی دھوپ میں سلگتے ہوئے ہاتھوں سے دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ ضروری نہیں کہ کسی چیز کا مل جانا ہی دعا کی قبولیت ہے کبھی کبھی کسی چیز کا دور ہو جانا بھی دعا کی قبولیت ہوتا ہے۔ بس ہم ہی اس کی مصلحتیں سمجھ نہیں پاتے۔ کبھی تکلیف واقعی اتنی شدت اختیار کر جاتی ہے کہ یقین کمزور پڑنے لگتا ہے۔ جانتے ہو یہ بھی امتحان ہوتا ہے صبر کا، یقین کا، ضبط کا۔ کبھی کبھی اللہ پاک لا حاصل چیز کا خیال خود بھی ہمارے دل سے نہیں نکالتا کیونکہ اسے پسند ہے کہ اس کا بندہ تڑپ کر اس کہ آگے گر گڑائے۔ اور اتنا مانگے کہ اسے معصومیت کی یہ ادا پسند آ جائے۔ وہ ہمیشہ ہماری حسرتوں پہ کن کہنے کا منتظر رہتا ہے وہ دیتے ہوئے نہیں تھکتا ہم مانگتے ہوئے تھک سکتے ہیں۔ وہ اس کل کائنات کا مالک، بھلا ہے کوئی چیز جو وہ عطا نہ کر سکے!

******

دائیں طرف سے شروع کرنا

(ضحیٰ اصغر، بی ایس، سمسٹر 5،BS-20-38)

اچھے کاموں کی ابتداء دائیں جانب سے کرنا اللہ رب العزت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ عمل ہے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کام دائیں جانب سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ وضو کرنے میں، کنگھی پھیرلے میں، جوتا پہننے میں بھی۔(البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رض اللہ امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: جب تم۔ لباس پہنو اور وضو کرو تو دائیں جانب سے شروع کرو۔(ترمزی)

جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں جانب سے سے شروع کرے اور جب جوتا اتارے تو بایاں جوتا پہلے اتارے۔

اسی طرح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم دیا اور بائیں ہاتھ سے کھانے سے منع فرمایا۔۔(مسلم)

اگر کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو بھی دائیں طرف سے تقسیم شروع کرنی چاہیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہی تھا

بیت الخلاء میں جاتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے اندر رکھنا چاہیے، نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے نکالنا چاہیے اور مسجد سے نکلے ہوئے بایاں پاؤں پہلے نکالنا چاہیے۔۔۔ سنت نبوی کی پیروی کی نیت سے یہ تمام کام باعث اجر وثواب ہونگے۔۔

ہر اچھے کام کی ابتدا دائیں جانب سے کرنا معمولی اور آسان عمل ہے اور معمولی توجہ اور عادت ڈالنے سے ان کے مذریعے اتباع سنت کا نور حاصل ہوتا ہے۔۔۔

******

ہم غریبوں کے آقا پر بے حد درود

(محمد حسنین، بی-ایس، سمیسٹر:3، BS-20-03)

اللہ کریم نے قرآن پاک میں بڑے پیارے اور موثر انداز میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب 56)

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی کریم پر اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبت سے) سلام عرض کیا کرو

درود و سلام اللہ تعالیٰ کی ان بابرکت نعمتوں میں سے ہے جو اپنے دامن میں بے پناہ فیوض و برکات سمیٹے ہوئے ہیں۔ یہ ایسی لازوال دولت ہے کہ جسے مل جائے اس کے دین و دنیا سنور جاتے ہیں۔ درود و سلام محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خزانہ، گناہوں کا کفارہ، بلندیِ درجات کا زینہ، قربِ خداوندی کا آئینہ، خیر و برکت کا سفینہ ہے۔ مجلس کی زینت، تنگ دستی کا علاج، جنت میں لے جانے والا عمل، دل کی طہارت، بلاؤں کا تریاق، روح کی مسرت، روحانی پریشانیوں کا علاج، غربت و افلاس کا حل، دوزخ سے نجات کا ذریعہ اور شفاعت کی کنجی ہے۔

احادیث مبارکہ میں درود و سلام کے بے شمار فضائل و برکات کا ذکر ملتا ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

درود و سلام قربِ مصطفیٰ ﷺ کا ذریعہ ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت و محبت جزوِ ایمان ہے۔ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ درود و سلام پڑھنا، محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل ہے۔ کثرت سے درود و سلام پڑھنے والے کو روزِ قیامت قربِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت سے فیض یاب کیا جائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً.

”قیامت کے روز لوگوں میں سے میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو اس دنیا میں کثرت سے مجھ پر درود بھیجتا ہے۔“

(ترمذی، الجامع الصّحیح، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الصّلاۃ علی النّبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 1: 495، رقم: 484)

درود و سلام روحانی و جسمانی پاکیزگی کا باعث ہے

درود و سلام وہ پاکیزہ عمل ہے جو انسان کے تن اور من کو ہر قسم کی آلائشوں، کثافتوں اور آلودگیوں سے پاک و صاف کر دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صلّوا عليّ فإنّ الصّلاة عليّ زكاةٌ لّكم.

”مجھ پر درود پڑھا کرو۔ بلاشبہ مجھ پر (تمہارا) درود پڑھنا تمہارے لئے (روحانی وجسمانی) پاکیزگی کا باعث ہے۔“

(ابن أبي شيبة، المصنف، 2:253، رقم: 8704)

درود و سلام شرفِ زیارت مصطفیٰ ﷺ کا وسیلہ ہے:

درود و سلام کی سب سے بڑی فضیلت اور خصوصیت یہ ہے کہ کثرت سے درود و سلام پڑھنے والے کو خواب یا حالتِ بیداری میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بہت بڑی سعادت ہے جو ہر ایک کو میسر نہیں آتی بلکہ خال خال ہی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مومن جمعہ کی رات دو رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں 25 مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ سورۃ فاتحہ کے بعد پڑھے، پھر ہزار مرتبہ یہ درود پڑھے اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ تو آنے والے جمعہ سے پہلے خواب میں میری زیارت کرے گا۔ جو میری زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔“ (طبرانی، المعجم الأوسط، 6:173، رقم: 6111)

درود و سلام نزولِ رحمتِ خداوندی کا باعث ہے:

درود و سلام کا ورد رحمتِ خداوندی کا خزانہ ہے۔ جو شخص خلوص دل سے درود و سلام کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرماتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہم اس کے محبوب کی صرف تھوڑی سی تعریف کرتے ہیں تو وہ ہمیں اپنی رحمتوں کے خزانے سے مالا مال کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا

”جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔“

(مسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب الصّلوٰۃ علی النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد التشہّد، 1:306، رقم: 408)

درود و سلام گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اس کی رحمت بندوں کی بخشش کے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا بھی انہی بخشش کے بہانوں میں سے ایک ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جب (للہ تعالیٰ کے لئے) محبت رکھنے والے دو بندے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے سے پہلے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“

(أبو يعلى، المسند، 5:304، رقم: 2960)

درود و سلام دنیا کے غموں کا مداوا ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھتا ہوں۔ میں اپنی دعا کا کتنا حصہ آپ پر درود کے لئے مقرر کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جتنا تم پسند کرو۔ میں نے عرض کیا: ایک چوتھائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: کیا آدھا حصہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے لیکن اگر کچھ اور بڑھا دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی؟ فرمایا: اس میں بھی اضافہ کر دو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنی ساری دعا (کا وقت) آپ پر درود کے لئے وقف کر دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ.

”تب تو تیرا ہر غم دور ہو گا اور ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔“

(ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب صفة القيامة، باب مَاجَاءَ فِي صفةِ أوانِي الحَوْضِ، 4:245، رقم: 2457)

درود و سلام قبولیتِ دعا کا ذریعہ ہے:

حضرت عبدللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہاں رونق افروز تھے۔ جب میں نماز پڑھ کر بیٹھ گیا تو پہلے میں نے للہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا پھر اپنے لئے دعا مانگی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سَلْ تُعْطَهْ، سَلْ تُعْطَهْ.

”مانگ تجھے عطا کیا جائے گا، مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔“

(ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب السفر، باب ما ذُکِرَ فِي الثَّنَاءِ علی اللہ والصلاۃ علی النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 1: 588،رقم:593)

درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کا خود درود بھیجنا:

درود و سلام پڑھنے کی برکت کا اندازہ اس بات سے ہو رہا ہے کہ اللہ ربّ العزت درود پڑھنے والے پر خود درود بھیجتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خوشخبری سنائی کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے:

مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ. (حاکم، المستدرك، 1: 735، رقم: 2019)

”جو شخص آپ پر درود پڑھتا ہے میں اس پر درود پڑھتا ہوں اور جو کوئی آپ کو سلام عرض کرتا ہے میں اس پر سلام بھیجتا ہوں۔“

یومِ جمعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت:

جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرتِ درود و سلام کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ صحابہ کرام سے اس دن اور رات میں درود و سلام پڑھنے سے متعلق کثرت کے ساتھ احادیث مروی ہیں۔

حضرت اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”تمہارے دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے اس میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا اور اسی میں ان کی روح قبض کی گئی اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اسی میں سب بیہوش ہوں گے۔ پس اس روز مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! اس وقت بھلا ہمارا درود پڑھنا کس طرح پیش ہو گا جبکہ آپ رحلت فرما چکے ہوں گے؟ یعنی مٹی (میں دفن) ہو چکے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے جسموں کو زمین پر حرام فرما دیا ہے۔“

(ابن ماجۃ، السنن، کتاب الجنائز، باب ذِکْرِ وَفَاتِہِ وَدَفْنِہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 2: 304، رقم: 1636)

درود و سلام پڑھنے کے آداب:

درود و سلام پڑھتے وقت تعظیم و تکریم اور تواضع و انکساری کا اظہار علامتِ محبت ہے کیونکہ ہر محب اپنے محبوب کا ذکر نہایت ادب و احترام اور تواضع سے کرتا ہے۔ صحابہ کرام آقا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ذکر نہایت خشوع و خضوع سے کرتے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے وقت ظاہری اور باطنی ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ تقاضائے محبت و عقیدت بھی ہے اور علامت ایمان بھی۔ اس

لئے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درود وسلام پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

•) درود و سلام پڑھنے سے قبل ظاہری صفائی کا اہتمام کرنا کیونکہ ہر عبادت کے لئے طہارت و پاکیزگی شرط ہے۔ اس لئے درود وسلام پڑھتے وقت جسم ولباس کا صاف ستھرا ہونا ضروری ہے۔

•) جس جگہ درود وسلام پڑھا جارہا ہو اس کا پاک صاف ہونا ضروری ہے اور ایسی جگہ پر درود وسلام پڑھنے سے گریز کیا جائے جہاں پر ظاہری اور باطنی غلاظت اور گندگی کا احتمال ہو۔

•) درود و سلام پڑھتے ہوئے خوشبو لگانا مستحب ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو بہت پسند فرماتے تھے۔

•) درود وسلام باوضو ہو کر پڑھنا چاہئے اگرچہ بغیر وضو کے درود وسلام پڑھنا بھی جائز ہے لیکن باوضو پڑھنا آداب میں شامل ہے۔

•) درود وسلام کو دو یا چار زانو ہو کر، قبلہ رخ منہ کرکے اور آنکھیں بند کرکے پڑھا جائے۔

امام نبہانی علیہ الرحمۃ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

> ”جو مسلمان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرے یا جس کے پاس سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا جائے اس پر واجب ہے کہ وہ خشوع و خضوع سے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقار پیشِ نظر رکھتے ہوئے، بغیر حرکت کئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت وجلالت کو اس طرح ملحوظ خاطر رکھے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے وقت ملحوظ خاطر رکھتا ہے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب و احترام کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب سکھایا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمارے سلفِ صالحین اور ائمہ و محدثین کا یہی دستور تھا۔“

(نبہانی، سعادۃ الدارین، 1:220)

•) درود و سلام پڑھتے ہوئے دل و دماغ کو حاضر رکھنا بہت ضروری ہے اور دل کو ہر طرح کے وسوسوں، دنیوی خیالات سے پاک کرکے پوری توجہ و دھیان سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنا چاہئے۔ امام مالک علیہ الرحمۃ کے سامنے جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو آپ علیہ الرحمۃ کا رنگ بدل جاتا اور نالہ کناں ہو جاتے یہاں تک کہ ہم نشینوں پر سخت گراں گزرتا۔

(نبہانی، سعادۃ الدارین، 1:220)

•) درود و سلام ذوق و شوق اور یکسوئی سے پڑھنا چاہئے اور پڑھنے والا سمجھے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مقدس، واللّیل زلفوں اور چہرۂ والضّحیٰ کا تصور کرے۔

(نبہانی، سعادۃ الدارین، 1:220)

تارکِ درود و سلام کے لئے وعید:

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درود نہ بھیجنے والا اللہ کی رحمت اور فضل سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ فیوض و برکات جو درود و سلام کی بدولت حاصل ہوتے ہیں نہ پڑھنے والے کو حاصل نہیں ہوتے بلکہ احادیث مبارکہ میں درود و سلام نہ پڑھنے والے کی بڑی مذمت بیان ہوئی ہے۔

1۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ خَطِئَ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ.

”جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ بہشت کی راہ بھول گیا۔“

(ابن ماجۃ، السنن، کتاب إقامۃ الصّلاۃ والسنّۃ فیہا، باب الصّلاۃ علی النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 1: 491، رقم: 908)

2۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ.

”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“

(ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب فِي فَضْلِ التَّوْبَةِ وَالاسْتِغْفَارِ وَمَا ذُكِرَ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ بِعِبَادِهِ، 5:513، رقم:3545)

مَنْ لَمْ يُصَلِّ فَلَا دِيْنَ لَهُ. (ہیثمی، مجمع الزوائد، 1:295)

”جو مجھ پر درود نہیں پڑھتا اس کا دین نہیں۔“

******

دعا کی اہمیت اور فضیلت

(سمرش تبسم، ایم اے سمسٹر:3، M-20-48)

دعا کے معنی و مفہوم

دعا، عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی تو التجا اور پکار کے آتے ہیں لیکن مذہبی مفہوم میں اس سے مراد اللہ سے (عموماً دوران عبادت) کوئی فریاد کرنے یا کچھ طلب کرنے کی ہوتی ہے۔ دعا کھوار زبان کے اصناف سخن میں سے ایک صنف ہے جو کھوار میں کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہے، اس کے علاوہ مخصوص آیات کے ورد کو بھی دعا شمار کیا جاتا ہے جبکہ کسی شخصیت کے لیے نیک تمنا اور بھلائی کی خواہش کے اظہار کو بھی دعا کہا جاتا ہے۔

دعا عبادت ہے

دعا عبادت ہے اہل اسلام کے نزدیک خدا سے مانگنا عبادت میں شامل ہے حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے:

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ

دعا عبادت ہے۔

الدُّعاءُ مُخُّ العِبادَةِ

دعا عبادت کا مغز ہے۔

دعا کرنے کا حکم

خدا نے خود بھی بعض دعائیں بتائیں ہیں کہ بندوں کو اس طریقے سے یا ان الفاظ میں دعا کرنی چاہییں اسی طرح بعض پیغمبروں نے جو دعائیں کی ہیں ان کا بھی قرآن میں ذکر ہے تا کہ عام مسلمان بھی ان موقع پر وہی دعا مانگے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرة:186)

جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہیے وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

اللہ تعالی انسان کی پکار سنتا ہے جب بھی انسان اللہ سے کچھ مانگتا ہے اللہ اسے عطا کرتا ہے۔ ن اگر انسان سے کچھ مانگا جائے تو ایک قرطاس کے چہرے پر بل آ جاتے ہیں۔ لیکن خدا انسان کو خود دعا کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹے تو خدا سے مانگو۔

دعا مانگنے کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے:

الدُّعَاءُ سِلاحُ الْمُؤْمِنِ، وَعِمَادُ الدِّينِ، وَنُورُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ

دعا مومن کا ہتھیار، دین کے ستون اور آسمانوں اور زمین کی روشنی ہے۔

دعا نہ مانگنے سے اللہ کی ناراضگی

ابو حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اللہ تعالی سے دعا نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

دعا مانگنے کے آداب

1۔ اخلاص نیت اور پوری توجہ کے ساتھ دعا کرنا ہے۔

2۔ اللہ تعالی کی حمد و ثنا سے آغاز کرنا

3۔ دعا کی ابتدا اور اختتام پر درود شریف پڑھنا

4۔ قبولیت دعا کے یقین کے ساتھ دعا مانگنا

5۔ پہلے اپنے لئے پھر دوسروں کے لیے دعا کرنا۔

6۔ اللہ تعالی سے گناہوں کی بخشش طلب کرنا۔

7۔ اللہ تعالی کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا

8۔ دعا مانگتے وقت زبان اور دل آپس میں ہم آہنگ ہوں

بقول شاعر:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

دعا کی قبولیت کے اوقات

1۔ اذان اور اقامت کے درمیان 2۔ تہجد کے وقت 3۔ فرض نماز کے بعد 4۔ جمعہ کے دن ایک گھڑی میں 5۔ سجدے میں 6۔ سحری کے وقت 7۔ روزے کی حالت میں 8۔ شب قدر میں 9۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد 10۔ سفر میں 11۔ عرفہ کے دن 12۔ آب زمزم پیتے وقت 13۔ میدان جنگ میں 14۔ بارش برستے وقت

کس کی دعا قبول ہوتی ہے؟

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تین لوگوں کی دعا قبول کی جاتی ہے، جس میں کوئی شک نہیں، مظلوم کی دعا مسافر کی دعا، والد کی اپنی اولاد کے حق میں دعا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتیں، روزہ دار کی دعا افطار کے وقت، عدل وانصاف کرنے والے حکمران کی دعا، مظلوم کی دعا

موانع دعا

- دعا کی قبولیت میں حرام کھانا، حرام پینا اور حرام لباس زیب تن کرنا مانع ہو جاتے ہیں۔
- قبولیت دعا کا یہ مطلب نہیں کہ جو چیز اللہ سے مانگی جائے وہ فوراً مل جائے بلکہ کبھی تو وہ چیز مل جاتی ہے اور کبھی نہیں، اگر مانگی ہوئی چیز اللہ کے نزدیک بندے کے حق میں بہتر ہے تو مل جاتی ہے، ورنہ نہیں۔ اس کی مثال ایسے ہی جیسے کوئی بیٹا اپنے باپ سے کبھی پیسے مانگتا ہے تو باپ کبھی مناسب سمجھ کر دے دیتا ہے اور کبھی نقصان دہ سمجھ کر نہیں دیتا۔ بہر حال انسان کو اللہ تعالی سے ہر لمحہ ہر پل اس یقین سے دعا مانگتے رہنا چاہیے کہ دعا سنی جارہی ہے ممکن اور ناممکن تو ہماری سوچوں میں ہے۔ اللہ کے لیے تو کچھ بھی ناممکن نہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں

******

ذکر الٰہی

(سحر اصغر،بی-ایس، سمیسٹر:7،BS-18-21)

اللہ تعالی نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوزاہ ہے پوری کائنات کو چھوڑ کر اگر ہم صرف اپنی ذات پر توجہ دیں کہ اس نے دیکھنے کے لیے آنکھیں سننے کے لیے کان اور کام کاج کے لیے ہاتھ دیے۔اگر جسمانی اعضاِ کے کام کرنے کی نوعیت اور آپس کے ربط پر غور کرے تو یقینا اپنے بنانے والے اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی وہ رحمن کہتا ہے۔

فاذکرونی اذکروکم

تم مجھے یاد کروں میں تمہیں یاد کروں گا۔

ہم اللہ کا شکر ادا کر کے اور اسکا ذکر کر کے اللہ کو یاد کرے یہی اسے پسند ہے پھر ذکر میں تین طریقوں سے کر کے شکر ادا کرنے کا موقع دیا۔

- زبانی ذکر
- قلبی ذکر
- اعضاِبدن سے ذکر

زبان سے اللہ کی نعمتوں کا شکر کیا جائے اور دل میں اسے یاد کر کے ذکر کرے۔اور اعضاِبدن سے شکر کرے مثلاً اللہ کو یاد کر کے اسکی یاد میں آنسو بہائے,کانوں سے اسکا کلام سننے زبان سے اسکی نعمتوں کا بیان کرے۔اللہ کا ذکر کرنے کے درجہ ذیل چند فضائی ل بیان کرتی ہوں جس سے ذکر کی اہمیت کا اندازہ باخوبی ہو سکتا ہے۔

1۔اللہ کا ذکر ایمان کامل کی نشانی ہے۔

2۔ذکر الٰہی عذاب الٰہی سے نجات دلاتا ہے۔

3۔ذکر کرنے والے کی صحبت میں بیھٹنے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔

4۔ذکر کرنے والے قیامت والے دن بلند درجے پر ہوں گے۔

5۔ذکر کے حلقے جنت کی کیاریاں ہیں۔

6۔ذکر کرنے والے کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔

بخاری میں ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ:

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہے۔جو مجھ سے رکھے اور جب وہ میرا شکر کرتا ہے تو اسکے ساتھ ہوتا ہوں اگر بندہ مجھے دل میں یاد کرے۔تو میں اسے اکیلا یاد کرتا ہوں اور وہ مجھے مجمع میں یاد کرے تو میں اسے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ بالشت بھر میرے نزدیک ہوتا ہے تو میں گز بھر اس سے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر

وہ گز بھر میرے قریب ہوں تو میں دونوں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے قریب ہوتا ہو اور اگر وہ چل کر میرے پاس آئے تب میں ڈور کر اس کی طرف جاتا ہوں۔7

اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اسے کس طرح کب یاد کرتے ہیں لیکن رحمن نے اپنوں بندوں کو یاد کرنے کا فیض بتا دیا۔

مصادر و مراجع

1. مسند امام احمد, مسند الانصار, حدیث معاذ بن جبل, ٨ / ٢٦٦, الحدیث: ٢٢١٩١

2. موطا امام مالک, کتاب القرآن, باب ماجاء فی ذکر اللہ تبارک وتعالی, ١ / ٢٠٠, الحدیث: ٥٠١

3. شرح السنہ, کتاب الدعوات, باب فضل ذکر اللہ عزوجل ومجالس الذکر, ٣ / ٦٧, الحدیث ١٢٣٩

4. ترمذی, کتاب الدعوات, ٨٢-باب, ٥ / ٣٥٤, الحدیث: ٣٥٢١

5. ترمذی, کتاب الدعوات, باب ماجاء فی القوم یجلسون۔۔۔ الخ, ٥ / ٢٤٦, الحدیث: ٣٣٨٩

6. مسند امام احمد, مسند المکثرین من الصحابۃ, مسند ابی ہریرہ, ٣ / ٥٦, الحدیث: ٧٤٢٨

7. بخاری, کتاب التواحید, باب قولاللہ تعالی ہو بخرکم اللہ نفسہ, ٤ / ٥٤١, الحدیث: ٧٤٠٥

******

کھٹی میٹھی زندگی

(عائشہ مقبول ایم فل، سمیسٹر:1،Mphil-IS-23-F21)

چھوٹی سی زندگی ہے، نفرتیں پال کر کیا کریں گے۔زندگی کی تلخیوں کے ساتھ خود تلخ نہ بن جائیں۔ آپ کا غصہ جو کہ قابو ہی نہیں رہتا جو آپ کو خوش نہیں رہنے دیتا، سکون نہیں لینے دیتا، لوگوں کا معاف نہیں کرنے دیتا ، یہ غصہ آپ کی سوچنے کی صلاحیت برباد کر دیتا ہے۔ آپ کی مشکلات آپ میں عاجزی پیدا کرنے کے لیے آتی ہیں ،مزید سخت بنانے کے لیے نہیں، لیکن لوگ نرمی اختیار نہیں کرتے ،غصہ نہیں چھوڑتے معاف نہیں کرتے اور کہتے ہیں کسی نے ہمارے ساتھ برا کیا تو ہم اس سے بڑھ کر برا سلوک کریں گے، اور اپنے آپ کو مظلوم تصور کر کے ہر کسی کے ساتھ اگر بدسلوکی کرنا اپنا حق سمجھیں گے اور ایسے میں کوئی میرے طرح سمجھانے والی / والا آجائے تو اسے دو چار باتیں بھی سنا دی جائیں گی یہ دنیا کا اصول ہے یہاں سیدھی بات کوئی نہیں سمجھتا اور پتا نہیں کیا کیا، کیا انہوں نے سیرت کو نہیں پڑھا؟ کیا یہ مسلمان مکہ کی ابتدائی زندگی کے حالات سے ناواقف ہیں؟ سفر طائف کے بارے میں نہیں جانتے؟ شعب ابی طالب کے بارے میں نہیں جانتے؟ غزوات کو نہیں پڑھا؟ کیا یہ نہیں جانتے کہ صلح حدیبیہ کو فتح مبین کیوں کہا جاتا؟ اگر یہ لوگ یہ جان لیں تو ضرور اپنے غصے سے درگزر کریں گے ان کو معلوم ہو جائے گا مکہ یوں ہی نہیں فتح ہو گیا تھا بہت مشکلیں برداشت کرنی پڑتی ہیں لوگوں کو معاف کیا جاتا ہے۔ صبر کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے. معاملات کو اللہ کے سپرد کر کے توکل کرنا ہوتا ہے. اس کے بعد ہی فتوحات نصیب ہوتی ہیں۔

اور اللہ نے فرما دیا:

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

"تمہارے لیے بہترین نمونہ نبیؐ کی زندگی میں ہے"

اللہ پاک ہم سب کو نبیؐ کی سیرت کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

******

گھر کے اندر اور باہر پردہ کے آداب

(فرزانہ یاسمین ایم فل، سیمسٹر:1، MPHIL-IS-4-F21)

گھر سے باہر کے آداب:

اسلام کا قانون غیر معتدل اور ایک رخا قانون نہیں وہ ایک طرف مصالح اخلاق کا لحاظ کرتا ہے تو دوسری طرف انسانی ضروریات کا بھی لحاظ کرتا ہے۔ لہذا جہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں بغیر ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلیں۔ وہاں اس نے یہ بھی وضاحت کر دی ہے کہ اگر وہ گھر سے باہر کسی حاجت کی تکمیل کے لیے نکلتی ہیں تو معاشرہ میں اسے کن کن آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور دوسرے اجنبی لوگوں سے اس کا برتاؤ کیسا ہو۔ وہ آداب یہ ہیں۔

1۔ غضِ بصر:

سورہ نور میں مسلمان مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ [1]

مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

سب سے پہلا حکم جو مردوں اور عورتوں کو دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ غض بصر کرو۔ عموماً اس لفظ کا ترجمہ "نظریں نیچی رکھو" یا "نگاہیں پست رکھو" کیا جاتا ہے مگر اس سے پورا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ حکم الٰہی کا اصل مقصد یہ نہیں ہے کہ لوگ ہر وقت نیچے ہی دیکھتے رہیں اور کبھی اوپر نظر ہی نہ اٹھائیں۔ مدعا دراصل یہ ہے کہ اس چیز سے پرہیز کرو جسے حدیث میں آنکھوں کا زنا کہا گیا ہے۔[2]

آنکھ کی نگہداشت اس لیے ضروری اور لازمی ہے کہ دین و دنیا کے کاموں کا دارومدار دل پر ہے اور دل کی خرابی اور اس میں وسوسے وغیرہ اکثر و بیشتر آنکھ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اس لیے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے: جو شخص اپنی آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا اس کا دل بے قیمت ہوتا ہے یعنی اس میں کمال یا نور وغیرہ نہیں آسکتا۔[3]

---

[1] النور 31-30:

[2] مودودی، پردہ، 232

[3] غزالی، منہاج العابدین، 162

حضرت جریر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں:

سألت النبی صلی اللہ علیہ و سلم عن نظرۃ الفجأۃ فقال اصرف بصرك[1]

حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے حضرت علی کو فرمایا:

يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ[2]

2۔ اخفائے زینت:

عورت کو اجنبی مردوں پر اپنی زینت کے اظہار کی ممانعت آتی ہے اور زینت سے کیا مراد ہے مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ بناؤ سنگھار، زینت کا ترجمہ ہے جس کے لیے دوسرا لفظ آرائش بھی ہے۔ اس کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے۔ خوشنما کپڑے، زیور اور سر، منہ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ کی مختلف آرائشیں جو بالعموم عورتیں دنیا میں کرتی ہیں۔ جن کے لیے موجودہ زمانے میں Make up کا لفظ بولا جاتا ہے۔[3]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى[4]

لیکن اجنبی لوگوں پر زینت کے اظہار کی ممانعت کے ساتھ بعد میں یہ بھی بتادیا کہ کون لوگ اس سے مستثنٰی ہیں اور اس کی وضاحت سورہ نور آیت 31 میں کردی۔

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[5]

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

عورت کے لیے زینت کی چیزوں کے اظہار کی جو ممانعت ہے اس سے شوہر اور محرم اعزہ یعنی باپ، بھائی، بھتیجے، بھانجے وغیرہ مستثنٰی ہیں۔ اس طرح ملازم کے ساتھ غیر اولی الاربۃ (عوت کی ضرورت سے مستغنی ملازم) اور غلام دونوں کا ذکر چونکہ الگ الگ آیت میں موجود ہے۔

---

[1] دارمی ،سنن الدارمی ،باب فی نظرۃ الفجاۃ،(2643)،3/361

[2] السنن لأبی داؤد ، کتاب النکاح ،باب ما یؤمر بہ من الغض البصر،رقم الحدیث ، 2149،2/286

[3] مودودی، تفہیم القرآن،3/324 -325

[4] الاحزاب:33

[5] النور: 31

اس وجہ سے ملازم کو غلام پر قیاس کرنا بالکل غلط ہو گا۔ نابالغ بچوں کو بھی اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے علاوہ ازیں دینی بہنوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ قطامہ عورتوں کے سامنے شریف زادیوں کو اظہار زینت سے بچنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں مبتلا کر دیں۔[1]

حضورؐ نے حضرت اسماء کو تلقین فرمائی:

يَا أَسْمَاءُ إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيضَ لَمْ تَصْلُحْ أَنْ يُرَى مِنْهَا إِلَّا هَذَا وَهَذَا وَأَشَارَ إِلَى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ[2]

3۔ معروف بات کرنے کا حکم:

عورت کو ضرورت پیش آنے پر کسی مرد سے بات کرنے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور انداز گفتگو ایسا ہونا چاہیے۔ جس سے بات کرنے والے مرد کو دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزر سکے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جا سکتی ہے۔ اس کے لہجے میں کوئی لوچ نہ ہو، اس کی باتوں میں لگاوٹ نہ ہو۔ اس کی آواز سے دانستہ کوئی شیرنی گھلی ہوئی نہ ہو جو سننے والے مرد کے جذبات میں انگیخت پیدا کر دے اور اسے آگے قدم بڑھانے کی ہمت دلائے۔[3]

اور جب مطلق گفتگو کے باب میں یہ اہتمام ہے تو نغمہ و موسیقی ظاہر ہے کہ عورت کے حلق و دین سے نکلا ہوا نا محرم کے حق میں کیا حکم رکھے گا۔[4]

اور یہ بھی کہ جب عورت کے پیروں کے زیوروں کی آواز ممنوع ہے تو جوان عورت کے کلام کی آواز تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ٹھہرے گی۔

جیسا کہ جصاصؒ لکھتے ہیں:

و كذلك قال اصحابنا وقال الله تعالىٰ فى آية اخرىٰ ولا يضربن بارجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن فاذ كانت منهية عن السماع صوت فلحالها فكل اهمها اذا كانت شانه تخشى من قلبها الفتنة اولى بالنهى عنه۔[5]

حضورؐ نے فرمایا کہ:

---

[1] اصلاحی، امین احسن، قرآن اورپردہ،19،20

[2] سنن لأبی داؤد،کتاب اللباس ،باب فیما تبدی المرأة من زینتها،رقم الحدیث4104،4/62

[3] مولانا مودودی، تفہیم القرآن،4/89

[4] عبدالماجد، تفسیر ماجدی،4/847

[5] جصاص، احکام القرآن،3/443

كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَ كَذَا يَعْنِي زَانِيَةً[1]

مولانا عبد الحق حقانی لکھتے ہیں:

کھری بات کہو اس میں کوئی شک نہیں کہ جو عورتیں مہین مہین باتیں اور بڑے اخلاق سے ہنس ہنس کر کیا کرتی ہیں خواہ وہ پاک اور صاف دل ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر ناپاک آدمی کے دل میں گدگدایت اور تحریک باطل پیدا ہوتی ہے۔[2]

موجودہ دور میں تو پردے کی اہمیت وضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے، اس بارے میں ڈاکٹر رخسانہ جبیں لکھتی ہیں:

اگر پردے کے حکم کو آپ شرعی حکم تسلیم نہیں کرتے، ایجابی حکم تسلیم کرتے ہیں اور معاشرے کی اصلاح کے لیے اس وقت اس کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں جب معاشرہ پاکیزہ ترین نفوس پر مشتمل تھا تو آج کے معاشرے، آج کے دورِ فتن میں آپ عورتوں کو کھلے منہ پھرنے کی ترغیب دیتے ہیں جب شیطان ہر وقت کھلا پھر رہا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ جلباب کو خمر بنا دیا گیا ہے اور الا ماظہر منھا کی آڑ میں تمام تر زینت کھول دینے کو درست قرار دے دیا گیا ہے۔ تاکہ تمام تر فتنہ پرور لوگ اپنے نفوس اور شیطانی نگاہوں کو خوب تسکین دے سکیں۔[3]

گھروں کے اندر کا پردہ اور رہنے کے آداب:

مسلمان عورت کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا فیصلہ ہے کہ یہ پردے کے اندر رہنی چاہیے اسے کھلے عام پھرنے کی اجازت نہیں دی گئی عورت کو اپنے گھر میں سر پر دوپٹہ وغیرہ اوڑھنا چاہیے کیونکہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا۔

الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ[4]

لہذا مسلمان خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنے سارے وجود کو ڈھانپ کر رکھیں سوائے چہرے اور ہاتھوں کے کیوں کہ گھر میں کام کاج کے لئے انہیں کھلا رکھنا ایک ضرورت ہے اور یہ ستر سے مستثنیٰ ہے لیکن غیر مردوں کے آگے ان اعضا کو بھی کھلا نہیں رکھنا چاہیے۔[1]

---

[1] سنن الترمذی ،ابواب الأستیذان والآداب ،باب ما جاء فی کراهیة خروج المرأة،رقم الحدیث2937، 4/194

[2] عبدالحق حقانی، تفسیر حقانی، 6/88

[3] آیات حجاب و ستر اور "موڈریٹ اسلام"، ڈاکٹر رخسانہ جبیں، ماہنامہ ترجمان القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، فروری2003، 130/78

[4] سنن الترمذی ،ابواب النکاح، باب ما جاء فی کراهیة الدخول علی المغیبات،رقم الحدیث1183، 2/19

دوسری طرف اسلام نے مسلمانوں کے ایک دوسرے کے گھروں میں جانے کے لیے کچھ قیود لگا دیں اور کچھ ضابطے طے کر دیے جیسا کہ سورۃ نور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[2]

مذکورہ بالا آیات میں گھروں کے اندر داخل ہونے سے متعلق مندرجہ ذیل ہدایات دی گئی ہیں:

1۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کے زنانہ مکان میں داخل نہیں ہو سکتا مگر دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ وہ گھر والوں کے لیے اجنبی نہ ہو بلکہ ان کے ساتھ اس کا انس اور ربط وضبط ہو دوسرے یہ کہ وہ داخل ہونے سے پہلے سلام کر کے داخل ہونے کی اجازت حاصل کرے۔ انس کی صورتیں کتنی ہو سکتی ہیں مثلاً یہ کہ گھر والوں کے ساتھ قرابت اور رشتہ داری کا تعلق رکھتا ہو یا صاحب خانہ کا قابل اعتماد دست ہو یا گھر والوں کے ساتھ خدمت اور غلامی کا تعلق رکھتا ہو۔

2۔ اگر گھر پر صاحب خانہ موجود نہ ہو تو جب تک اجازت نہ ملے اور گھر لوٹ جانے کو کہا جائے تو بلا تکلف لوٹ جائے اس میں توہین نہ محسوس کرے۔

3۔ جو مکانات زنانہ نہ ہوں۔ مذکورہ بالا اجازت کی شرط سے مستثنیٰ ہیں مثلاً مردانہ بیٹھکوں میں ہر شخص آ جا سکتا ہے۔ اس کے لیے اجازت کی قید نہیں ہے۔[3]

احادیث میں آتا ہے کہ جب کسی دوسرے گھر کسی سے ملنے کی لیے جائے تو دروازے کے بالکل سامنے کھڑا نہ ہوں۔

حضرت ہذیل بن شرجیل کہتے ہیں۔

ایک شخص حضورؐ کے ہاں حاضر ہوا اور عین دروازے کے پاس کھڑا ہو کر اجازت مانگنے لگا حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

هكذا عنك فانما الاستئذان من أجل النظر[4]

یعنی پردے سے ہٹ کر کھڑے ہو، اجازت مانگنے کا حکم تو ایسے لیتے ہیں کہ نگاہ نہ پڑے۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

[1] مبشر احمد ربانی، آپ کے مسائل اور ان کا حل،557

[2] النور27:

[3] اصلاحی ، امین احسن، قرآن اور پردہ،18 -19

[4] ابن حجر ، فتح الباری ،11/25

اجازت طلب کرنے میں بے جا اصرار کرنا، یا اجازت نہ ملنے کی صورت میں دروازے پر جم کر کھڑے ہو جانا جائز نہیں۔[1]

غیر محرم قریبی اعزہ سے پردہ کی صورت:

جیسا کہ ہمارے معاشرے میں کئی خاندان ایک ہی گھر میں رہنے کا رواج ہے۔ تو اس سے مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے حالات میں پردے کا اہتمام کیسے کیا جائے اور یہ لوگ غیر محرم قریبی اعزہ ہیں اس بارے میں مولانا مودودی لکھتے ہیں:

ایسے حالات میں اگر شریعت کی پابندی کا ارادہ دونوں طرف موجود ہو تو صحیح راہ عمل یہ ہے کہ جب کوئی غیر محرم عزیز گھر میں آئے تو شرعی قاعدہ کے مطابق استیدان (اجازت طلب) کرے۔ پھر جب ایسی آواز آئے تو عورت کو چاہیے کہ کوئی چیز اوڑھ کر اپنی زینت چھپالے اور ذرا اپنا رخ بدل لے یا پیٹھ موڑ لے۔ اگر بالکل ناگزیر ہو تو چہرہ اور ہاتھ غیر محرم عزیز کے سامنے ظاہر ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح بضرورت سادگی کے ساتھ بات کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ خلا ملا اور بے تکلفی اور ہنسی اور مذاق بالکل جائز نہیں۔[2]

اس ساری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ اسلام نے پردے کے جو احکام دیے ہیں اور ایک دوسرے کے گھروں میں آنے جانے کے جو آداب سکھلائے ہیں۔ ان کا مقصود و مطلوب معاشرہ میں عفت و عصمت اور دلوں کی پاکیزگی ہے (ذلکم اطہر لقلوبکم و قلوبھن)

******

---

[1] مودودی، تفہیم القرآن، 3/379

[2] مودودی، رسائل و مسائل، 7/103

ماحولیاتی پاکیزگی کی ضرورت واہمیت، تعلیمات نبویہ کی روشنی میں

(تماضر فاطمہ، ایم فل سمیسٹر:1، Mphil-IS-6-F21)

اسلام ایک ایسا پاکیزہ اور حقیقت بر مبنی مذہب ہے جو دنیا کے دیگر جمیع مذاہب میں پاکی اور صفائی کے اعتبار سے اپنا ایک خاص مزاج اور مقام رکھتا ہے۔ اسلام کے علاوہ دنیا کے دیگر مذاہب میں انسان کے لئے وہ ہدایات اور تعلیمات نہیں ہیں جو اسے دنیا و آخرت میں کامیابی دلا سکیں اور اس کو روزمرہ کے تمام امور و معاملات میں ہدایت و رہنمائی مل سکے اور ایک مکمل ضابطہ حیات پورے نظم و نسق کے ساتھ میسر آسکے۔ منجملہ انہی میں سے ایک پاکی اور صفائی ستھرائی بھی ہے۔ اسلام انسان کے ظاہر و باطن دونوں کو سنوارتا ہے اور اسے اعلیٰ صفات سے آراستہ کرتا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ کہ وثیابک فطھر یعنی آپ اپنے کپڑوں کو بھی پاک وصاف رکھیں۔

طہارت کے معنی

طہارت عربی زبان کا لفظ ہے، طَہُرَ یَطْہُرُ باب کرم سے مصدر ہے، لغت میں طہارت کے معنی مطلق طور پر صفائی و پاکیزگی کے ہیں۔ فقہی اعتبار سے حدث اور نجاست سے پاکیزگی حاصل کرنے کو طہارت کہتے ہیں۔ جبکہ شرعاً طہارت اللہ کی منع کردہ چیزوں سے اپنے آپ کو روکنے یعنی خود کو گناہوں سے پاک رکھنے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر سے خود کو مزین کرنے کو کہتے ہیں۔ بعض دفعہ اطلاقاتِ شرعیہ میں طہارت من الارجاس پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، یعنی اس سے مراد کفر و شرک اور معصیت سے پاک ہونا ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔

'اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے (شرک و کفر کی) گندگی دور رکھے اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔"

علامہ تورپشتی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایمان سے ظاہر و باطن یعنی حدث اصغر و اکبر اور شرک وغیرہ دونوں سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے، جبکہ حدیث میں وارد لفظ "الطُّھُوْرُ" سے صرف طہارتِ بدن من الانجاس والاحداث مراد ہے، اس لیے اس کو شطر ایمان کہا گیا ہے۔

اسلام میں طہارت کا مفہوم بہت وسیع ہے انسانی زندگی میں طہارت کی ضرورت اس کی ولادت شروع ہو کر اسکی موت تک باقی رہتی ہے، لہذا طہارت وابستگی کمال حیات ہے تو طہارت سے لاتعلقی زوال حیات ہے۔ طہارت کی پابندی صحت ہے تو طہارت سے بیزاری بیماری ہے۔ طہارت نشاط حیات ہے تو طہارت سے غفلت ثقل حیات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نگاہ نبوت میں طہارت وسیع المعنی لفظ ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طہارت کو نصف ایمان قرار دیا اور فرمایا کہ الطھور شطر الایمان صفائی (پاکیزگی) نصف ایمان ہے۔

طہارت و پاکیزگی کی اہمیت

انسان چاہے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھتا ہو اُس کی سرشت اور فطرت طہارت و نظافت اور صفائی و ستھرائی پر بنائی گئی ہے۔ وہ پاکی کو پسند کرتا ہے اور ناپاکی سے نفرت کرتا ہے۔ صفائی ستھرائی سے اُس کی طبیعت میں نشاط اور تازگی پیدا ہوتی ہے اور غلاظت و نجاست سے اُس کی طبیعت کو منقبض اور مکدر کر دیتی ہے۔ اسلام چوں کہ دین فطرت ہے، اِس لئے ایک تو اُس نے اپنے والوں کے لئے طہارت و نصف ایمان قرار دیا ہے۔ ہر طرح کی عبادت سے پہلے ظاہر و باطن اور روح و جسم کو پاک صاف رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ قلب و نظر ہوں یا جسم و بدن، گھر بار ہو یا دفتر و آفس، لباس و پوشاک ہو یا وضع قطع، اشیائے خورد و نوش ہوں یا استعمال اور برتنے کی چیزیں، غرض تمام چیزوں میں اسلام نے اپنے پیروکاروں کو طہارت و نظافت اور صفائی و ستھرائی کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے۔

اسلامی عقائد میں جو اہمیت توحید کی ہے وہی حیثیت عبادت میں طہارت کی ہے۔ جیسے توحید کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہو سکتا، ویسے ہی طہارت کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی۔ جس طرح ہم توحید کو مذہبی اعتقادات کا اصل الاصول سمجھتے ہیں اسی طرح طہارت پر اپنی عبادات کا دار و مدار بھی مانتے ہیں۔ دین اسلام میں انسانی جسم کی صفائی و ستھرائی ان بنیادی امور میں سے ہے، جس پر خاص توجہ دی گئی ہے اور اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اسی وقت مکرم و مقبول ہو سکتا ہے، جب وہ دل کے تقویٰ کے ساتھ ظاہر جسم کی پاکیزگی اور طہارت کا اہتمام کرتا رہے اور کھانے پینے، رہنے سہنے میں ناپاک و گندی چیزوں سے پرہیز کرتا رہے، اس لیے کہ پاکی وصفائی سے نہ صرف جسم کی صحت برقرار رہتی ہے بلکہ فرائض کی ادائیگی اور تزکیہ نفس پر بھی اس کا گہرا اثر پڑتا ہے۔

اسلام میں صفائی ستھرائی اور نظافت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو اپنے جسم سمیت اپنے آس پاس کے ماحول کو بھی صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا ہے. ہر سلیم الطبع انسان صفائی ستھرائی اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور گندگی، ناپاکی اور غلاظت کو ناپسند کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے پیشِ نظر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم طہارت و پاکیزگی کا خوب اہتمام فرماتے تھے جس کی وجہ سے قرآن کریم مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں ارشاد فرمایا: فِيۡهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّتَطَهَّرُوۡا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُطَّهِّرِيۡنَ ”اس میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں اور اللہ پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

اسلامی نظام کی اہم خصوصیات میں سے یہ ہے کہ وہ انفرادی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی مفادات پر بھی بھرپور توجہ مرکوز کرتا ہے، اس کے اقدامات کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی تعلیمات کے زیرِ اثر تشکیل پانے والے معاشرے میں انسان کی اجتماعی و انفرادی ضرورتوں پر برابر توجہ دی جائے اور اس فلاحی معاشرے کے فوائد و ثمرات سے تمام افراد ہر طرح کی تفریق سے قطع نظر مساوی طور پر متمتع اور بہرہ مند ہوں، اسی لئے نبی اکرم رحمتِ عالم ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی و راہنمائی ملتی ہے اور اس تناسب کے ساتھ کہ نہ کسی کو زیادہ توجہ کا مرتکز قرار دیا جاسکتا ہے، نہ کسی فریق کی بابت یہ

کہا جاسکتا ہے کہ اس کے حقوق و مفادات کی پوری رعایت نہیں رکھی گئی، پھر ہر فریق کے حقوق کے ساتھ ساتھ اس کے فرائض بھی اسی تناسب سے بیان کئے گئے ہیں کہ یہ بھی اعتدال برقرار رکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

فطرت کے قائم فرمودہ نظام کے تحت کرہ ارض پر فساد کا پھیلنا اور زمین پر بسنے والی مخلوق کا جبر و تشدد اور ظلم و ستم کا شکار ہونا یہ سب انسان کی پیدا کردہ برائیوں، سیاہ کاریوں اور کوتاہیوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس قاعدے کی رو سے جب کبھی انسان اپنے فرائض سے روگردانی کرتے ہوئے اپنے پروردگار کی جانب سے خود پر عائد کردہ ذمہ داریوں سے گریز اختیار کرتا ہے اور اپنے اوپر واجب دوسروں کے حقوق سے احتراز کرتا ہے تو پھر تباہی کے ایک لامتناہی سلسلے کا آغاز ہو جاتا ہے، اور آہستہ آہستہ خرابیاں اس مقام تک پہنچ جاتی ہیں جہاں سے واپسی کا راستہ تک باقی نہیں رہتا اور انسان کو ہوش اس وقت آتا ہے جب اس کے لئے کرنے کو کچھ باقی نہیں بچتا، عمل کا وقت گزر چکا ہوتا ہے، اوراب فقط نتائج کا سامنے آنا باقی رہتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے! ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ بحر و بر میں فساد ظاہر ہو گیا لوگوں کی اپنی ہاتھ کی کمائی (اعمالِ بد) کے باعث، تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزا چکھا دے، ممکن ہے لوگ (راہِ راست پر) واپس لوٹ آئیں۔

یہ فساد صرف اس لئے پھیلایہ طوفان فقط اس لئے بپا ہوا کہ اللہ اس کے ذریعے مخلوق کو ان کی بداعمالیوں کا مزا چکھانا چاہتا ہے تاکہ جن کی قسمت میں ہدایت ہو وہ غلط راستے سے لوٹ کر راہِ راست اور صراطِ مستقیم پر واپس آجائیں۔

اس حوالے سے انسان پر عائد فرائض کی ایک قسم وہ ہے جس میں انسان کو اپنے رہنے کی جگہ اور ماحول کی حفاظت کا حکم خالق کائنات نے دیا ہے اس لئے کہ کائنات کی حکمتوں اور تخلیق کو خالق سے بڑھ کر کوئی نہیں جان سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے نائب کی حیثیت سے جب زمین پر بھیجا تو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے جہاں معرفت الٰہی، توحید، اخلاقیات کی تعلیم دی، وہیں ماحول اور زمین و آسمان کے درمیان محیط فضا اور ان سب کے متعلقات کی حفاظت اور ان کا خیال رکھنے کی تعلیم مختلف انداز اور پیرائے میں دی۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی تعلیمات میں ان اشیاء کو کامل طور پر بیان کیا ہے۔ قرآن کریم کی کم و بیش دو سو(200) آیات مبارکہ ایسی ہیں جن میں زمین، پانی، ہوا، شجر، حجر، پہاڑ، سمندر اور دیگر مظاہر فطرت کا ذکر موجود ہے۔ گویا ان آیات کا تعلق ما حولیات سے ہے۔

موضوع کے مرکزی حصے کی جانب بڑھنے سے پہلے ہم ماحول کی لغوی و اصطلاحی تعریف، ماحول کا اسلامی مفہوم اور اس کی اقسام وغیرہ بیان کریں گے تاکہ تفہیم موضوع میں سہولت ہو۔

ماحول کی لغوی تعریف:

عربی زبان میں لفظ "ماحول" دو حروف کا مرکب ہے، حرف "ما" اور دوسرا "حول" حرف ما، موصولہ ہے یعنی "جو کچھ" اور حول "اردگرد، یا آس پاس" کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَاءَتْ مَا حَوْلَه ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ "ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ بھڑکائی، پھر آگ نے اس کا اردگرد روشن کر دیا، تو اللہ نے چھین لی ان کی روشنی اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا وہ نہیں دیکھتے۔"

اردو زبان کے اکثر مفسرین نے اس آیت میں لفظ "ماحول" کا ترجمہ "اردگرد" اور "آس پاس" کیا ہے ۔جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے آس پاس، اور اس کے اردگرد جو کچھ بھی ہے وہ "ماحول" ہے۔

ڈاکٹر عباد الرحمن کے نزدیک "ماحول لغت میں حالت اور ہیئت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جس کے لئے عربی میں لفظ "بیئۃ" استعمال کیا جاتا ہے۔"

انگریزی لغت میں لفظ ماحول کے لئے لفظ "انوائرنمنٹ" (Environment) استعمال کیا جاتا ہے:

Environment: is derived from the French word Environner which means to encircle or surround. All the biological and non-biological things surrounding an organism are thus included in environment. Thus environment is sum total of water, air and land, inter-relationships among themselves and also with the human beings, other living organ-isms and property. The above definition given in Environment

لفظ ماحول فرنچ زبان سے لیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے چاروں طرف سے گھرا ہوا، اور اصطلاحی مفہوم میں ایسا خطہ جو حیاتی اور غیر حیاتی اشیاء سے گھرا ہوا سے ماحول کہا جاتا ہے، پانی، ہوا اور زمین کے درمیانی تعلقات جو اس خطہ بسنے والی ہر چیز پر اثر ڈالتے ہیں، اسے ماحول کہہ سکتے ہیں۔

"ماحول" کا اصطلاحی مفہوم:

ماہر ماحولیات ڈاکٹر عبد العزیز شاکر کبیسی ماحول کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہیں:

البيئة هى: مجموع العوامل الطبيعية والبيولوجية والعوامل الاجتماعية والثقافية والاقتصادية التى تتجاور فى توازن وتؤثر على الانسان والكائنات الأخرى بطريق مباشر أو غير مباشر. مفهوماً للبيئة وهو: " الوسط المكانى الذى يعيش فيه الانسان مع غيره من الكائنات الحية وغيرها. تجمعهما علاقات منظمة قائمة على التأثير والتأثر "

"ماحول ان طبعی، حیاتیاتی، اجتماعی، ثقافتی اور اقتصادی اسباب کے مجموعے کا نام ہے جو باہم ملے ہوئے ہیں اور یہ اسباب انسان پر اور دوسری مخلوقات پر بلاواسطہ یا بالواسطہ اثر انداز ہوتے ہیں لہذا ماحول وہ علاقائی حالات ہیں جن کے مابین انسان دوسری کائنات کے ساتھ زندگی گزارتا ہے اور انسان اور اس کے حالات کے درمیان تاثیر و تاثر کی بنیاد پر منظم رابطے ہیں۔"

مغربی مفکرین ماحول کا اصطلاحی مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں:

F.J.Roses کے مطابق:" ہر وہ بیرونی تحریک جو زندہ اجسام پر اثر انداز ہو ماحول کہلاتا ہے۔"

Woolston کا کہنا ہے کہ:"ماحول سے مراد چاروں طرف پھیلے ہوئے وہ حالات و حقائق جن میں انسان زندگی بسر کرتا ہے۔"

گویا ماحول انسان کے آس پاس ہونے والی سرگرمیوں اور معاشرتی میل جول کے مختلف مراحل و اعمال کو کہا جاتا ہے۔

ماحولیات کا اسلامی مفہوم:

ماحولیات کا اسلامی مفہوم سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی متون کا باوقت مطالعہ کیا جائے۔ جدید عصری اصطلاح میں ماحولیات کے لئے عربی زبان میں لفظ "البیئۃ" استعمال کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ لفظ اسلامی متون میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ لفظ قرآن و سنت میں (Environmemt) کے اصطلاحی معنیٰ میں استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں ماحولیات (Environmemt) کی جدید اصطلاح کے لئے "البیئۃ" کے بجائے "الارض" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

لغت میں کسی بھی چیز کے نیچے مکان، کو ارض کہا جاتا ہے اور اس کے مقابل کسی بھی چیز کے اوپر والے مقام کو سماء کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر اپنے گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے لفظ ارض اور سماء کا استعمال کرتے ہوئے کہتا ہے:

واحمر کالدیباج اما سماؤہ فریاوا ما ارضہ فمحول

"یہ دیباج کے رنگین کپڑے کی طرح لال اور خوبصورت گھوڑا ہے، اس کا بالائی حصہ مرطوب ہے اور اس کے نیچے حصہ خشک ہے۔"

ماحول کی سائنسی اور دیگر تعریفات کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں کسی نہ کسی پہلو سے زمین کا ذکر و تعریف موجود ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآنی اصطلاح "الارض" جامع و مانع اصطلاح ہے اور اس میں ماحولیات کے تمام مسائل شامل ہو سکتے ہیں۔

اہمیت وافادیت:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو جن جن نعمتوں سے نوازا ہے وہ اپنی مثال آپ ہیں، کوئی نعمت ایسی نہیں جس کا کوئی نعم البدل ہو لیکن بہترین صحت خدا کی نعمتوں میں سے نعمت کبریٰ کی حیثیت رکھتی ہے، اور اسی صحت کو دوام بخشنے کے لئے انسان پر جسم کے کچھ حقوق متعین فرمادیے اور اسے عبادت کے زمرے میں داخل کر دیا، کیوں کہ انسانی شخصیت پر صحتمندی کے براہ راست اثرات مرتب ہوتے ہیں اگر صحت ٹھیک ہے تو انسان ہر کام خوشدلی سے کرتا ہے اپنے روزہ مرہ کے معمولات میں مثبت تبدیلی محسوس کرتا ہے، اور اگر انسانی جسم کسی بیماری کا شکار ہے تو دنیا جہاں کی آسائشوں کے باوجود بھی اپنے اندر خوشی محسوس نہیں کرتا۔ ماہر ماحولیات کے مطابق انسانی صحت پر ماحول کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اگر انسان کی پرورش اچھے پاکیزہ اور ستھرے ماحول میں ہوتی ہے تو اس کے مثبت اثرات انسانی زندگی اور صحت پر وارد ہونگے اور اگر ماحول میں کسی قسم کی بیماریاں، جراثیم پھیلے ہوئے ہیں تو انسانی صحت پر اس کے منفی اثرات مرتب ہونگے۔ لہذا اسلام نے جہاں انسان کو دل کے تزکیہ، دماغ کی تطہیر، کان، زبان اور نظر کی حفاظت کا حکم دیا ہے وہیں اسے اپنے ظاہر کو بھی پاک وصاف رکھنے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اس لئے اتارا ہے کہ اس سے تطہیر و پاکیزگی اور صفائی ستھرائی کا کام لے سکیں، اور پھر انسان کے لئے زمین جنگلات پھول پودے بھی پیدا فرمائے جس کی مدد سے انسان اپنی ضروریات زندگی کو پورا کر سکے، اور اس انسان کے کے لئے ہوا، آگ اور پانی کا بھی بندوبست فرمایا جو انسان کے لئے اچھی اور صحتمند زندگی گزارنے کا ذریعہ بنیں۔ اور اس ماحول کو پاک وصاف رکھنے کا بھی حکم فرمایا کہ انسان دائمی فوائد حاصل کرنے لئے زمین یعنی ماحول، معاشرے کو مختلف خرابیوں، بیماریوں، اور آلودگی سے بچا سکے۔

قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ''اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً اور باطناً) پاک صاف رکھے۔'' آج انسان جن بیماریوں کا شکار ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں جس کا اصل سبب ماحولیاتی آلودگی کو قرار دیا جاتا ہے، اللہ تبارکو تعالیٰ نے جو شریعت خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی ہے، اس میں تا قیامت تمام انسانی طبقات کے لیے ہر دنیاوی شعبے میں بلا تفریق کون ومکان، زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق مکمل رہبری ورہنمائی موجود ہے آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے انسان کو آج سے 1400 سال قبل تحفظ ماحول کے متعلق تعلیمات ارشاد فرمائی تھیں جو آج بھی قابل توجہ ہیں۔

ماحولیاتی آلودگی کا دائرہ بہت وسیع ہے ماحولیاتی آلودگی کو ہم نے ہوا، پانی، مٹی، دھواں، درجہ حرارت کی کمی یا زیادتی تک محدود کر دیا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو ماحولیاتی آلودگی کا (ISSUE) فقط انہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ماحولیاتی آلودگی کا دائرہ کار وسیع ہے اس کا اطلاق اخلاقی آلودگی، اقتصادی آلودگی، سیاسی آلودگی، تعلیمی آلودگی، ظاہری وباطنی آلودگی، ذہنی، فکری اور معاشرتی آلودگی پر بھی ہوتا ہے- ماحول ہی کی وجہ سے انسان جسمانی اور روحانی طور پر متاثر ہوتا ہے اگر معاشرہ اپنی اخلاقی اقدار کھو بیٹھے تو اس کے نتیجے میں

پیدا ہونے والی لڑائی جھگڑے کی وجہ سے ہر طرف خوف وہراس پھیل جاتا ہے جہاں پر شرفاء اور غرباء کے لیے ایام زندگی گزارنا مشکل ہو جاتے ہیں اور اگر معاشرہ اپنی طبیعی اور احساسی اقدار کھو بیٹھے تو ہر گلی وکوچہ غلاظت اور گندگی کا ڈھیر بن جائے-پورا شہر ہر جگہ کھڑے بدبودار پانی کی وجہ سے فلڈ ایریا کی صورت اختیار کر لے تو پھر ایسی جگہ پر طبیعی اور طبی لحاظ سے انسانی زندگی گزارنا ناممکن ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ہر قسم کی ماحولیاتی آلودگی ختم کرنے کی تعلیم دی ہے تاکہ انسان ذہنی، فکری اور جسمانی لحاظ سے محفوظ اور پُر سکون زندگی گزار سکے- حضور نبی کریم (ﷺ) کی سیرت طیبہ ان ہمہ قسم کی ماحولیاتی آلودگی کے خاتمہ کا احاطہ کرتی ہے-

ماحول کی اقسام:

ماہرین نے ماحول کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے لیکن اس کی بنیادی تقسیم قدرتی (Natural Environment) اور مادی ماحول (Materialistic Environment) کے حوالے سے ہے-

قدرتی ماحول: اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیئت سے پیدا ہونے والے وہ تمام عناصر جو انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں قدرتی ماحول کہلاتے ہیں- آب وہوا، کم وکیف، زمینی وسائل، سمندر کا ہونا یا نہ ہونا، ساحل کے پھیلاؤ کی کیفیت، زمین کی پستی وبلندی، سطح زمین پر بہتے ہوئے پانی کی مقدار جیسے دریا وچشمے، شب وروز کا اختلاف، فصلوں کی کیفیت وغیرہ سے انسان کا قدرتی ماحول تشکیل پاتا ہے-

مادی ماحول: قدرتی ماحول کے ساتھ جب انسان چھیڑ چھاڑ شروع کرتا ہے اور اپنی ضروریات ومفادات کی خاطر اس میں تبدیلیاں پیدا کرتا ہے چاہے وہ منفی ہوں یا مثبت تو یہ ماحول مادی ماحول کہلاتا ہے- گویا یہ کہا جاسکتا ہے کہ قدرتی ماحول کے ساتھ ساتھ جب انسان نے اپنی بنائی ہوئی اشیاء بھی ماحول میں شامل کرنا شروع کیں تو مادی ماحول کی تشکیل ہوتی چلی گئی-

سماجی ماحول: سماجی ماحول سے مراد انسان اور وہ تعلقات وروابط ہیں جو کسی معاشرہ کے افراد کے درمیان پائے جاتے ہیں- سماجی ماحول میں انسان کی شخصیت تشکیل پاتی ہے- اگر یہ ماحول ایمانی ماحول ہے تو یہ بچہ ایمانی تربیت کا متحمل ہوتا ہے اور اگر ایمان سے منحرف ماحول ہے تو ایمان سے منحرف ہو جاتا ہے-

ثقافتی (نظریاتی) ماحول: ثقافتی ماحول سے مراد معرفت، عقائد، سائنس، قانون، اخلاقیات، عرف عادت وغیرہ ہے- سائنس دانوں کے ایک فروہ کے مطابق سائنس وفکری فوقیت ثقافتی ماحول سے پیدا ہوتی ہے- فکر اور تصور کائنات معاشرے کی اقدار کی بنیادیں ہیں جو افراد و کمیونٹی پر بہت اثر انداز ہوتی ہیں-

لفظ ”آلودگی“ معنی ومفہوم:

اردو لغت میں لفظ ”آلودگی“ کے معنی ”ناپاکی، آلائش“ مراد لئے گئے ہیں، عربی لغت میں لفظ ”آلودگی“ کو ”تلوث“ کہا جاتا ہے، جو کہ ”لوث“ سے ماخوذ ہے، یعنی ”خراب ہونا، گدلا کر دینا“ ”لُوِّثَ رأْسُہ وجِلْدُہ“ اسی طرح یہ لفظ عربی کے مختلف محاوروں میں بھی استعمال ہوتا ہے، اور عربی کی مشہور لغت الصحاح میں اس لفظ کے

حوالے سے تحریر ہے ، (لوث الماء کدرہ) پانی کو آلودہ یعنی گدلا کر دیا، جبکہ عربی ماحولیاتی اصطلاح کے لئے " تلویث البیئۃ " کا لفظ مستعمل ہے۔ جبکہ انگریزی زبان میں " Pollution " اور ماحولیاتی اصطلاح میں " Environmental Pollution " کہا گیا ہے۔

قرآن کریم میں لفظ "آلودگی" کی تعبیر:

" قرآن حکیم میں آلودگی کی تعبیر لفظ " رجز " اور " رجس " سے کی گئی ہے۔ یہ دونوں اصل میں ایک ہی لفظ کی دو شکلیں ہیں۔ اصل کے اعتبار سے ان میں اضطراب اور ارتعاش کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ گندگی اور نجاست کو دیکھ کر طبیعت اور مزاج میں چونکہ سنسنی اور اضطراب کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے گندگی اور نجاست پر ان کا اطلاق ہونے لگا۔ اس سے بڑھ کر عذاب کے معنی میں بھی ان دو کلمات کو استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ عذاب سے بھی دلوں میں کپکی اور اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ" اپنے کپڑے کو پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو"۔ اس آیت مبارکہ کا انگریزی ترجمہ ہے:

Thy raiment rurily.and Pollution shun.

" رجز اور رُجز دو ہم معنی لغت ہیں۔ ابو العالیہ اور ربیع نے کہا: رجز سے نجاست اور معصیت مراد ہے جب کہ رجز صنم کے مفہوم میں ہے۔ کلبی نے رُجز سے عذاب مراد لیا ہے"۔ جبکہ تفہیم القرآن میں مولانا مودودیؒ نے اس آیت کریمہ میں رجز سے ہر قسم کی گندگی مراد ہے۔ خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی، لباس و معاشرت کی ہو یا اخلاق و اعمال کی ہو، افکار و عقائد کی ہو یا اجسام و ابدان کی گندگی اور آلودگی کو رجس یا رجز کہا جاتا ہے۔ اسی طرح گندے آدمی کو رَجل رجس کا نام دیا جاتا ہے۔"

آلودگی کی اقسام

ماہرین ماحولیات نے ہر دور میں مختلف ماحولیاتی آلودگیوں کا ذکر کیا ہے عصر حاضر میں اب ان اقسام کی تعداد کافی حد تک بڑھ چکی ہے جن میں (۱) زمینی آلودگی (2) آبی آلودگی (3) فضائی آلودگی (4) صوتی آلودگی (5) غذائی آلودگی (6) کیمیائی آلودگی وغیرہ شامل ہیں

مگر چونکہ انسان کا تعلق آگ ہوا اور پانی سے ہے ماہرین ماحولیات کا ماننا ہے اگر انسان ان یہ بنیادی آلودگی پر قابو پالے کافی حد تک ماحولیاتی نظام میں بہتری ممکن ہے۔

ماحولیاتی آلودگی کا مفہوم:

ڈاکٹر عبد الکریم لفظ " آلودگی " کا اصطلاحی مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

" هو ادخال الانسان مبارشرة بطريق غير مباشرة المواد او لطاقة البيئة والذى يستتبع نتائج ضارة، على نحو يعرض الصحة الانسانيه للخطر ويضر

بالمواد الحيوية وبا النظم البيئة وينال من قيم التمتع بالبيئة ،او يعوق الاستخدامات الاخریٰ المشروعة للوسط"

آلودگی، انسان کا براہ راست یا بالواسطہ ماحول میں ایسا کوئی مادہ، مواد، کیمیائی اجزاء کا شامل کرنا جس کے نتیجے میں انسان صحت کو مضر اثرات لاحق ہوں، یا انسانی ماحول اور انسانی زندگی کو نقصان پہنچائے۔"۔ڈاکٹر فرح حسین ماحولیاتی آلودگی سے متعلق تحریر کرتی ہیں:"آلودگی وہ عمل ہے جو ہوا، زمین اور پانی کے طبعی کیمیائی اور حیاتیاتی خدوخال میں غیر صحت مندانہ تبدیلیاں لاتا ہے، جس سے انسان اور دوسرے جانداروں کی زندگی بری طرح متاثر ہوتی ہے "۔

ماحولیاتی آلودگی کے انسانی معاشرے پر اثرات:

جدید سائنسی ایجادات اور تکنیکی آلات کی بدولت عصر حاضر میں جو مسائل معرض وجود میں آئے ہیں ان میں سے ماحولیاتی بحران ایک بہت اہم، سنجیدہ اور سنگین مسئلہ اختیار کر گیا ہے۔ جس کو سمجھنے کے لئے اختصار کے ساتھ چند ماہرین ماحولیات کی رپورٹ درج ذیل ہیں:

I.P.C.C. نے جو کہ عالمی موحولیاتی تبدیلی پر عالمی ادارہ ہے، جس نے آلودگی کے متعلق رپورٹ جاری کی ہے گرین ہاؤس گیسوں (وہ گیس جن کے اخراج سے زمین کا درجہ حرارت غیر فطری طریقہ سے بڑھتا ہے) کے غیر معمولی اخراج سے زمین پر پچھلے 30 سال گذشتہ 1400 سالوں میں سب سے گرم سال تھے۔ اس کے نتیجہ میں موسمی غیر معمولی تبدیلیاں دیکھنے میں آرہی ہیں۔ سمندروں کی سطح پر درجہ حرارت بڑھ رہا ہے، سمندروں کی تیزابیت نارمل سے 26٪ بڑھ چکی ہے، آرکٹک گلیشیر پر برفانی چادر 3.5٪ ہر دس سال کی شرح سے گھٹ رہی ہے، جس کے نتیجہ میں پانی کی کمی، فصلوں کی گھٹتی پیداوار، جانوروں، کیڑے مکوڑوں وغیرہ کی نابودگی اور سمندری سواحل کے آس پاس کے ملکوں اور آبادیوں کے زیر آب آنے کے خطرات اور امکانات بڑھ رہے ہیں۔ کیمیاوی کھادوں کے استعمال سے زیر زمین پانی تک آلودہ ہو گیا ہے۔

ماحولیاتی آلودگی وہ منفی عمل ہے جس سے زمینی، آبی، اور فضائی وسائل خراب ہوتے ہیں، ہمارے ماحول کو آلودہ کرنے میں قدرتی اور غیر قدرتی کثافتوں کا عمل دخل ہے، آلودگی کی وجہ سے انسان حیوانات، نباتات اپنی فطری روش برقرار نہیں رکھ سکتے اور ان کی صحت اور بقاء کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ناصر تحریر کرتے ہیں:

”ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے نباتات، حیوانات، چھوٹے جانوروں، کیڑے مکوڑوں، پانی کے جانداروں کے ساتھ ساتھ ماحول پر بھی بہت خراب اثر ڈالا ہے جس کے نتیجے میں آدھے سے زیادہ قسم کے حیوانات اور نباتات ختم ہو چکے ہیں۔ اور جو موجود ہیں ان کا مستقبل بھی پریشانیوں سے گھرا ہوا ہے۔ ہوا، پانی، آسمان میں، پیڑ پودوں میں، تمام کیمیائی اشیا میں نامناسب اجزاء مل گئے ہیں جس سے وہ اب اتنے فائدہ مند نہیں رہ گئے ہیں، جتنے کہ وہ پہلے ہوا کرتے تھے“

زمینی آلودگی، تعلیمات نبوی ﷺ اور ذمہ داری:

ماہرین ماحولیات کے نزدیک زمینی آلودگی کو مٹی کی آلودگی بھی کہا گیا ہے، اور ماحول میں بنیادی آلودگی کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ ماحول کی تعریف سے واضح ہے کہ انسان کے ارد گرد جو کچھ بھی وہ ماحول ہی ہے، جن میں گھر، آبادیاں، بستیاں، عوامی پارکس، مارک، صنعتیں، دکانیں، مارکیٹس الغرض ہر وہ جگہ جو انسان کے ارد گرد میں موجود ہو ماحول کے ذمرے میں داخل ہے، اور اسی سے خارج ہونے والی نقصان دہ ذرات مادے جو ہماری زمین میں پھیل کر یا ایک انسان سے دوسرے انسان میں منتقل ہونے کی صورت میں جو بیماریاں، جراثیم وجود میں آتی ہے اسے زمینی آلودگی ہی کہا جاتا ہے۔

اسباب:

شہروں میں گندگی اور غلاظت وغیرہ کے ڈرموں کا آبادی والے علاقوں میں موجود ہونا، گلیوں، سڑکوں کو صاف ستھرا نہ رکھنا، عوامی جگہ پر قضائے حاجت کرنا، کھلے ہوئے نالے اور نالیوں کا پانی آبادی والے علاقوں سے گزارنا، گھر کا کچرا، بچوں کے پیمپرز، ٹوائلیٹ پیپرز، وغیرہ کسی مناسب جگہ پر نہ رکھنا، جگہ جگہ تھوکنا یا پان، گٹکا، تمباکو مین پوری کا گندہ پانی سڑکوں پر پھینکا، آبادی میں بھینس کالونیاں بنانا، بچے ہوئے کھانے، گندے شاپرز، لفافے، گندی تھیلیاں جگہ جگہ پھینک دینا وغیرہ معاملات سے ماحول پر آلودگی پھیلنے کے خدشات ہوتے ہیں۔

ارد گرد کا ماحول اور تعلیمات نبوی ﷺ:

کائنات کے ماحول کی اہمیت کے پیش نظر اس نے روز اول سے ہی ایسی تعلیم دی ہے جس سے ماحولیات کی ہر قسم کی آلودگی سے پاک وصاف معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اور اس نے ہر اس چیز سے منع کیا ہے جو ماحول کو آلودہ کرتا ہے اور جس کے منفی نتائج انسان یا کسی مخلوق پر پڑتے ہیں۔ اور ان چیزوں کی تاکیدی تعلیم دی ہے جو ماحول اور معاشرہ کو پاکیزہ اور غیر آلودہ رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ صفائی اور نظافت، حفظان صحت کے اہم اسباب میں سے ہے، نیز آلودگی کے خاتمہ کے لئے بھی صفائی لازم ہے، اسلام نے اس کی اہمیت کو اتنا بڑھایا کہ

اسے مسلمانوں کا شعار اور ان کی پہچان بنادیا اور اس کا ترغیبی و تاکیدی حکم دیا، اسلام نے انفرادی صفائی پر بھی زور دیا ہے، اسلام نے ان تمام ذرائع کا سد باب کیا ہے جن سے کسی فرد خاص کی طبیعت سلیمہ کو گزند پہنچے، یاعام لوگوں کو تکلیف کا سامنا ہو، اپنی ذات کی صفائی ہو یا گھر کی، ماحول اور پڑوس کی نظافت کا مسئلہ ہو، ندیوں نالوں اور عام گزر گاہوں کی حفاظت کا ہر زاوے سے اسلام نے اپنے ماننے والوں اور دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کی ہے، اور طہارت کے نظام کو اتنی اہمیت دی گئی ہے فقہ و حدیث کی کتابوں کی ابتداء کتاب الطہارۃ سے کی جاتی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے طہارت اسلام میں کتنی اہمیت کا حامل موضوع ہے۔ آپ ﷺ نے انفرادی صفائی کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ، نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ، كَرِيمٌ يُحِبُّ الكَرَمَ، جَوَادٌ يُحِبُّ الجُودَ، فَنَظِّفُوا، أُرَاهُ قَالَ، أَفْنِيَتَكُمْ وَلاَ تَشَبَّهُوا بِاليَهُودِ قَالَ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ، فَقَالَ: حَدَّثَنِيهِ عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، إِلاَّ أَنَّهُ قَالَ: نَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ

بے شک اللہ پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، صاف ہے اور صفائی کو پسند کرتا ہے، کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے، اور سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے، اس لئے تم لوگ اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھا کرو، اوران یہود کی مشابہت اختیار مت کرو جو اپنے گھروں میں کوڑا کرکٹ جمع کرتے ہیں"۔

نیز آپ ﷺ نے صاف رہنے والوں کے لئے جنت کی بشارت فرمائی ہے:

"تنظفوا بكل ما استطعتم، فان الله تعالى بنى الاسلام على النظافة، ولن يدخل الجنة الا كل نظيف"۔

"جہاں تک تم سے ہو سکے صفائی کرو، کیونکہ اسلام کی بنیاد صفائی پر ہے اور جنت میں صرف صاف رہنے والے ہی داخل ہوں گے"۔

زمینی آلودگی اور ہماری ذمہ داریاں:

- اپنی آبادی کا خیال رکھنا اور اس کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا اہل مکین اپنی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل کرنا ضروری ہے۔ اپنے علاقے کے چند ذمہ دار لوگوں کو ماحول کو صاف ستھرا رکھنے پر معمور کیا جائے، اساتذہ کرام، خطیب و آئمہ حضرات ماحول کی آلودگی اور اس کے نقصانات پر مذہبی تعلیمات اور سیرت کی روشنی میں ارشادات عوام کے سامنے پیش کریں۔
- دیہات میں رہنے والے کوڑا کرکٹ اور غلاظت کو آبادی سے دور کہیں گڑھا کھود کر دفن کریں، جبکہ شہر میں رہنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ رہائشی علاقوں میں کوڑا کرکٹ، گندگی، غلاظت وغیرہ کو ڈر

موں اور ڈسٹ بینوں میں ڈال کر رکھا جائے اور روزانہ کی بنیاد پر بلدیاتی نمائندوں کے ذریعے کہیں دور ڈلوایا جائے۔

- گھر کا کوڑا کرکٹ بیلک شاپر میں رکھ کر اسے بند کر کے کچرہ کنڈی میں رکھیں، گلیوں، سڑکوں کو صاف رکھنا، اور گلیوں اور سڑکوں پر کچرا پھینکنے کے عمل سے خود بھی رکیں اور دوسروں کو بھی اس سے روکیں۔ بچوں کو گلی، میں بول براص کرنے سے روکنا بھی ہم سب کی ذمہ داری ہے۔
- رہائش علاقے اس طرز پر قائم کئے جائیں کہ جس سے کسی کے گھر پر ہوا کا گزر برقرار رہے۔
- وبائی امراض پھیلنے کی صورت میں گھروں پر ہی رہا جائے کہ یہ وبا عام نہ ہو۔
- پارکس، کھیل کے میدان، میں گندے شاپرس نہ پھینکے جائیں، جگہ جگہ پان، چھالیہ کا پانی دیواروں پر، سڑک پر پھینکنے سے لازمی رکنا چاہیے، اپنے کپڑے، اور جسم کی صفائی کا خاص خیال رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے، خاص کر وبائی حالات میں جسم اور لباس کا خاص خیال رکھیں انہیں جراثیم اور بیماریوں سے بچایا جائے

حرف آخر

موجودہ دنیا ماحولیاتی حوالے سے سنگین خطرات سے دوچار ہے۔ بنی نوع انسان اس بارے میں واضح طور پر جانتی ہے لیکن اس حوالے سے ذمہ داریاں نبھانے کے موقع پر اکثر افراد قدم پیچھے ہٹا لیتے ہیں۔ کائنات انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کا تحفہ اور اس کی تمام اشیاء اللہ نے اس کے لئے مسخر کر دی ہیں۔ اس کا ایک متوازن قدرتی نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے رواں دواں ہے۔ اس کی ہر چیز مکمل اور مستحکم ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ میں ہر طرح کی ماحولیاتی آلودگی کے تحفظ کی طرف روزِ اول سے ہی توجہ اور آگاہی فراہم کی گئی ہے، ابھی انسان سرے سے اس کی اہمیت سے نابلد تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر بنی نوع انسان آج بھی تعلیمات نبوی ﷺ پر عمل کرنا شروع کر دیں تو اپنے ماحول کو ہر طرح کی آلودگیوں سے محفوظ بنا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی تمام قابلِ قدر سنّتوں کی اتباع نصیب فرمائے۔

سفارشات و تجاویز

- ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے اقدامات اختیار کیے جائیں کہ جس سے لوگوں میں ماحولیاتی آلودگی سے محفوظ ہونے سے متعلق اسلامی اور نبوی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے، تاکہ لوگ اس پر عمل کر کے ماحولیاتی آلودگی سے بچ سکیں اور اس ضمن میں موجود وسائل کو بروئے کار لایا جائے، جیسے کہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا
- عصری اور دینی درسگاہوں کے ذریعہ قوم کے نوجوانوں کو باخبر اور باشعور بنایا جاسکتا ہے تاکہ وہ بھی ماحولیاتی آلودگی سے محفوظ زندگی گزار سکیں۔

- ائمہ مساجد، خطباء اور وعظاء کے ذریعہ سے بھی پوری قوم میں نبوی تعلیمات عام کی جاسکتی ہیں۔
- وفاقی اور صوبائی حکومتیں شہری آبادکاری کے سلسلہ میں ماسٹر پلان کے تحت ایسے انتظامات کو یقینی بنائیں جن کے نتیجے میں ماحولیاتی آلودگی کم سے کم سطح پر چلی جائے۔
- ضلعی اور صوبائی حکومت شہروں کے کوڑا کرکٹ کو کھلے میدانوں میں پھینکنے کے بجائے مخصوص پلاٹوں میں جمع کر کے توانائی میں تبدیل کرنے کے لیے انتظامات کر سکتی ہے۔
- ریاستی سطح پر لاکھوں بیروزگار افراد کو غیر آباد زمینوں الاٹ کر کے انہیں آباد کرنے کی ذمہ داری دی جاسکتی ہے اس طرح اس غیر استعمال شدہ زمین کو شجرکاری کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔
- تعلیمی اداروں میں ماحول کے حفاظت کی اہمیت اور آلودگی کے نقصانات سے متعلق مواد شامل کر کے اسلامی تعلیمات سے طلبہ کو آگاہ کیا جاسکتا ہے۔
- حکومت شہری آبادکاری کے سلسلہ میں ماسٹر پلان کے تحت انتظامات کر کے ماحولیاتی آلودگی سے عوام کو بچاسکتی ہے۔
- حکومت شہروں کے کوڑا کرکٹ کو کھلے میدانوں میں پھینکنے کے بجائے مخصوص پلاٹوں میں جمع کر کے تلف کرنے یا توانائی میں تبدیل کرنے کے لیے انتظامات کر سکتی ہے۔
- عوام کو شجرکاری کے فوائد و ثمرات سے آگاہ کیا جائے اور ان کو ترغیب دے کر درخت لگانے پر آمادہ کیا جائے اور ان کو اخروی ثواب بھی بتایا جائے۔
- ہسپتالوں اور کارخانوں میں موجود فضلہ کو ٹھکانے لگانے کا انتظام کیا جائے۔
- معاشرے میں صحت مندانہ ماحول پیدا کرنے کے لیے کھیلوں کی طرف بھی خصوصی توجہ دی جائے اور بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر منظم انداز میں کے لئے اقدامات اٹھائے جائیں۔
- انفرادی و اجتماعی طور پر اسلام کے نظریہ طہارت و نفاست پر عمل کیا جائے تاکہ ماحولیاتی آلودگی کا مکمل خاتمہ ہوسکے۔

* * * * * *

مسلمانوں کیا تم بھی!

(معافیہ ارشاد، ایم-اے سمسٹر:86-20-M،3)

جرمنی کا چانسلر ترکی کے دورے پر آیا۔ وزارت ثقافت و تعلیم ترکیہ نے اس کے بے مثال استقبال کا پروگرام بنایا۔ اپنی ثقافت، اپنی تہذیب دکھانے کے لیے اور اپنے آپ کو ایک ایڈوانس ملک ثابت کرنے کے لیے وہ بعض سکولوں کی نوجوان بچیوں کو سڑکوں پر لے آئے۔ سڑکوں کے کنارے نوجوان بے پردہ لڑکیاں پھول لے کر کھڑی تھیں۔ وہ جہاں سے گزرتا اس پر پھول نچاور کیے جاتے۔

جرمن چانسلر نے جب لڑکیوں کے لباس کو دیکھا تو اسے بے حجابی کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ اس نے ذمہ داران حکومت ترکیہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"میں جب ترکی آ رہا تھا تو میرا خیال تھا میں ایک اسلامی ملک جا رہا ہوں، وہاں مجھے خواتین میں اسلامی پردہ اور اسلامی اقدار نظر آئیں گی۔ مگر یہاں تو مجھے بے پردگی ہی نظر آئی۔ یورپ میں ہمیں یہی چیز تو لے ڈوبی ہے، گھرانے تباہ و برباد ہو گئے، رشتے داریاں ختم ہو گئیں، بچے اپنے والدین سے جُدا ہو گئے، ہمارا فیملی سسٹم پورے کا پورا تباہ و برباد ہو گیا ہے۔" مسلمانو! کیا تم بھی۔۔۔؟

******

مسئلہ سُود

(اقراء نعیم، بی-ایس، سمسٹر:7،BS-18-38)

سود کو عربی زبان میں "ربا" کہتے ہیں، جس کا لغوی معنی ہے: بڑھنا، اضافہ ہونا، بلند ہونا۔
اور شرعی اصطلاح میں ربا (سود) کی تعریف یہ ہے:

"قرض دے کر اس پر مشروط اضافہ یا نفع لینا یا کیلی (ناپ کر بیچی جانے والی) یا وزنی (تول کر بیچی جانے والی) چیز کے تبادلے میں دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو ایسی زیادتی کا ملنا جو عوض سے خالی ہو اور عقد میں مشروط ہو۔"

مثلاً: رقم کے عوض رقم لینا، جیسے سو روپے کسی کو قرض دیا، اور دیتے وقت یہ شرط لگائی کہ سو سے زائد مثلاً دو سو روپے دینے ہوں گے، یا قرض دے کر اس سے مزید کوئی فائدہ لینا۔

بلاشبہ سود اسلام میں قطعی طور پر حرام ہے، کیوں کہ یہ ایک ایسی لعنت ہے جس سے نہ صرف معاشی استحصال، مفت خوری، حرص و طمع، خود غرضی، شقاوت و سنگدلی، مفاد پرستی، جیسی اخلاقی قباحتیں جنم لیتی ہیں، بلکہ معاشی اور اقتصادی تباہ کاریوں کا ذریعہ بھی ہے، اسی وجہ سے قرآنِ مجید میں سود سے منع کیا گیا ہے:

"اے ایمان والو سود مت کھاؤ (یعنی مت لو اصل سے) کئی حصے زائد (کر کے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔"[1]

نیز شریعتِ مطہرہ نے نہ صرف اسے قطعی حرام قرار دیا ہے، بلکہ اسے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ قرار دینے کے ساتھ مختلف وعیدوں کو بھی ذکر کیا، جیسے کہ قرآنِ مجید میں ہے:

"اور جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر (یعنی خیران و مدہوش)، یہ سزا اس لیے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو کچھ پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا اور (باطنی) معاملہ اس کا خدا کے حوالہ رہا اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جاویں گےئے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"[2]

---

[1] سورۃ آلِ عمران، رقم الآیۃ:130، ترجمہ: بیان القرآن

[2] سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:275، ترجمہ: بیان القرآن

سود کی وجہ سے اگرچہ بظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن درحقیقت وہ مال میں نقصان، بے برکتی، اور ناگہانی آفات کا باعث ہوتا ہے، جیسے کہ قرآنِ مجید میں ہے:

"اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو (اور) کسی گناہ کے کام کرنے والے کو۔"[1]

اِن ہی باطنی نقصانات اور مختلف معاشی تباہ کاریوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سود سے بچنے کا حکم دیا ہے، قرآن مجید میں ہے:

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا باقیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔"[2]

اور جو لوگ اس ممانعت کے باوجود بھی سود جیسے قبیح عمل کرتے ہیں تو ان کے اس عمل پر قہر و غضب کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو اللہ اور ان کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلان جنگ قرار دیا ہے، قرآن مجید میں ہے:

"پھر اگر تم (اس پر عمل) نہ کروگے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا) اور اگر تم توبہ کرلوگے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جاویں گے، نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔"

آپ ﷺ نے سود کو ہلاکت خیز عمل قرار دیا ہے، جیسے کہ حدیث شریف میں ہے:

"حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ وہ کون سی باتیں ہیں؟ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور اس جان کو ناحق مارنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جہاد سے فرار (یعنی بھاگنا) اور پاک دامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔"[3]

جس بستی میں سود ہوتا ہے وہ بستی سود کی وجہ سے ہلاک و برباد ہو جاتی ہے، حدیث شریف میں ہے:

---

[1] سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 276، ترجمہ: بیان القرآن

[2] سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 278، ترجمہ: بیان القرآن

[3] صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالی ان الذین یاکلون اموال الیتامی، رقم الحدیث: 2766، ج: 2، ص: 242، ط: المکتب الاسلامی

"حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کسی بستی میں زنا اور سود پھیل جائے، اللہ تعالیٰ اس بستی والوں کو ہلاک کرنے کی اجازت دیتا ہے۔"[1]

سود سے پاگل پن پھیلتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

"آپ ﷺ نے فرمایا: جس قوم میں سود پھیلتا ہے، اس قوم میں پاگل پن پھیلتا ہے۔"[2]

سود خور سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے، حدیث شریف میں ہے:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شب مجھے (معراج میں) سیر کرائی گئی، میں ایک جماعت کے پاس سے گزرا جس کے پیٹ کمروں کے مانند تھے، ان میں بہت سے سانپ پیٹوں کے باہر سے دکھائی دے رہے تھے، میں نے کہا: جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگے کہ سود خور ہیں۔"[3]

سود کرنے کا گناہ ماں سے زنا کرنے کے گناہ سے بھی بدتر ہے، حدیث شریف میں ہے:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سود میں ستر گناہ ہیں، سب سے ہلکا گناہ ایسے ہے، جیسے مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔"[4]

سودی کھاتہ لکھنے اور اس پر گواہ بننے والوں پر لعنت وارد ہوئی ہے، حدیث شریف میں ہے:

"حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اسکی گواہی دینے والے اور اس کا معاملہ لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی۔"[5]

ملحوظ رہے آج کل معاشرے میں سود کی مختلف تمویلی صورتیں مختلف ناموں سے رائج ہیں، شرعی اَحکام سے ناواقف آدمی کسی نہ کسی درجہ میں ان میں مبتلا ہو جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا، کہ کوئی بھی ایسا نہ رہے گا جس نے سود نہ کھایا ہو اور جو سود نہ کھائے، اسے بھی سود کا غبار لگے گا۔"([6])

---

[1] کتاب الکبائر للذہبی، الکبیرۃ الثانی عشرۃ، ص:69، ط: دار الکتب العلمیۃ

[2] کتاب الکبائر للذہبی، الکبیرۃ الثانی عشرۃ، ص:70، ط: دار الکتب العلمیۃ

[3] سنن ابن ماجہ، کتاب التجارۃ، باب التغلیظ فی الربا، رقم الحدیث:2273، ج:2، ص:763، ط: دار احیاء الکتب العربیۃ

[4] سنن ابن ماجہ، کتاب التجارۃ، باب التغلیظ فی الربا، رقم الحدیث:2274، ج:2، ص:763، ط: دار احیاء الکتب العربیۃ

[5] ایضا

[6] ایضا

فقط واللہ اعلم

******

معاشرتی جرائم کے اسباب اور ان کا ممکنہ تدارک اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

(زینب عبدالستار، ایم اے سمیسٹر:3، M-20-82)

ہر معاشرے کا ایک دستور ہوتا ہے جس کے مطابق لوگ اپنی زندگیاں بسر کرتے ہیں۔ اپنے روزمرہ کے معاملات کو انہی اصولوں کے تحت انجام دیتے ہیں۔ اور اگر معاشرے میں قانون کی بالادستی قائم نہ رہے تو معاشرے میں عدل ناپید ہو جاتا ہے۔ جرائم کا پھیلاؤ عام ہو جاتا ہے۔ عوام بدحالی اور ناانصافی کا شکار ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں میں احساس اور ذمہ داری کا خیال نہیں رہتا معاشرہ ذلت و رسوائی کی علامت بن جاتا ہے۔ بڑھتے ہوئے جرائم پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ آج بڑھتے ہوئے جرائم کے نوجوان نسل پر جس قدر اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ شرح خواندگی کا بہت کم اور ہماری عملی تربیت کا اسلامی طرز زندگی کے اصولوں کے عین مطابق نہ ہونا ہے۔ اسلام میں ملت کی بقاء کیلئے معاشرے کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس کیلئے اسلام نے قوانین بھی وضع کئے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر ہم مسلمان اپنی زندگیوں کو محفوظ بنا سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہم نے اسلام سے دوری اختیار کی ۔ جس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں کہ جھوٹ، قتل و غارت، فریب اور چوری، رشوت خوری، سود اور شراب نوشی اور دوسروں کی حق تلفی جیسی برائیاں جنم لے چکی ہیں۔ اور افسوس صد افسوس کہ حکومت ان جرائم کی روک تھام کیلئے کوئی ٹھوس اقدامات عمل میں نہیں لا رہی۔ بڑھتی ہوئی قتل و غارت گری نے معاشرے میں خوف و ہراس پھیلا رکھا ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ بنا کر رد عمل ظاہر کیا جاتا ہے جو ہنگامی صورتحال کو جنم دے رہی ہیں۔ آج اسلامی تعلیمات سے دوری نے ہمارے ذہنوں کو اس قدر مفلوج کر دیا ہے۔ کہ حلال حرام، سچ اور جھوٹ، کی تمیز نہیں رہی اور اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو کر دیگر جرائم میں ملوث ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرہ تباہی کی نظر ہو چکا ہے۔ کرپشن اور لوٹ مار نے معاشرے کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ ہر فرد زندگی کے آسائشوں کو ڈھونڈنے کیلئے کرپشن میں ملوث ہو رہا ہے۔ اسی طرح نشے جیسی بدترین برائی بھی معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ بہت سے لوگ ذہنی سکون حاصل کرنے کیلئے نشہ کی لعنت میں مبتلا ہیں۔ جو کہ غیر اخلاقی جرم ہے اور معاشرے میں بگاڑ کا سبب بھی۔ دین اسلام سے دوری نے صحیح اور غلط میں پہچان ختم کر دی ہے۔

موجودہ دور میں جرائم ایک عام معمول اور معاشرے کا جزو لازم بن گیا ہے۔، وہ جرائم خواہ اخلاقی ہوں یا جنسی طور پر ہو یا لوٹ مار، قتل اور ڈکیتی سے متعلق ہو، یا علاقائی اور شہروں کی سطح پر ہو، یا ملکی اور بین الاقوامی جرائم ہوں، اس کی زد سے نہ انفرادی زندگی محفوظ ہے نہ اجتماعی، آج پورے عالم میں جرائم اور بداخلاقی کا تناسب بہت تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے، آج ہمارے معاشرے میں جرائم کی کثرت کا جو عالم ہے، وہ کسی بیان اور وضاحت کا محتاج نہیں، ایسا لگتا ہے گویا پورا معاشرہ جرائم کی لپیٹ میں آنے لگا ہے، آج نامی گرامی دانشواروں اور مہذب تعلیم یافتہ سے لے کر ان پڑھ، گنوار آدمی تک ہر کوئی اپنے اپنے زاویے سے اس کے اصل محرکات واسباب پر

اپنا اپنا اظہار خیال کر رہے ہیں، کوئی بے روزگاری وجہ قرار دیتا ہے کوئی کہتا ہے کہ حکومت کی ناقص پالیسیوں کے باعث معاشرہ جرائم کی زد میں ہے، کوئی سیکیورٹی کے صحیح انتظامات نہ ہونے کو اس کا اصل سبب گردانتا ہے۔

معاشرے میں تعلیم کا فقدان اور بہترین آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے واقعات جنم لے رہے ہیں۔ آج ہم جس قدر معاشرتی برائیوں میں گھر کر انسانیت کی درجہ بندی سے گر گئے ہیں۔ ہمیں اپنی سوچ کو بدلنے کی اور عملاً اسلامی قوانین پر عمل پیرا ہو کر اسلام کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی ضرورت ہے، جس طرح ہر چیز کے پیدا ہونے کے جواز ہوتے ہیں اسی طرح جرائم کے پیدا ہونکے بہت سے اسباب ہیں، سب سے پہلے اسباب کا ذکر ہو گا اس کے بعد معاشرہ سے مجرمانہ سرگرمیوں کے تدارک کے بارے میں اصلاحی تجاویز پیش کی جائے گی۔ ان اسباب میں سے چند چیدہ چیدہ اور بڑے بڑے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

1-۔خوف خدا اور فکر آخرت کا فقدان۔

2۔اتحاد و یکجہتی کا فقدان۔

3۔معاشرے کا غیر ذمہ دارانہ رویہ۔

4۔غربت۔

5۔ ناانصافی۔

6۔بے روزگاری

7۔معاشرے میں شرح خواندگی کی کمی

8۔کمزور اور غیر منظم پولیس نظام

9۔عدم برداشت۔

1-خوف خدا اور فکر آخرت کا فقدان

آج ہمارا معاشرہ جن لاینحل مسائل و مصائب کے گرداب میں پھٹ ہوا ہے اسکی ایک بڑی وجہ خوف خدا سے غفلت اور فکر آخرت کو ترک کرنا ہے ہم نے اس ناپیدار دنیا کو مقصود و مطلوب بنایا ہے اور آخرت کی دائمی اور نہ ختم ہونے والی زندگی کو بھلایا ہے انہی اجتماعی گناہوں، غفلتوں اور کتاہیوں کا نتیجہ ہیں کہ آج پورا معاشرہ جرائم کی لپیٹ میں ہے اور نت نئے مسائل کا سامنا کر رہا ہے۔ اگر آج بھی لوگوں کے دل و دماغ میں یہ حقیقت راسخ کر دی جائے کہ زندگی صرف اس دنیا تک محدود نہیں بلکہ مرنے کے بعد ایک نہ ختم ہونے والی زندگی ہو گی، جس میں لوگوں کے حقیقی معنوں میں کامیابی اور ناکامی کا اعلان کیا جائے گا، تو صرف ایک چیز ہے جو انسانوں کو تنہائی میں بھی مجرمانہ سرگرمیوں سے باز رکھنے پر مجبور کر سکتی ہے بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کا دور جاہلیتاور تاریک دور کہلاتا ہے جس میں انسانیت دم توڑ چکی تھی، اور انسان اپنی پہچان کو بیٹھا تھا، اہر طرف قتل و غارت گری وفساد کا بازار گرم تھا، انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی، اس کی ابرو و عزت محفوظ نہ تھی، زنا روز کا معمول تھا، لیکن جب حضور ﷺ

تشریف لائے، لوگوں کے دل و دماغ پر محنت کی تو پھر وہی جزیرہ جو جرائم کی آگ میں جل رہا تھا وہاں جرائم کا خاتمہ ہوا، اور امن و محبت کی بہاروں اور رحمت خداوندی کے نزول کا مرکز ٹھہرا۔

حقیقت میں کرۂ ارض پر فساد و بگاڑ کا اہم سبب منعم حقیقی کی ناشکری و نافرمانی ہے، اس کے احکامات سے کھلی بغاوت نافرمانی ہے۔ ارشاد باری ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ(1)

"خشکی اور تری میں انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے فساد و بگاڑ پھیل رہا ہے اسلئے کہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھا دے، ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُم (2)

اور جو کچھ مصیبتیں تمہیں پہنچتی ہیں وہ دراصل تمہارے اپنے ہاتھوں کے اعمال کا بدلہ ہے"

2۔ اتحاد و یکجہتی کا فقدان

اتحاد و یکجہتی کمیابی بھی معاشرے میں جرائم کی پیداوار کا سبب ہے حالات کچھ اس نہج پر آگئے ہیں ۔ کہ ہر فرد ذاتی مفادات کے حصول کیلئے کوشاں ہے،، ایک دوسرے کی خبرگیری نہیں ، ہر شخص خود غرضی اور خود فریبی کے جنون میں مبتلا ہے ۔ باہمی اعتماد کی کمی اور نظریاتی انتشار جرائم پیشہ عناصر کو جرائم کے لیے ماحول سازگار کر دیاہے۔۔ حالانکہ اسلام ہمیں باہمی اتحاد و اتفاق کی تلقین کرتا ہے، اور ایک دوسرے کی ایذا رسانی سے منع کرتا ہے اس لئے اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ(3)

"ایک دوسرے کی مدد نیکی اور تقوی میں کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو"

اسلام کے نزدیک لڑائی جھگڑا کرنے والے لوگ فساد کی جڑ ہوتے ہین اور انہیں کوئی بھی (خواہ اس کا تعلق کسی بھی معاشرے سے ہو) تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ اسی بنا پر اللہ تعالی نے سورۃ الحجرات میں ارشاد فرمایا

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ (4)

"بے شک مسلمان (باہم) بھائی بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو"

خضور ﷺ کا فرمان ہے۔

عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لا يؤمن أحدكم، حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه» (5)

حضرت انسؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"کوئی شخص مومن (کامل) نہیں ہوسکتا تاآنکہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"

۔3-معاشرے کا غیر ذمہ دارانہ رویہ

ہمارے معاشرے میں کچھ لوگ خود تو جرائم سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں مگر جو لوگ مجرمانہ زندگی کی خطرناک لہروں میں پھنسے ہوئے ہیں، ان کو اس برائی کے بھنور سے نکالنے اور بچانے کی فکر نہیں کرتے، یہ ایسی اجتماعی غلطی ہے جو عام ذہنوں میں رچ بس گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جرائم خواہ قتل وغارت، ڈکیتی اور اغواء کی صورت مین ہو یا لسانی فسادات اور مختلف قسم کی دہشت گردی کی صور میں ہو، روز بروز بڑھ رہے ہیں لیکن ان کے سد باب کا اہتمام نہیں۔ جرم لوگوں کے سامنے ہوتا ہے۔ لیکن وہ اسکی روک تھام کیلئے رد عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔

حدثنا أبو نعيم، حدثنا زكرياء، قال: سمعت عامرا، يقول: سمعت النعمان بن بشير رضى الله عنهما، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: " مثل القائم على حدود الله والواقع فيها، كمثل قوم استهموا على سفينة، فأصاب بعضهم أعلاها وبعضهم أسفلها، فكان الذين فى أسفلها إذا استقوا من الماء مروا على من فوقهم، فقالوا: لو أنا خرقنا فى نصيبنا خرقا ولم نؤذ من فوقنا، فإن يتركوهم وما أرادوا هلكوا جميعا، وإن أخذوا على أيديهم نجوا، ونجوا جميعا " (6)

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ حدود الہیہ میں سستی اور نرمی کرنے والوں اور حدود الہیہ کو توڑنے والوں کی مثال ایسی ہے کہ کچھ لوگ ایک کشتی میں بیٹھے ہوں اور کشتی کی نشستوں میں تعین کے لیے قرعہ ڈالا، چنانچہ ان میں سے کچھلوگ کشتی کے بالائی منزل پر بیٹھے اور کچھ نیچے کی منزل میں تھے، وہ پانی لینے کے لیے اوپر والی منزل میں جاتے تھے، جس کی وجہ سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی تھی، پس نیچے کی منزل والے نے کلہاڑا لے کر کشتی کے نیچے حصہ میں سوراخ کرنا شروع کر دیا، اس نے جواب دیا کہ میرے آنے جانے سے آپ حضرات کو تکلیف ہوتی ہے اور ہمیں بہر حال پانی کی ضرورت ہے، اس لیے میں نے سوچا کہ کشتی کے نیچے سے سوراخ کرلوں تاکہ یہاں سے پانی لے لیا کروں، اب اگر یہ لوگ اس سوراخ کرنے والے کا ہاتھ پکڑلیں اور اسے سوراخ کرنے سے باز رکھیں تو اس کو بچالیں گے اور خود بھی بچ جائیں گے اور اگر اس کو اس حال پر چھوڑ دیا تو یقینا اس کو بھی ڈبوڈیں گے اور خود بھی ڈوب جائیں گے۔

اس حدیث مبارکہ میں سمجھایا گیا کہ پورا معاشرہ ایک ہی کشتی میں سوار ہے جب یہ کشتی جرائم اور گناہوں کے سوراخوں کی وجہ سے ڈوبے گی تو صرف گناہ گار ہی غرق نہیں ہوں گے بلکہ یہ کشتی نیک وبد سب کو لے کر ڈوبے گی۔

عن قيس بن أبي حازم، عن أبي بكر الصديق أنه قال: أيها الناس، إنكم تقرءون هذه الآية: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (7)وإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «إن الناس إذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه أوشك أن يعمهم الله بعقاب منه(8)

حضرت قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق نے ارشاد فرمایا اس میں اللہ تعالی کی حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو!تم یہ آیت: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (9) (ایمان والوں تم اپنے نفس کو لازم پکڑو تم کو نقصان نہیں دے گا وہ شخص جو گمراہ ہو جائے جبکہ تم ہدایت پر ہو) پڑھتے ہو، تم اس آیت کا مفہوم غلط لیتے ہو کہ ہم پر دوسروں کو گناہوں سے روکنا ضروری نہیں، سب اپنی فکر کرنی چاہیے، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ لوگ جب ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالی ان سب کو عذاب عام میں مبتلا کر دیں۔

4۔غربت

جرائم کے وجوہات میں کچھ حد تک غربت کا بھی دخل ہے جب لوگوں کو جائز طریقے سے ضروریات زندگی پورا کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہو تو ایسی حالت میں لوگ عملی زندگیمیں پنھپنے کیلئے جرائم سے وابستہ ہو جاتے ہیں ، احساس کمتری اور احساس شکست توان جرائم کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔
جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " كاد الفقر أن يكون كفرا، وكاد الحسد أن يغلب القدر "(10)

"حضرت انسؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی کبھار آدمی غربت کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اور کبھی کبھار حسد تقدیر پر غالب ہو جاتا ہے"

5۔ناانصافی

عدل اور انصاف بہترین معاشرے کے لیئے نہایت ضروری ہے، اللہ تعالی نے ایک ریاست کے قاضی یا جج کو عدل واحسان کرنے اور صحیح فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (11)

اللہ تعالی تمہیں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (12)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

جس معاشرے سے عدل اور انصاف اٹھ جائے اس معاشرے میں طرح طرح کی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں سے سب سے خطرناک برائی جرائم ہے جو کہ معاشرے کے لیئے سم قاتل ثابت ہوتی ہے، اگر ہم آس پاس اپنے ملک و معاشرے میں) نظر دوڑائیں تو بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے ملک میں عدل وانصاف اور قانون کی بالا دستی کا شدید فقدان ہے، جب کوئی معاشرہ کسی کو انصاف فراہم نہ کر سکے تو ظلم سے متاثر شخص انتقام کی آگ میں جلنے لگتا ہے اور پھر وہ حصولِ انصاف کے لیئے خود میدان میں نکل آتا ہے اور انتقامی کاروائی کے بعد وہ سزا کے خوف سے معاشرے میں واپس نہیں آتا اور جرائم کی تاریک دنیا میں پناہ لیتا اور وہاں مفاد پرست لوگ پناہ دینے کے بہانے اسکو اپنا آلہ کار بنا لیتے ہیں اور انفرادی جرم کی ابتداء کر بیٹھتا ہے لیکن بات یہی ختم نہیں ہوتی بلکہ رفتہ رفتہ اسکے ساتھ مزید لوگ ملتے جاتے ہیں اور ایک گروہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور یوں اجتماعی جرائم کا ایک نیا باب وجود میں آجاتا ہے۔ اسی طرح ایک عام شخص گروہ در گروہ میں تبدیل ہو کر معاشرے کے لیئے ایک ناسور کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور پھر معاشرہ جو کہ خود اس ناسور کا ذمہ دار ہے اسکو ختم کرنے کے لیئے اپنی توانائیاں صرف کرنے لگتا ہے اور حکومت کی تمام تر توجہ اور وسائل ان جرائم پیشہ عناصر اور اسکی کارروائیوں کو روکنے میں صرف ہونے لگتے ہیں۔

معاشرے سے ناانصافی، رشوت اور ظلم کا خاتمہ ہی ایسی تلوار ہے جو کہ جرائم کی شرح کو بہت نیچے لا سکتی ہے، اور اس کے لیئے حکومت کو مخلص ہو کر متعلقہ اداروں سے کام لینے کی بے حد ضرورت ہے۔ جس معاشرے میں جرائم کی سطح آخری حد کو چھو رہی ہو وہاں کبھی معاشی خوشحالی نہیں آسکتی اور نہ ہی وہ معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

6۔ بے روزگاری

مملکت خداداد پاکستان میں مستقل روزگار والے کم ہیں، اچھے پڑھے لکھے طبقے کو بھی ملازمت حاصل کرنا دشوار بن گیا ہے، بے روزگاری سے تنگ آکر لوگوں میں لاقانونیت کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ بے روزگاری اکثر وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم سے ہی وجود میں آتی ہے سو بھوک اور بے روزگاری کی چکی میں پسنے والے لوگ اکثر جرائم کی طرف چل نکلتے ہیں، ضروری نہیں کہ وہ بندوق اٹھالیں، جعلسازی، اسمگلینگ، منشیات فروشی اور ایسے دیگر جرائم سے وابستہ لاکھوں لوگوں کی نوے فیصد سے بھی زیادہ تعداد بے روزگاری سے تنگ آکر اسطرف چلی آئی ہے

اور پھر اس دلدل میں ایسی دھنسی ہیکہ نکلنا دو بھر ہو گیا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ہر آدمی کو سرکاری نوکری دینا ہی حکومت کی ذمہ داری ہے بلکہ حکومت کی ذمہ داری ہیکہ وہ روزگار کے صاف شفاف اور رشوت سے پاک مواقع اور سازگار ماحول پیدا کرے اس مقصد کیلئے مختلف صنعتوں اور تجارتوں کو فروغ دے، کارخانے جات اور فیکٹریاں قائم کرے، قرض جو کہ بینکوں کے ذریعے دیئے جاتے ہیں (روزگار کے لیئے) ان کی ترسیل عام ضرورت مند لوگوں تک انصاف کی بنیاد پر یقینی بنائے۔ مفاد پرست پالیسی میکرز جو کہ لمبی اور مشکل پالیسیاں بنا کر مخصوص لوگوں کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں ان پر کڑی نظر رکھے اور ان عہدوں پر مخلص اور اہل لوگوں کو تعینات کرے اور بینکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں کو رشوت اور سفارش کی لعنت سے پاک کرے اور ان بدعنوانیوں میں ملوث لوگوں کو کڑی سے کڑی سزا دیکر عبرت کا نشان بنائے جائے۔

7۔معاشرے میں شرح خواندگی کی کمی

تعلیم کسی معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہے اور تعلیم کا فقدان کسی معاشرے میں برائیوں اور دقیانوسی روایات کا موجد ہوتا ہے۔ جرائم کی پیداوار میں ایک سبب تعلیم کا فقدان یعنی شرح خواندگی کی کمی بھی ہے، اکثر جاہل افراد جرائم کی سماجی، اخلاقی اور مذہبی قباحت سے ناواقفیت کے سبب بہت سے جرائم کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

پرائمری تعلیم ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے لیکن اسکی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دیا گیاہے جسکی وجہ سے تعلیم کی عمارت کمزور رہی ہے۔ ہمارے معاشرے میں تعلیم کو صرف پڑھنے لکھنے کا ہنر گردانا جاتا ہے جو کہ ایک غلط اور خطرناک سوچ ہے تعلیم میں جب تک تحقیق کو ایک خاص مقام نہ دیا جائے تعلیم فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔

8۔کمزور اور غیر منظم پولیس نظام (قانونی گرفت کا فقدان)

محکمہ پولیس جو کہ بہت سے یونٹس پر مشتمل ہے، معاشرے میں امن امان کا ذمہ دار ہے، لیکن ہماری پولیس کو جرائم کی روک تھام سے زیادہ برسر اقتدار حکومتوں نے ہمیشہ سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیئے استعمال کیاہے، جس محکمہ کے سپاہی کے خوف سے کبھی بڑے بڑے عہدار اور معاشرے کے سربر آوردہ افراد کانپتے تھے آج ہماری حکومتوں کی غلط روش کے سبب اور محکمہ میں بےجا سیاسی مداخلت کی وجہ اس محکمے کے اعلیٰ افسران وڈیروں اور چوہدریوں کے سامنے ہاتھ باندھے گڑگڑا کر پیٹی (بیلٹ) بچاتے نظر آتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہیکہ وہ سرکار کے نہیں بلکہ ان لوگوں کے ذاتی ملازم ہیں ۔

حکومت کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افراد کی جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ ذہنی تربیت کا انتظام کرنا چاہیئے تاکہ انکی مینٹلی اپروچ امپروو ہو سکے اور وہ اس جدید دور میں جرائم کے جدید طریقوں سے بہتر طور پر نپٹ سکیں۔ اقوامِ متحدہ کے ذریعے یا اپنے طور پر پاکستان پولیس کے چھوٹے اہلکاروں (جن میں سپاہی بھی شامل ہوں) ایک منصفانہ چناؤ کے ذریعے دماغی اور تفتیشی تربیت تجربہ دیا جائے۔ اور دوسرے

ملکوں جن میں بہترین تربیتی مراکز ہیں ان میں کچھ لوگوں کو ٹرینگ دیا جائے تاکہ وہ اپنی ملک کی پولیس ادارے کی تربیت کریں۔

درجہ بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ قانون نافذ کرنے والی اداروں اور حکومت کی غلط حکمت عملیوں کی وجہ سے جرائم میں بے تحاشہ اضافہ ہو رہا ہے اور جزا و سزا کے عمل کے نا ہونے یا نہایت سست ہونے کی وجہ سے لوگ جوک در جوک مختلف قسم کے گھناؤنے جرائم سے وابستہ ہو رہے جو کے بعد میں بڑے ملزم بن کر بڑے دہشتگردوں یا ان کے حواریوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ لہٰذا حکومت کو چاہئیے کہ وہ امن وامان قائم کرنے اور ظلم وناانصافی کو مٹانے کے لیئے فوری اور مضبوط اقدامات کرے تو انشاء اللہ یہی اقدامات امن اور ملک کی بقاو سلامتی کے لیئے نئی روح اور طاقت کا سبب بنیں گے۔

جرائم کے اسباب میں ایک ظاہری سبب قانونی گرفت کا فقدان بھی، خوف خدا نہ ہو تو بعض لوگ قانون کی خوف سے جرائم سے بچتے ہیں۔ قانون جتنا سخت اور غیر لچک دار ہو تو لوگ جرم سے اتنا زیادہ بچیں گے، اگر قانون نرم اور لچکدار ہو تو مجرم جرم کے ارتکاب سے نہیں گھرائے گا، مملکت خداداد میں مختلف وجوہات کی بناء پر قانون کی گرفت ڈھیلی اور غیر مؤثر ہے یہی وجہ ہے کہ آج تقریبا ہر فرد کی طبیعت میں بدمعاشی اور قانون شکنی اور خودانتظامی کا تصور پایا جاتا ہے، لوگوں کے دل و دماغ میں یہ بات موجود ہے کہ حکومت وعدالت کے پاس انصاف نہیں، جس کی وجہ سے جرائم کی شرح بڑھ گئی ہے.

9۔عدم برداشت

جرائم کے اسباب میں کچھ حد عدم برداشت کا بھی عمل دخل ہے، جب کسی شخص کے مزاج اور طبیعت کے خلاف کوئی کام ہو جائے، اور کسی سے کوئی تکلیف پہنچ جائے۔ تو وہ قوت برداشت کی کمیابی کی وجہ سے اس کا انتقام لینے کے درپے ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ہمیں تحمل اور برداشت سے کام لینا چاہیئے کیونکہ تحمل کی تعریف یہی ہے کہ کسی نہ گوار بات کو انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے بھی برداشت کیا جائے۔ اور کسی طرح کا بغض اپنے دل میں نہ رکھا جائے۔ کیونکہ اسلام ہمیں ایسے موقع پر برداشت، تحمل اور بردباری کا درس دیتا ہے (13)

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (14)

وہ لوگ جو اپنے غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کا قصور معاف کر دیتے ہین، اور اللہ تعالی احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کر دینا اخلاق میں ایک بڑا درجہ رکھتا ہے، اور اس کا ثواب آخرت نہایت اعلی ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے۔

عن أبي بن كعب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من سره أن يشرف له البنيان، وترفع له الدرجات فليعف عمن ظلمه، وليعط من حرمه، وليصل من قطعه» (15)

جو شخص یہ چاہے کہ اس کے محلات جنت میں اونچے ہوں اور اس کے درجات بلند ہوں اس کو چاہئے کہ جس نے اس پر ظلم کیا ہو اس کو معاف کر دے اور جس نے اسکو کبھی کچھ نہ دیا ہو اس کو بخشش وہدیہ دیا کرے، اور جس نے اس سے ترک تعلقات کیا ہو یہ اس سے ملنے میں پرہیز نہ کرے"

جرائم کے اثرات

معاشرے میں مثبت اقدامات اور رویوں کا مثبت اثر ہوتا ہے، لیکن یہ اقدام اگر جرائم کی صورت میں منفی نوعیت اختیار کر لیں تو اس کے اثرات بھی یقیناً منفی نوعیت کے ہی ہوں گے، معاشرے میں جرائم کی زیادتی ہو ،اور ان کے سدباب کے لیے سنجیدگی سے توجہ نہ دی جائے اور ایسے مسائل کے حل کے لیے ٹھوس اقدامات نہ کیے جائیں تو معاشرے میں جرائم پھیل جاتے ہیں، مثلاً معاشرتی بگاڑ، اخلاقی اقدار کی پائمالی، بدامنی، معاشرتی تصادم کی زیادتی، اجتماعی ترقی میں رکاوٹ، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں گھٹن کا احساس، فتنہ اور فساد کا برپا ہونا وغیرہ

جرائم کی تدارک یعنی روک تھام اور اصلاحی تجاویز

تاریخ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ اب تک کسی عہد میں بھی معاشرے میں جرائم پیشہ افراد کو یکسر ختم نہیں کیا سکتا اور مجرمانہ سرگرمیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا نہیں جا سکتا، تاہم وقتی طور اجتماعی سطح پر ایسے اقدامات کیے جا سکتے ہیں، جن کی وجہ سے مجرمانہ سرگرمیوں کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے، اور ایک خوشگوار اور پرامن ماحول وفضا کو بحال کیا جا سکتا ہے جرائم کی روک تھام کے سلسلے میں مختلف تدابیر اور اصلاحی تجاویز کی تفصیل ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

1۔ خوف خدا اور فکر آخرت کی تعلیم دینا

اسلامی معاشرہ انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت بھی کرتا ہے اور افراد کو محبت وشفقت، اتحاد وتعاون ،اخوت، خدمت خلق، فرمانبرداری، ایثار اور قربانی جیسی صفاتوں کو اپنانے اور حسد، نفرت، خودغرضی، تعصب وغیرہ جیسی برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ معاشرے سے جرائم کے رجحانات میں کمی کے لیے ہمیں سب سے پہلے لوگوں کے دل ودماغ میں خوف خدا اور آخرت کی فکر پیدا کرنا ہو گی، اس سلسلہ میں ائمہ کرام پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مساجد میں منبر ومحراب پر بیٹھ کر بچوں اور نوجوانوں کے ذہنوں تک اسلام کے زریں اصول پہنچائے، اور مختلف جرائم کے نقصانات سے مذہبی اصولوں کی روشنی میں لوگوں کو آگاہ کرتے رہے، ان کے

دلوں میں خوف خدا و آخرت پیدا کرے، تاکہ ارتکاب جرم کے وقت ان باتوں کے تصور سے خوف زدہ ہوں، اور جرائم سے بچنے میں مدد ملے۔

2۔ معاشرتی و ثقافتی اقدار

جرائم کو کنٹرول کرنے میں معاشرتی اور ثقافتی اقدار بھی اہمیت رکھتے ہیں، جب تک معاشرے میں عملی طور پر برائی کے خلاف سخت رد عمل نہیں ہو گا، اس وقت تک جرائم کی جڑیں مضبوط رہیں گی، معاشرے میں اعلی اقدار اور اچھے اخلاقکے زریعے منفی اور غیر ذمہ دارانہ رویوں کی حوصلہ شکنی کی جاسکتی ہے۔

3۔ معاشرتی تبدیلیوں کو مد نظر رکھنا

تہذیب و تمدن کی ترقی کی وجہ سے مجرمانہ سرگرمیوں کی تکنیک میں جو ترقی ہوئی اور عادی جرائم پیشہ افراد ارتکاب جرم کے وقت جو نت نئے طریقے اپنا رہے ہیں، تو سب سے پہلے ان تبدیلیوں کے اسباب پر غور کرنا ضروری ہے، اگر معاشرے سے مجرمانہ سرگرمیوں کا خاتمہ کرنا ہے تو سب سے پہلے مجرمانہ سرگرمیوں کے محرکات معاشرے کے اندر ہی تلاشاور پھر اسکا قلع قمع کرنا ضروری ہے، کیونکہ جرائم پیشہ عناصر اسی معاشرے کے افراد اور اجزاء ہیں ، معاشرے کا حال یہ ہے کہ آج اس شخص جس میں مجرمانہ صلاحتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں، اور جو جرم کے بعد بچ نکلتا ہے معاشرے کا کامیاب فرد سمجھا جارہا ہے، اس طرز عمل بلکہ اجتماعی قومی بے حسی نے مجرمانہ سرگرمیوں کے فرغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس سوث اور اجتماعی غلطی کی حوصلہ شکنی بدعنوانی اور مجرمانہ سرگرمیوں کے خاتمہ کیلئے از حد ضروری ہے۔

4۔ تعلیمی اداروں کا قیام

اللہ تعالی نے ہر شخص کو تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا اور ماتحت کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ اور اس کے لئے تعلیمی ماحول پیدا کرے۔ تاکہ ہر شہری تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے

اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (3) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (16)

"پڑھئے اور تمہارا رب کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا"

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (17)

"کہہ دیجیے کہ علم والے اور بے علم کہیں برابر ہوتے ہیں"

حضور ﷺ نے فرمایا:

عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع» (18)

"جو کوئی علم کی طلب میں گھر سے نکلا تو وہ اللہ کے راستے میں ہے جب تک واپس نہ لوٹے۔"

مجرمانہ ذھنیت کے خاتمے اور جرائم کی بیخ کنی کیلئے ضروری ہے کہ معاشرے کا ہر فرد تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو اس کیلئے تعلیمی ادارے قائم ہونے چاہیئے، اور بالخصوص پرائمری سطح پر تعلیم کو خصوصی توجہ دیا جائے۔ میٹرک تک کم از کم مفت تعلیم کا انتظام ہونا چاہیئے، تاکہ وہ بچے جو تعلیمی اداروں میں غربت کے سبب تعلیم حاصل نہیں کرسکتے ، ان کا معقول انتظام ہو، دوسری یہ کہ چھٹی جماعت سے جرمیات کے بارے میں مختلف کتب لازمی طور پر نصاب میں شامل کیے جائیں، تاکہ ابتدائی عمر سے بچہ جرائم کے مضر اثرات سے آگاہ ہو۔

5۔ بے روزگاری کا خاتمہ

ملک سے بے روزگاری کے مسئلے کو دور کیا جائے، صنعتوں کو فروغ دیا جائے، بے روزگاری سے تنگ آکر انسان ہر قسم جرائم کا ارتکاب جائز اور اپنا حق سمجھتا ہے ، معاشرے سے جرائم کے خاتمے کے لیے بے روزگاری کا خاتمہ انتہائی ضرری ہے۔

6۔ جیلوں کے نظام پر خصوصی توجہ

تدارک جرائم اور معاشرہ سے بدامنی کو دور کرنے میں سزا کی ضرورت مسلم ہے، جس کے لئے مجرم کو جیلوں میں قید کرنے کا نظام وضع کیا گیا ہے، لیکن اگر موجودہ تناظر میں دیکھا جائے تو مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آج کل اس سزا سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو رہا ہے، بلکہ مجرم جیل کاٹنے کے بعد جرائم کا خوگر بن جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جیل خانوں میں سنگین جرم کرنے والے عادی مجرمان اور پہلی مرتبہ معمولی جرم کرنے والے مجرموں کو ایک ہی جگہ میں رکھا جاتا ہے، ان سب قسم کے لوگوں کو ایک ماحول میں رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جرم کے جراثیم پھیل جاتے ہیں، عادی مجرم جیل کی چار دیواری میں رہتے ہوئے اپنا آلہ کار بنالیتے ہیں، اور یوں جیلوں کا اصل مقصود (جرائم سے باز رکھنا) فوت ہو جاتا ہے، لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ارباب حکومت جیلوں کے نظام پر توجہ دے کر اسے بہتر کرے، جیلوں کے اندر اسلامی اور اخلاقی تعلیم کا معقول بندوبست کیا جائے، عام جرائم کے مرتکب قیدی کو عادی سنگین جرائم کے قیدیوں سے الگ رکھا جائے تاکہ وہ ان کے اثرات سے محفوظ رہے۔

7۔ مجرم کے تعین کی ضرورت

جرائم کی روک تھام میں مجرم کی تعین بھی بہت ضروری ہے، ہمارے ہاں تو یہی ہوتا ہے کہ پولیس کے ناقص تفتیش کی وجہ سے اصل ملزم بچ جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے مزید حوصلہ مل جاتا ہے اور پھر وہ باقاعدگی کے ساتھ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ پولیس کی تفتیش معیاری ہو تاکہ اصل ملزم ہی قانون کے کٹہرے میں لایا جاسکے۔ اور اصل مجرم کا تعین ہو جائے۔ اور اسی سبب مزید جرم پیشہ عناصر کے لیے عبرت ہو۔

حواشی وحوالہ جات

1:القرآن، الروم ۳۰:۴۱

2:القرآن، الشوری ۴۲:۳۰

3:القرآن، المائدۃ ۵:۲

4:القرآن، الحجرات ۴۹:۱۰

5:البخاری (م ۲۵۶ھ)، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ، ج ۱، ص ۱۲ رقم الحدیث ۱۳، دار طوق النجاۃ ۱۴۲۲ھ۔

6:البخاری (م ۲۵۶ھ)، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ، باب ھل یقرع فی قسمۃ والاستھام فیہ، ج ۳، ص ۱۳۹، رقم الحدیث ۲۴۹۳، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ۔

7:القرآن، سورۃ المائدۃ ۵:۱۰۵

8:الترمذی (م ۲۷۹ھ)، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، ج ۴، ص ۴۶۷، رقم الحدیث ۲۱۶۸، ابواب الفتن، باب ماجاء فی نزول العذاب اذالم یغیر المنکر، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی۔ مصر۔

9:القرآن، سورۃ المائدۃ ۵:۱۰۵

10:البیہقی (م ۴۵۸ھ)، ابو بکر احمد بن الحسین، شعب الایمان، ج ۹، ص ۱۲، رقم الحدیث ۶۱۸۸، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۳م۔

11:القرآن، النحل ۱۶:۹۰

12:القرآن، النساء ۴:۵۸

13:معاویہ، محمد ھارون، اصلاح معاشرہ کے رہنما اصول، اصول نمبر ۲۱، ص ۵۰۲، دار الاشاعت اردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان، ۲۰۰۶ء

14:القرآن، المائدۃ ۵:۷۸

15:الطبرانی (م ۳۶۰ھ)، ابو اقاسم سلیمان بن احمد، مکارم الاخلاق للطبرانی، باب فضل العفو عن الناس، ج ۱، ص ۳۳۲، رقم الحدیث ۵۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹۔م

16:القرآن، العلق ۹۶: ۳، ۴

17:القرآن، الزمر ۳۹: ۹

18:الترمذی (م ۲۷۵ھ)، محمد بن عیسی، جامع الترمذی، باب ابواب العلم، باب فضل طلب۔ ج ۵، ص ۲۹، رقم الحدیث ۲۶۴۷، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی۔ مصر، ۱۳۹۵ھ۔ ۱۹۷۵ء

******

موبائل کا استعمال

(فرح زبید ایم-اے، سمیسٹر:3،37-20-M)

یہ تحریر موبائل استعمال کرنے والوں کے لیے رونگٹے کھڑے کر دینے والی ایک کام کی بات اور نصیحت ہے اسے خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو شئر بھی کریں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا امتحان لیا تھا، جب کہ وہ حالتِ احرام میں تھے-حج و عمرہ کے احرام کی حالت میں شکار ممنوع ہوتا ہے-امتحان اس طرح ہوا کہ شکار کو ان کے اتنے قریب تک پہنچادیا کہ اگر ان میں سے کوئی اسلحہ و آلات کے بغیر ہاتھ سے شکار پکڑنا چاہے تو پکڑ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

”اے ایمان والو! اللہ تمہیں شکار کے کچھ جانوروں کے ذریعہ ضرور آزمائے گا جن کو تم تمہارے نیزوں اور ہاتھ سے پکڑ سکو گے، تاکہ وہ یہ جان لے کہ کون ہے جو اس کو دیکھے بغیر بھی اس سے ڈرتا ہے۔ پھر جو شخص اس کے بعد بھی حد سے تجاوز کرے گا وہ دردناک سزا کا مستحق ہو گا۔“(مائدہ:۹۴)

اس زمانے میں بھی ایسا ہی امتحان اور ابتلاء بکثرت پیش آرہا ہے، البتہ اس کا انداز اور طریقہ قدرے مختلف ہے۔

وہ کیا ہے اور کیسے ہے؟

آج سے تقریباً ۲۰-۱۰ سال پہلے فحش تصاویر اور ناجائز ویڈیو کلپس وغیرہ کا حصول کافی حد تک دشوار اور مشکل ہوا کرتا تھا؛ لیکن آج کل موبائل اسکرین یا کمپیوٹر کے بٹن کو ہلکا سا ٹچ کرنے سے یہ سارے مناظر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ

اللہ تعالی کے ارشاد کو یاد کیجئے اور غور فرمایئے:

لیعلم اللہ من یخافہ بالغیب۔

اللہ تعالی جاننا چاہتا ہے کہ کون کون اللہ تعالی سے غائبانہ ڈرتا ہے۔

تنہائی میں اپنے جسمانی اعضاء کی خاموشی و بے زبانی سے دھوکے میں نہ پڑو؛ اسلیے کہ ایک دن ان کے بولنے کا بھی آنے والا ہے۔

قرآن میں ہے:

"آج ہم انکے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پیر ان کے کرتوت کی گواہی دیں گے"۔

خلوت میں معصیت اور خطرناک

کسی نے کیا خوب بات کہی ہے:

”جب کوئی آدمی گناہ میں مبتلا ہو، عین اسی وقت ہوا کے جھونکے سے دروازے کا پردہ ہلنے لگے اور اس کے ہلنے سے آدمی یہ سمجھ کر ڈر جائے کہ کوئی آگیا، تو یہ ڈرنا اس گناہ سے بڑا ہے جو وہ کر رہا تھا۔“ کیونکہ یہ شخص مخلوق کے دیکھنے کے اندیشے سے بھی ڈرتا ہے، جب کہ اللہ تعالی اس کو یقینا دیکھ رہے ہیں، پھر بھی خوف نہیں کرتا۔

کوئی شخص تصاویر دیکھنے میں مشغول ہو اور دروازے پر کچھ آہٹ محسوس ہو تو اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟" کلیجہ منہ کو آجاتا ہے، سانس رک جاتی ہے اور دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ پھر وہ اپنا کمپیوٹر بند کر کے دروازہ کھول کر دیکھتا ہے تو وہاں بلی ہوتی ہے"۔

اے میرے پیارے بھائی! اللہ تعالی اس سے بھی زیادہ قریب ہے، اس کا خوف کیوں نہیں؟

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالی نے مراقبہ یعنی "اللہ کے دھیان" سے بڑھ کر کوئی واعظ اور اس سے بڑی کوئی ڈرانے والی چیز زمین پر نہیں اتاری۔ پس جس نے اس مراقبہ کی دیوار کو ڈھادیا اس نے بڑی جسارت کا مظاہرہ کیا اور اللہ تعالی کو جسارت دکھانا بڑی خطرناک چیز ہے۔

تنہائی میں گناہ سے خصوصی اجتناب

تنہائی اور خلوت کے گناہوں سے بچو، بطور خاص اہل خانہ کی غیر موجودگی میں موبائل، کمپیوٹر اور ٹیلی ویژن کے گناہوں سے۔ اس لیے کہ خلوت کے گناہ ایمان کی راہ سے ڈگمگا دیتے ہیں اور ثابت قدمی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

تنہائی کی عبادت کو لازم پکڑو۔ تم اس سے اپنے نفس کو شہوات کی پکڑ میں آنے سے بچا سکو گے۔ اگر تم زندگی کی آخری سانس تک ایمان پر جمے رہنا چاہتے ہو تو خلوت میں مراقبہ یعنی "اللہ کے دھیان" کو لازم پکڑ لو۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ خلوت کے گناہ راہِ حق سے متزلزل کر دیتے ہیں اور عبادات سے ثبات قدمی نصیب ہوتی ہے۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”میں اپنی امت کے کچھ لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں، جو قیامت کے دن مکہ کے پہاڑوں جیسی نیکیاں لے کر آئیں گے؛ لیکن اللہ تعالی ان ساری نیکیوں کو اکارت کر دیں گے۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! ان کے کچھ اوصاف وعلامتیں ہمیں بتلا دیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں بھی انہیں میں سے ہو جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سنو! وہ تمہارے ہی بھائی ہوں گے، تمہاری جنس اور نسل کے ہوں گے۔ وہ تمہاری ہی طرح رات (کی نیکیوں) کو حاصل کریں گے؛ لیکن جب اللہ کی حرام کردہ چیزوں کے ساتھ خلوت اور تنہائی کو پائیں گے تو ساری حدود توڑ کر رکھ دیں گے۔ (رواہ ابن ماجہ)"

موبائل ایک بینک لاکر کی طرح ہے

موبائل فون ایک صندوق ہے، بالفاظ دیگر "بینک لاکر" ہے، ان میں نیکیاں یا برائیاں آپ اس میں جو بھی ڈالیں گے کل قیامت کے دن اپنے نامہ اعمال میں موجود پائیں گے۔

اللہ سے دعا بھی کیجئے کہ:

اے اللہ! ہمیں اپنا ایسا ڈر اور خشیت عطا فرما جو ہمارے اور تیری نافرمانیوں کے درمیان حائل ہو جائے۔

اے اللہ! ہم آپ سے خلوت وجلوت میں آپ کی خشیت کا سوال کرتے ہیں۔

******

آیئے مثالی معاشرہ قائم کریں

(روبینہ طفیل ایم اے سمسٹر:3،M-20-34)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

خدا کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں لیکن قیامت کے روز انھیں ایسے مرتبوں سے نوازے گا کہ انبیاء وشھداء بھی ان مرتبوں پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ وہ لوگ ہوں گئے جو آپس میں ایک دوسرے سے محض خدا کیلے محبت کرتے تھے نہ آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار تھے اور نہ آپس میں لین دین تھا۔ خدا کی قسم! قیامت کے روز ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے جب سارے لوگ کانپ رہے ہوں گے تو انھیں کوئی خوف نہ ہو گا۔ اور جب سارے لوگ غم میں مبتلا ہوں گے تو انھیں کوئی غم نہ ہو گا۔ (ترمذی شریف)

یا اللہ! ہمارے دلوں کو بغض و عناد، کبر و نخوت اور کدورتوں سے پاک کر دے اور تفرقہ کی وجہ سے ٹوٹے ہوئے دلوں کو خلوص و محبت سے جوڑ دے اور ہمیں توفیق عطاء فرما کہ باہمی اتحاد و یگانت کے ساتھ ایک مثالی و روحانی معاشرہ قائم کر سکیں۔

******

عصر حاضر کے
مسائل

آج کا نوجوان مسلمان پریشان کیوں ہے؟

(عائشہ صدیقہ، ایم اے سمسٹر 3، M-20-54)

نوجوان نسل اپنے ملک کا ایک بیش قیمت سرمایہ ہے۔ ملک کی ترقی کا انحصار اس نوجوان نسل پر ہے، یہ نوجوان ہی اپنے ملک و قوم اور دین و ملت کے لیے ناقابلِ فراموش کارنامے سر انجام دے سکتے ہیں، اس بات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ نوجوان کی بربادی، قوم کی بربادی ہے، اگر نوجوان نسل گمراہی کا شکار ہو جائے تو قوم سے راہِ راست پر رہنے کی توقع بے سود ہے، جوانی کی عبادت کو پیغمبروں کا شیوہ بتایا گیا ہے۔ لیکن آج کے دور کے مسلم نوجوان کے پاس سب کچھ ہے، نہیں ہے تو صحیح اسلام نہیں ہے، صحیح ایمان نہیں ہے۔

آج کے نوجوان مسلمانوں کی پریشانی کی سب سے بڑی وجہ خود سے ناآشنائی اور دین سے بے رغبتی ہے۔ اور ایک کامیاب، باکردار، پر سکون زندگی گزارنے کے لئے ان دونوں چیزوں کے بارے میں جاننا نہایت ضروری امر ہے۔ میرا اس آرٹیکل کو لکھنے کا اصل مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اپنی نوجوان نسل کو ڈپریشن اور مختلف قسم کی نفسیاتی بیماریوں سے بچا سکے جن کا وہ جانے انجانے میں شکار ہو رہے ہیں۔ اور ان مسائل کو نہ تو وہ خود سمجھ پا رہے ہیں اور نہ ان کے ارد گرد کا معاشرہ۔ جس کی وجہ سے یہ نوجوان نسل گمراہی اور بربادی کا شکار ہو رہی ہے۔ آج کے اس جدید دور میں اگر کوئی یہ سوچتا ہے کہ ملک و قوم کی ترقی کا دارومدار یہ نوجوان نسل ہے تو معذرت کے ساتھ ایسا سوچنا بلکل بے سود ہے۔ نوجوانوں کے کندھوں پر ملک و قوم اور خاندان کی ترقی کا بوجھ ڈال کر ہمارے بزرگ حضرات اور خاص طور پر ماں باپ اپنی ذمہ داری سے منہ نہیں پھیر سکتے۔ کسی بھی ملک و قوم کی ترقی اور عروج کا دارومدار معاشرے کے ہر فرد پر ہے۔ اور اگر نوجوان نسل سے اتنی امیدیں وابستہ کر ہی رکھی ہیں تو اس نسل کو صحیح راہ دکھانا، ان کی تربیت کرنا، صحیح غلط کا فرق سمجھانا صرف اور صرف والدین کا فرض ہے۔

نوجوان نسل کے پریشان رہنے کی دوسری بڑی وجہ والدین کی تربیت، ان کا اپنے بچوں کو وقت نہ دینا ہے بچے کی پہلی درسگاہ اس کی ماں کی گود ہوتی ہے۔ لیکن آج کے اس دور میں یہ درس گاہ ملاوٹ کا سبب بن چکی ہے۔ والدین کا کردار اس دور حاضر میں نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے۔ یا اس طرح کہا جا سکتا ہے، کہ بچے پیدا کر کے ان کو وقت پر روٹی، کپڑا، سکول بھیجنا صرف یہی ماں باپ کی ذمہ داری رہ گئی ہے۔ اسلام میں جو حقوق اولاد کے لئے بتائے گئے ہیں ان میں یہ ہے کہ اولاد کے لئے نیک ماں کا انتخاب کیا جائے، اور بچہ پیدا ہونے کے بعد اسکے کان میں اذان دی جائے، انکے لئے رزق حلال کا انتظام کیا جائے، انکی اسلامی اصولوں کے مطابق تعلیم و تربیت کی جائے، اور ان کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ رکھا جائے، ان کی کوتاہیوں اور غلطیوں پر سرزنش کی جائے اور پھر ان کو معاف کر دیا جائے، ان کو اچھائی اور برائی میں فرق بتایا جائے۔ لیکن اب صرف والدین کے فرائض روٹی، کپڑا، مکان اور دنیاوی تعلیم تک ہی محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ اولاد کی تربیت اور انہیں تہذیب کے بارے میں بتانا اور سمجھانا اس طرف کسی کی توجہ ہی نہیں۔ والدین اولاد کو دنیاوی تعلیم دینے میں اس قدر مصروف ہو گئے

ہیں کہ بچوں کی تربیت پر دھیان ہی نہیں دے پا رہے۔ اور جس کی وجہ سے انسان اعلی تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی تربیت کے فقدان کے باعث ساری عمر جاہل ہی رہتا ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

تہذیب سکھاتی ہے جینے کا سلیقہ
تعلیم سے جاہل کی جہالت نہیں جاتی

ماں باپ دونوں کے پاس ہی اولاد کو صحیح غلط بتانے ان کے مسائل سننے اور حل کرنے کا وقت ہی نہیں۔ جس کی وجہ سے بچے اپنے والدین سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ والدین کی عدم توجہ کے باعث بچے ان کو اپنی باتیں اور مسائل نہیں بتاتے اور اپنے ان مسائل کو خود سے حل کرنے کی کوشش میں اکثر غلط راستوں پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ اور جب بچوں اور نوجوان نسل کو گھر میں وہ توجہ اور پیار نہ ملے جو ملنا چاہیے تو وہ والدین سے دور ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ محبت کے لئے متبادل راستے ڈھونڈتے ہیں۔

انسانوں میں اپنا سہارا تلاش کرتے ہیں۔ جو ان کی باتوں کو سنے اور سمجھے۔ جبکہ ہر انسانی سہارا جھوٹا ہے۔ اور مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں یہ دنیا کے سہارے۔ اس لیے زندگی میں سہارے ڈھونڈنے کی بجائے خود پر بھروسہ کرنا سیکھیں۔ کیونکہ سہارہ تو ایک دن ٹوٹ جائے گا لیکن آپ کا خود پر اعتماد آپ کو کبھی بھی گرنے نہیں دے گا۔ اور بعض دفعہ دل کا بوجھ ہلکا کرتے کرتے ہم اپنی ذات کو ہی دوسروں کے سامنے ہلکا کر دیتے ہیں۔ پریشانیاں بتانے سے کم تو ہو سکتی ہیں لیکن اس کو بتائیں جو اس قابل ہو، جو آپ کو اچھا مشورہ دے، آپکو صحیح اور غلط کا فرق بتا سکے۔ "یاد رکھیں ہمارا سب سے بہترین مددگار ہمارا اللہ ہے۔" اختر امام رضوی نے کیا خوب کہا ہے کہ

ہم نے بھی زخم کھائے بڑی سادگی کے ساتھ
اک مشت خاک آگ کا دریا لہو کی لہر
کیا کیا روایتیں ہیں یہاں آدمی کے ساتھ
اپنوں کی چاہتوں نے بھی کیا کیا دیئے فریب
روتے رہے لپٹ کر ہر اجنبی کے ساتھ

تیسری بڑی وجہ صرف دنیاوی خواہشات اور دنیاوی ترقی کو اصل حقیقت جانتے ہوئے ان کو پورا کرنے کی کوشش میں آج زیادہ تر لوگ دین اسلام کی خوبصورت تعلیمات کو بھلا بیٹھے ہیں ہمیں آج کے دور کا ہر ایونٹ تو یاد ہے پر اسلامی پوئنٹ آف ویو سے ہمیں اسلامی مہینوں کے نام تاریخی واقعات تک یاد نہیں۔ اور ویسے ہم اسلام کے نام پر ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے اس کی خاطر مر جانے کو تیار ہے ہوتے ہیں اور اسلام کے نام پر بحث و مباحثہ کرنے کو اپنا اولین فریضہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے مطابق زندگی گزارنے کو تیار نہیں۔ یہ کہاں کے مسلمان ہیں ہم؟ کیوں ہم ہمیشہ دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خود کی ذات پر؟ کیوں ہم خود کا محاسبہ نہیں کرتے؟ دنیا میں سب سے مشکل کام خود کی اصلاح کرنا اور آسان کام دوسروں پر تنقید کرنا ہے۔ اور جب تک ہم خود کی اصلاح

نہیں کرے گے تب تک ہم اپنے ماحول کو اپنے معاشرے کو درست نہیں کر سکتے۔ آئے سب سے پہلے خود کی اصلاح کریں۔

نوجوانی کی عمر انسان کی زندگی کا قوی ترین دور ہوتا ہے اس عمر میں نوجوان جو چاہے کر سکتا ہے انسان اس عمر کو اگر صحیح طور سے گزارنے کی کوشش کرے تو ہر قسم کی کامیابی اس کے قدم چومے گی اور اگر اس عمر میں وہ کوتاہی اور لاپرواہی برتے گا تو عمر بھر اس کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اور اگر والدین بچوں کی پرورش کے حوالے سے اسی طرح اپنی ذمہ داریوں سے غافل رہے تو اس کا خمیازہ صرف بچوں اور نوجوان نسل کو بھگتنا پڑے گا۔ اور اس کے اثرات ہمیں ابھی تو نظر نہیں آرہے لیکن ہم آنے والی نسلوں کے مستقبل کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کر رہے ہے۔

میری سب والدین سے یہی گزارش ہے کہ خدارا اپنے بچوں اور اس نوجوان نسل کو ان کا حق دے ان کو وقت دیں ان کی باتوں کو توجہ سے سنا کریں ان کے ساتھ خوشی کے خوبصورت لمحات گزاریں تاکہ کل کو وہ بھی آپ کو وہ وقت وہ خوشی دیں سکے جو انہوں نے آپ سے سیکھی ہے۔

اس بات کو سمجھنے کی کوشش ضرور کریں کہ ان کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی ضرورت وہ پیار اور توجہ ہے۔ جس کا ان کی زندگی میں بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ لہذا اس کو زیادہ اہمیت دیں۔ تاکہ وہ کہی باہر جا کر انسانی سہارے تلاش نہ کریں کیونکہ اللہ تعالی کا سہارا ہی وہ واحد سہارا ہے جو انسان کے لیے ضروری ہے اور وہی اس کی سب سے اولین ترجیح ہونی چاہیے۔

اس لئے خود بھی اللہ کے قریب ہوں اور اپنے بچوں کو بھی اللہ کا تعارف کروائیں اور پھر ان کو اللہ کے قریب کریں تاکہ ہم سب اس دنیا اور آخرت کی حقیقی کامیابیوں سے ہمکنار ہو سکیں۔ اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ زندگی وہ واحد پودا ہے جس کا بیج زمین کے اوپر لگتا ہے اور پھل زمین کے نیچے ملتا ہے۔ آج کے اس آرٹیکل کا حاصل کلام یہ ہے کہ ہمیں ہر قسم کے حالات میں دوسروں کو سہارا بنانے کی بجائے خود پر اعتماد اور یقین رکھنا چاہیے اور اللہ کو اپنا واحد سہارا بنانا چاہے اور اس سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنا چاہے۔ اور والدین کو چاہے کے وہ بچوں میں اعتماد پیدا کریں اور ان کو اپنا بہترین دوست بنائیں اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں کو دینی تعلیم کی قیمتی دولت سے بھی آراستہ کریں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب حضور اکرم ﷺ کی سنت طریقوں اور اپنی خوشنودی کے مطابق باعمل زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس آرٹیکل کو لکھنے کا اصل مقصد یہی ہے کہ اگر آپ یا آپ کے ارد گرد یا پھر حلقہ احباب میں کوئی ایسا فرد ہے، جسے زندگی میں کوئی دل کشی نظر نہیں آتی۔ یا پھر مسلسل مشکلات کا شکار ہے، تو ہم سے رابطہ قائم کریں تاکہ ہم آپ کی ذہنی الجھنوں کو ختم کرنے کا سبب بن سکے۔

******

اسلاموفوبیا

(اقصیٰ بتول، ایم-اے سمیسٹر:3، M-20-78)

اسلاموفوبیا لفظ" اسلام" اور یونانی لفظ "فوبیا"(یعنی ڈر جانا) کا مجموعہ ہے۔اسلاموفوبیا مذہب اسلام یا مسلمانوں کے خلاف خوف، نفرت، یا تعصب ہے۔خاص طور پر جب جیو پولیٹیکل قوت یا دہشت گردی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔اسلاموفوبیا کا مطلب ہے مذہب اسلام کے پیروکاروں کے خلاف خوف یا دشمنی کا عمل۔

فوبیا کے سارا معنی خوف اور ڈر کے ہیں۔خوف بھی ایسا جو حقیقت میں موجود نہیں ہوتا بلکہ کسی خاص وجہ سے کسی موقع پر انسان کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے یا پیدا کروالیا جاتا ہے۔اس کا تعلق نفسیات کے ساتھ ہوتا ہے۔مثلا بعض لوگوں کو بلند مقام پر جانے سے ڈر محسوس ہوتا ہے یہاں تک کہ اسی قبیل کے بعض لوگ تین چار منزلہ بلند عمارت سے نیچے دیکھتے ہوئے چکراتے ہیں۔اسی طرح بعض لوگوں کو گہرائی اور بعض کو جانوروں سے شدید خوف محسوس ہوتا ہے حالانکہ وہ بے ضرر ہوتے ہیں۔

جب اسلاموفوبیا کی اصطلاح سامنے آئی ہے اس کا تعلق بھی اسی خوف سے ہے جو حقیقت میں موجود نہیں لیکن اسے اسلام اور مسلمانوں سے جوڑ کر ان دونوں چیزوں کو دنیا کے بعض خطوں بالخصوص مغرب میں اسے خوف کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے۔اسلام اور مسلمانوں کو باعث خوف قرار دلوانے میں اسلامی دنیا اور مغرب کے درمیان تاریخی واقعات بالخصوص صلیبی جنگوں کا بہت بڑا کردار ہے۔اگر کوئی 13 ویں،14 ویں صدیوں سے لیکر 20ویں، 21صدی تک کا مغربی استشراقی ادب کا مطالعہ کرلیں تو اس کے سامنے یہ بات آسانی سے واضح ہو جائے گی کہ مغرب کے سکالروں نے کس طرح بے بنیاد اور غیر محقق مواد کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو اپنی عوام کیلئے ہوّا بنا کر پیش کیا ہے۔جہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ پر جو کتب لکھی گئی ہیں(چند ایک استثنیٰ کے بعد)اس میں اسلاموفوبیا سے بہت کام لیا گیا ہے۔لیکن نائن الیون کے بعد تو بہت شاطرانہ انداز میں بڑی چستی اور مستعدی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑا کہ یہ آپس میں مترادف کہلائے جانے لگے۔اگرچہ اس میں ہمارا اپنا بھی بڑا قصور تھا لیکن زیادہ ترڈیزائننگ وہاں سے کی گئی جو آج تک جاری ہے۔

نائن الیون کے بعد مغرب میں تیار ہونے والی فلموں میں دہشت گردوں اور ہیرو کے مخالف ولن اور دشمن کا چہرہ، حلیہ، اور لباس وہی اختیار کروایا گیا جو مسلمانوں کے ہاں استعمال ہوتا ہے۔یہاں تک کہ بچوں کی ویڈیو گیمز میں اسی فوبیا سے کام لیا گیا ہے۔

21 ویں صدی میں اسلامی دنیا میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا بھی اسلاموفوبیا کی پیداوار میں بڑا کردار ہے۔بالخصوص عراق اور افغانستان کی جنگوں میں جو کچھ ہوا اور افغانستان میں طالبان کی تین سالہ حکومت کے دوران جو صورتحال مغربی میڈیا کے ذریعے دنیا کو دکھائی گئی اس نے اسلاموفوبیا کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا

ہے۔ افغانستان کے گزشتہ بیس سالہ واقعات نے اپنے پڑوسی ملک پاکستان پر جو اثرات مرتب کیے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مغربی میڈیا نے پاکستان کو کرہِ ارض پر خطرناک ترین جگہوں میں شامل کروایا۔ اسی اسلاموفوبیا نے مغرب کی نوجوان نسلوں کو اتنا متاثر کیا کہ فرانس، نیوزی لینڈ اور کینیڈا جیسے ملکوں میں مسلمانوں اور ان کی عبادت گاہوں پر حملے کیے گئے۔ جس میں بے گناہ کی قیمتی جانیں چلی گئیں۔ اِس وقت ایک دفعہ پھر افغانستان میں جن حالات کے وقوع پذیر ہونے کی پیش گوئیاں ہو رہی ہیں اس میں ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان اپنے مغربی سرحد کو مضبوط کرتے ہوئے عالمی سطح پر اسلاموفوبیا کے خلاف اسلامی دنیا کو ملا کر توانا آواز بلند کرے۔

جس طرح آج سے چند ماہ قبل وزیر اعظم پاکستان نے اس اہم مسئلہ کو مختلف عالمی فورمز پر اٹھایا تھا۔ اسلامی ملکوں کی میڈیا اور اخبارات و دیگر ذرائعِ نشریات کو بھی اس حوالے سے اپنا فرض ادا کرنا چاہئے اور اس کو ایک اہم اور مقدس مشن کے طور پر لے کر اسلام کی حقانیت بیان کرنی چاہئے تاکہ دنیا کو اسلام کی امن پسندی کی تعلیمات سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

******

معابد کی تعمیر اور نقض عہد کے حالیہ مسائل پر تبصرہ

(نائلہ سرور، بی-ایس، سمسٹر:8، BS-17-39)

دین سے دوری، لا تعلّقی اور شریعت کے کامل نظام نافذ نہ ہونے کی وجہ سے شیطانی قوتوں کو سنہری موقع مل گیا ہے کہ وہ اسلام کے علاوہ دیگر ادیان کی اشاعت اور ترویج کو اسلامی ممالک میں عام کر سکیں۔ عالمی دنیا مسلمان ممالک پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ وہ اپنے ملک کے غیر مسلموں کو بھرپور حقوق دیتے ہوئے نہ صرف نئے معابد خانے تعمیر کروائے جائیں بلکہ ان کے دین کی بھی بھرپور اشاعت کرنے کی اجازت دی جائے۔ اسی سلسلے میں ذیل میں حالیہ مسائل درج کیے جا رہے ہیں۔

ابو ظہبی میں مندر کی تعمیر:

ابو ظہبی میں خطے کے سب سے بڑے مندر کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

متحدہ عرب امارات کے دارالحکومت ابو ظہبی میں خطے کے سب سے بڑے مندر کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب منعقد ہوئی جس میں اماراتی وزرا اور حکام کے علاوہ ہندوؤں کی مذہبی اور سماجی جماعت 'بی اے پی ایس' کے مذہبی پیشوا مہانت سوامی مہاراج نے شرکت کی۔ سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب میں امارات میں انڈین سفیر اور ہندو برادری کی بڑی تعداد بھی شریک تھی۔

ابو ظہبی میں بو مریخہ علاقے میں ہائی وے کے قریب 55 ہزار مربع میٹر رقبے پر خطے کا سب سے بڑا مندر تعمیر کیا جائے گا۔ مندر میں عبادت کے لیے مرکزی ہال کے علاوہ سروس سینٹر، تعلیمی مرکز، لائبریری، گفٹ شاپ، نرسری، پارک اور ریسٹورینٹ بھی بنایا جائے گا۔

امارات میں مقیم 20 لاکھ سے زائد ہندوؤں کے لیے یہ مندر بنیادی مرکز کی حیثیت رکھے گا۔

مندر کے دروازے تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کے لیے کھلے رہیں گے جو کبھی بھی مندر کا دورہ کر سکیں گے۔

مندر کی تعمیر میں استعمال ہونے والے بنیادی مواد کا جائزہ لینے کے لیے ماہرین کی ٹیم پہلے سے ہی امارات میں موجود ہے۔ ہندوؤں کی مذہبی اور سماجی جماعت 'بی اے پی ایس' کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ مندر کی تعمیر ان کی تنظیم کے زیر نگرانی کی جائے گی۔

محکمہ سماجی فروغ کے سربراہ ڈاکٹر مغیر الخیلی نے سرکاری نیوز ایجنسی 'وام' کو بتایا کہ ولی عہد ابوظبی شیخ محمد بن زید ال نہیان کی سربراہی میں منعقد ہونے والی کابینہ میں محکمہ سماجی فروغ کے اختیارات واضح کیے گئے تھے جس کے دائرہ کار میں عبادتگاہیں، کمیٹیاں، کلب اور معاشرتی خدمات فراہم کرنے والے اداروں کا قیام بھی شامل تھا۔

محکمہ سماجی فروغ نے امارات کی روادارانہ پالیسی اجاگر کرنے کے لیے ملک میں مقیم ہندو کمیونٹی کے لیے مندر تعمیر کرنے کی اجازت دی ہے اور عبادت گاہ تعمیر کرنے کا سب سے پہلا لائسنس جس کا نمبر 001 ہے بھی

ہندو کمیونٹی کو ہی دیا ہے جو امارات اور انڈیا کے درمیان گہرے تاریخی تعلقات کی عکاسی کرتا ہے۔

اس سے قبل 1958 میں دبئی کے حکمران شیخ راشد بن سعید آل مکتوم نے دبئی میں واقع ایک عمارت کے فلیٹ میں ہندو اور سکھ برادری کو عبادت گاہ قائم کرنے کی اجازت دی تھی۔

2012 میں دبئی میں سکھ برادری نے تعداد میں اضافے کے پیش نظر اپنے لیے الگ عبادت گاہ تعمیر کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ دبئی حکومت کی آمادگی پر 'گرونانک دربار' کے نام سے متعدد منزلہ عبادت گاہ تعمیر کی گئی تھی۔ بعدازاں ہندو برادری کو بھی دبئی میں مندر تعمیر کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔[1]

اماراتی دستور ملک میں مقیم دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ قانون کے مطابق کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والی کمیونٹی عبادت گاہ تعمیر کرنے کی درخواست کرسکتی ہے جس کا فیصلہ دبئی کے حکمران بذات خود کرتے ہیں۔ اجازت ملنے پر عبادت گاہ کے لیے زمین مفت فراہم کی جاتی ہے۔ یہ تمام تر قوانین اسلامی شریعت اور تعلیمات کے خلاف ہیں۔

اسلام آباد میں میں مندر کی تعمیر:

پاکستان جو کہ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا مگر بدقسمتی سے یہاں اسلامی قانون نافذ نہ ہوسکا جس کا نقصان ہمیں ہر جگہ نظر آتا ہے جیسا کہ پاکستان کے جمہوری قانون کے تحت جو اقلیتی کمیشن بنایا گیا اس کی رو سے اقلیتوں کو حاصل حقوق میں نئی عبادت گاہیں بنانے کے حوالے سے ان پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی جس کا دوسرا مطلب شاید اجازت ہی ہے۔ جیسے پاکستان کے دیگر شہروں میں چرچ بنتے ہیں۔ جون 2020ء کے اواخر میں اسلام آباد کے ایچ نائن، 2 سیکٹر میں چار کنال کے پلاٹ پر 'شری کرشن بھگوان' کے مندر کا سنگِ بنیاد رکھا گیا، جس میں وزارتِ انسانی حقوق کے پارلیمانی سیکرٹری لال مالہی (ایم این اے) مہمانِ خصوصی تھے۔ 26، جون 2020ء کے اخبارات کے مطابق وزیر اعظم عمران خان سے پی ٹی آئی کے چار غیر مسلم ارکانِ اسمبلی نے وفاقی وزیر مذہبی اُمور نور الحق قادری کے ساتھ مل کر ملاقات کی جس میں وزیر اعظم نے مندر کی تعمیر کے لئے فوری فنڈز جاری کرنے کی ہدایت کی۔[2]

اسلام آباد میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے اس لئے زیادہ ابھر کر سامنے آیا ہے۔ لیکن شریعت کا نقطہ نظر اس حوالے سے کچھ مختلف ہے۔ اسلام خدائے واحد کی بندگی کی دعوت دیتا ہے لیکن دوسرے مذاہب کے لوگوں پر اپنے عقائد بدلنے اور اسلام قبول کرنے کے لیے دباؤ نہیں ڈالتا، نہ کسی جبر واکراہ سے کام لیتا ہے۔ دعوتِ حق اور جبر واکراہ بالکل الگ حقیقتیں ہیں۔

---

1 "ابوظہبی میں خطے کے سب سے بڑے مندر کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا،" Urdu News–اردو نیوز، 22April، 2019، https://www.urdunews.com/node/416531

2 حسن مدنی "Monthly Mohaddis، [Mohaddis Magazine] "، accessed July 11، 2021، h https://magazine.mohaddis.com/shumara/413-2020-388/3952-islam-abad-mandar-tameer-masla.

﴿لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّۚ﴾[1]

"دین میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔"

مختلف ادوار میں گرجا گھر اور کلیسے اسلامی حکومت میں موجود رہے ہیں۔ کبھی بھی انہیں ادنی گزند تک نہیں پہنچائی گئی بلکہ حکومت نے ان کی حفاظت کی ہے اور غیر مسلموں کو ان میں عبادات کی انجام دہی کے لیے سہولیات فراہم کی ہیں۔اقلیتیں اپنی قدیم عبادت گاہوں کے اندر رہ کر اپنے تمام مذہبی اُمور بجا لا سکتے ہیں، حکومتِ اسلامیہ اس میں دخل دینے کی مجاز نہیں ہے۔ گزشتہ باب میں مفصل دلائل کے ذریعے اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے شہروں میں غیر مسلموں کے لیے نئے معابد خانے تعمیر کرنا بالکل جائز نہیں جیسا کہ رقم ہے:

"ریاستِ مدینہ ہمارا نعرہ ہو اور بیت المال سے بت تعمیر کیے جائیں، اس کا کسی درجے میں کوئی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اقلیتوں کے حقوق کے ہم دعویدار ہیں، لیکن اقلیتوں کی اصطلاح بھی مغالطہ آمیز ہے۔ 'مسلم پاکستانی' اور 'نان مسلم پاکستانی' کے الفاظ زیادہ بہتر ہیں، کیونکہ اقلیت ایک متعلقہ Relative اصطلاح ہے۔ پاکستان میں ہندو اقلیت ہیں تو ہندوستان میں 20 کرڑوڑ مسلمان اقلیت میں ہیں۔ میں تو 'غیر مسلم پاکستانیوں' کے حقوق کے احترام کی بات کرتا ہوں جس کے لئے مسلمانوں نے معاہدے بھی کئے، اور بیت المقدس کے باشندوں سے سیدنا عمر کا معاہدہ بڑا مشہور ہے۔"

غیر مسلم اپنی زمین خرید کر، اپنا معبد بناسکتے ہیں لیکن حکومت آگے بڑھ کر بت کدے بنائے تو ریاستِ مدینہ کا نام لینے والی یا کسی بھی درجے کی اسلامی ریاست میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے، نہ اس کا کوئی تصور کیا جانا چاہیے۔ اگر یہاں سومندر بھی بنادے جائیں تو بھی ہندو اور یہود حکومت سے راضی نہیں ہوں گے، اور وہ حکومت سے مزید جھکنے کا مطالبہ کرتے رہیں گے۔"[2]

اسی طرح مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے ارشاد فرمایا:

"اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو حق ہے کہ جہاں ان کی آبادی کے لئے ضروری ہو، وہ اپنی عبادت گاہ برقرار رکھیں اور پاکستان جیسے ملک میں جو صلح سے بنا ہے، وہاں

---

1 البقرہ 256:2

2 ویڈیو مکالمہ، ٹی وی پروگرام حرفِ راز (نیو نیوز) از اوریا مقبول جان: 4/جولائی 2020ء

ضرورت کے مطابق نئی عبادت گاہ بناسکتے ہیں۔ لیکن حکومت کے لیے جائز نہیں ہے کہ
وہ اپنے خرچ پر مندر تعمیر کرے، خاص طور پر ایسی جگہ جہاں ہندو برادری کی آبادی بہت
کم ہو۔'[1]

لیکن مملکت خداد پاکستان کے جمہوری قانون نے یہ کھلی چھوٹ دے رکھی ہے۔ اقتدار پر براجمان لوگ یہ بھی یاد رکھیں کہ حکومت مدینہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے قوانین شریعت سے متصادم نہ ہوں۔ شاید جمہوریت نے جیسے دنیوی امور میں جکڑ رکھا ہے شاید اخروی امور میں بھی ہم لاچار ہو چکے ہیں۔ چاہتے ہوئے بھی اسلام نافذ نہیں کر سکتے۔۔ ابھی عربوں کی جانب سے مندر کے قیام پر دل گیر تھے کہ خود اپنے گھر میں مندر کے گھنٹے بجانے کی تیاری شروع ہو گئی۔ ایران کے ہمدرد احباب جو سوشل میڈیا پر عربوں کی جانب سے مندر بنانے کے اقدام کو قیامت کی نشانی بتلا رہے تھے آج وہی احباب اسلام آباد کے مندر پر خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں۔ پتہ نہیں وہ عرب دشمنی تھی یا یہ ہندوانہ دوستی ہے۔ تاہم اسلام کا رویہ کہیں کھو کر رہ گیا ہے۔

کرتارپور گردوارہ اور سکھ مذہب کی اشاعت:

اسلام آباد مندر کی تعمیر سے 10 ماہ قبل حکومت نے کرتارپور میں سکھوں کے لئے بہت بڑے گودوارے کی توسیع کی تھی۔ ماضی میں چار ایکڑ پر محیط اس گوردوارے کو 800 ایکڑ پر توسیع دے کر، دنیا کا سب سے بڑا گوردوارہ نہ صرف قائم کیا بلکہ پاکستانی حکومت نے اس کے لئے راہداری بھی تعمیر کی، اور قومی خزانے سے اس پر ڈیڑھ ارب روپے کی خطیر رقم بھی صرف کی۔ اسی طرح حکومت نے کچھ عرصہ سے ننکانہ میں بابا گورونانک یونیورسٹی کے منصوبے کو بھی فعال کرنے کی کوششیں شروع کر رکھی ہیں، اس کے علاوہ ملک کی دوسری یونیورسٹیوں میں 'بابا گورنانک ریسرچ چیئرز' بھی قائم کی گئی ہیں۔[2]

جو احباب یہ کہتے ہیں اگر ہم اقلیتوں کو اجازت نہیں دیں گے تو وہ بھی اپنے ممالک میں مسلمانوں کو مساجد بنانے کی اجازت نہیں دیں گے۔

یہ بات بھی خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ یاد رکھیں اس وقت سوائے پاکستان اور اسرائیل کے کوئی بھی ملک مذہبی بنیاد پر نہیں بنا۔ باقی سب سیکولر ممالک ہیں۔ سیکولر ممالک صرف مسلمانوں کو ہی اجازت نہیں دیتے بلکہ وہ سب کو یکساں دیتے ہیں۔ اور یہ برابری والا نعرہ بھی فریب ہے۔ سب جانتے ہیں کہ مسلمانوں کو پورے

---

1 مفتی تقی عثمانی کا اسلام آباد میں مندر کی تعمیر پر بیان، " Urdu News - Latest live Breaking News updates today in Urdu، Geo News Urdu - Livestream & online Videos، accessed July 26، 2021، https://urdu.geo.tv/latest/225636

2 حسن مدنی "Monthly Mohaddis، July [Mohaddis Magazine] "11، 2021، https://magazine.mohaddis.com/shumara/413-2020-388/3952-islam-abad-mandar-tameer-masla

یورپ و مغرب میں کس قدر برابری کے حقوق میسر ہیں۔ نیز سیکولر ممالک مسلم کمیونٹی کو نئی مساجد کی اجازت ہی نہیں دیتے وہاں صرف اسلامک سینٹرز کی محدود اجازت ہے۔ جن ممالک میں مساجد ہیں وہ قدیمی ہیں جہاں مسلم آبادی پہلے سے موجود تھی۔ شرح آبادی کے لحاظ سے بھی مندر اور چرچز کی تعداد پاکستان میں بہت زیادہ ہے۔ ان کی اتنی آبادی نہیں ہے جتنے مندر ہیں اور اب تو سب سے بڑا گردوارہ بھی بنادیا گیا ہے۔

الیکشن کمیشن ریکارڈ کے مطابق۔ اسلام آباد میں صرف 178 ہندو ووٹرز رہائش پذیر ہیں جبکہ مندر کے لیے 20,000 مربع فٹ زمین اور 100 ملین روپے مختص کیے گئے. یہ ہے وہ جم غفیر آبادی جس کے لیے اتنا خرچ کیا جارہا ہے۔ درپردہ قوتوں کے مقاصد کچھ اور ہیں۔ اقلیتی حقوق کا صرف نام استعمال کیا جارہا ہے۔ جبکہ غیر مسلم ممالک میں مسلم آبادی زیادہ ہے جبکہ مساجد نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اسرائیل مذہبی ملک ہے اب وہاں فلسطین کا مسلمان کس قدر آزاد ہے ؟ آپ جانتے ہیں۔ وہاں مساجد کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے سب جانتے ہیں۔ انڈیا سیکولر ہونے کے باوجود مساجد کو شہید کر رہا ہے۔ مسلمانوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ کیا وہ پاکستان میں مندر تباہ کرنے اور ہندوؤں کے قتل عام کے جواب میں ایسا کر رہا ہے؟؟؟ پاکستان کا کون سا مندر ہے جسے ہم نے تباہ کیا ہو؟؟ یا کون سی اقلیت ہے جسے عبادات سے منع کیا گیا ہو۔ یا کون سا قتل عام کیا ہے ؟؟؟ ہمارے ہاں اقلیتیں زیادہ محفوظ ہیں۔ اکا دکا واقعات ہو بھی جائیں تو ہمارا مسلم معاشرہ مجموعی طور اس کی مذمت کرتا ہے۔ اس لبرلز احباب کا اس فضول بات کی جگالی کرنا بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کہ غیر مسلم بھی ایسا کریں۔

******

مقبوضہ علاقوں میں مظلوموں اور ارد گرد لوگوں پر یہودیوں کے وحشیانہ حملوں کے اثرات

(سائرہ عزیز، بی-ایس، سمیسٹر:8، 07-17-BS)

یہودی تورات کی رو سے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے جس وحشیانہ اور ظالمانہ انداز میں حملے کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندوں اور ارد گرد کے علاقوں میں خوف و دہشت کی لہر دوڑ جاتی ہو گی وہاں آباد انسان ایک ایک پل ناختم ہونے والے خوف اور غیر تحفظ شدہ ماحول (Feeling of insecurity) میں گزارتے ہوں گے جس سے ان کے ذہنوں برے اثرات پڑتے ہیں۔ جیسا کہ تورات کی منقول جنگوں سے بھی واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

> ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا۔[1] اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مارے تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا۔ تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا نہ ان پر رحم کرنا۔[2] اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹوں کو اور اس کے سب آدمیوں کو مار لیا اور ہم نے اسی وقت اس کے سب شہروں کو لے لیا اور ہر آباد شہر کو عورتوں اور بچوں سمیت بالکل نابود کر دیا اور کسی کو باقی نہ چھوڑا۔[3]

خوف و دہشت کے ان اثرات کو ہم عملی شکل میں آج مظلوم فلسطینیوں پر یہودیوں کے ناجائز اور ظالمانہ قبضے کی صورت میں خود دیکھ سکتے ہیں۔

اردو العربیہ کی ویب سائٹ پر متاثرہ بچوں کی دل دہلا دینے والی کہانی کچھ یوں بیان کی گئی ہیں [4]

اسرائیلی فوج کی غزہ کی پٹی پر مسلط کردہ گیارہ روزہ تباہ کن جنگ کا تو خاتمہ ہو چکا ہے لیکن اس کی تباہ کاریوں کے اثرات فلسطینی بچّوں کے ذہنوں سے تا دیر محو نہیں ہوں گے۔ اسرائیلی لڑاکا طیاروں کے غزہ کی پٹی میں بلا امتیاز حملوں میں سیکڑوں مکانات مکمل یا جزوی طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ ان حملوں سے جہاں خاندانوں کے خاندان بے گھر ہوئے ہیں، تو وہیں کم سن فلسطینی بچّے بھی سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔

---

[1] استثناء، باب 20، فقرہ: 17

[2] استثناء، باب 7، فقرہ: 3

[3] استثناء، باب 2، فقرات 33-35

[4] https://urdu.alarabiya.net/ (اسرائیل-کی-بمباری-سے-متاثرہ-کم-سن-فلسطینی-بچّوں-کے-کمرے-کیا-منظر-پیش-کرتے-ہیں؟-) shorturl.at/kzTY6 Retrieved 3 July,2021

ان ہی میں سے دو کم سن بہنیں 9 سالہ شروق المصری اور 4 سالہ رازن بھی شامل ہیں۔ان کا سونے کا کمرا تباہی کا عجیب منظر پیش کررہا ہے۔کمرے میں پڑے ان کے کھلونے گرد سے اٹ چکے ہیں۔بمباری سے چھت ٹیڑھی میڑھی اور بدشکل ہو چکی ہے۔کمرے کی دیواروں میں دراڑیں آچکی ہیں اور وہ ان پر بنے کارٹوں میں سے آڑھی ترچھی نکل رہی ہیں۔

اسرائیلی فوج نے ان دونوں بچیّوں کے مکان سے متصل عمارت پر ایک صبح کو فضائی حملہ کیا تھا جس سے یہ عمارت تباہ ہو گئی تھی اوران کے مکان کو شدید نقصان پہنچا تھا۔

اسرائیلی فوج نے غزہ کے جنوب میں واقع مغازی کیمپ کو بھی فضائی حملوں میں نشانہ بنایا تھا۔اس کے ایک حملے میں چار سالہ انس الحاج احمد کے بیڈروم کی چھت اڑ گئی تھی مگر الحمدللہ وہ محفوظ رہے۔

انس حیرت سے کھڑا اپنی اڑی ہوئی چھت کو دیکھ رہا ہے۔اس ننھے بچے کے ذہن پر اس کی نفسیات اور شخصیت پر اس کے اثرات کا اندازہ ہم کر سکتے ہیں۔

انس کی طرح بہت سے بچے 2014ء کی جنگ کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ان کے لیے جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا اور انھوں نے اسرائیلی بمباری کی تباہ کاریوں کو پہلی مرتبہ ملاحظہ کیا ہے۔البتہ اب بالغ ہو جانے والے بچے سابقہ جنگ کی تباہ کاریوں کا احوال بھی دکھ بھرے انداز میں بیان کرتے ہیں۔

ان بچوں کی شخصیت اور زندگی پر اس دہشت زدہ ماحول میں رہنے کے سبب کتنے برے اثرات مرتب ہوتے ہوں گے یہ سوچ کر ہر زندہ ضمیر والے شخص کا دل دہل جاتا ہے۔

بچوں کے علاوہ ہر شخص پر خوف و دہشت کے اثرات بری طرح ثابت ہو گئے ہیں۔ہر وقت یہودی افواج کے بموں سے مارے جانے کا خوف فلسطینیوں کی چین کی نیند چھین چکا ہے۔بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے پانچ بچوں کی ایک ماں نے کچھ یوں دل دہلا دینے والے الفاظ ادا کیے۔

غزہ کی پٹی میں جب سے میزائل حملے ہونے لگے ہیں اور نجوہ شیخ الاحمد کے گھر کے قریب یہ میزائل گرنے لگے ہیں، تب سے نجوہ خوف کے مارے سو نہیں سکی ہیں۔

نجوہ پانچ بچوں کی ماں ہیں۔ وہ کہتی ہیں۔۔۔

"راتیں ہمارے لیے، ہمارے بچوں کے لیے انتہائی خوفناک ہوتی ہیں۔ کسی لمحے بھی آپ اپنی قبر میں ہوں گے۔"

سارا دن انھیں اسرائیلی لڑاکا طیاروں کی آوازیں، فضائی بمباری اور دھماکوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ نجوہ کہتی ہیں کہ

"ہمارے ارد گرد سب کچھ لرز رہا ہوتا ہے اور ہم بھی خوف سے لرز رہے ہوتے ہیں۔"[1]

---

https://www.bbc.com/urdu/world-57111926 , Retrieved on 2nd July , 2021[1]

زندگی کے ہر شعبے میں بظاہر دوسروں کو آزادی فراہم کرنے کے دعویدار خود ناجائز قبضے کے تحت فلسطینیوں پر ان کے ذہنوں پر جو مظالم ڈھا رہے اس کا بدلہ انہی جلد چکانا پڑے گا۔اور آخرت کا عذاب تو ابھی باقی ہے کہ جس میں کوئی بھی اپنے ظلم کی سزا پانے سے اللہ رب العزت کی پکڑ سے بچ نہ سکے گا۔

******

متفرق مضامین

تفضیلِ انبیاء کی بحث

(تماضر فاطمہ، بی-ایس، سمسٹر:8، BS-17-27)

تفضیل انبیاء کی بحث قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اس حوالے سے یہ بات ملحوظ رکھنی ہے کہ کچھ رسول دوسروں سے فضیلت رکھتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فضیلت بخشی اور ان کے درجات بلند کیے ہیں۔ لیکن اس بیان میں ان کے لئیے کوئی فخر والی بات نہیں ہے اور نہ دوسرے کے لئیے کسی نقص یا کمی کا تصور ہوتا ہے۔ جیسے کہ بخاری میں آیا ہے کہ:

حدثنا يحيى بن بكير، عن الليث، عن عبد العزيز بن ابي سلمة، عن عبد الله بن الفضل، عن الاعرج، عن ابي هريرة رضى الله عنه، قال: بينما يهودى يعرض سلعته اعطى بها شيئا كرهه، فقال: لا والذى اصطفى موسى على البشر فسمعه رجل من الانصار فقام فلطم وجهه، وقال: تقول والذى اصطفى موسى على البشر والنبى صلى الله عليه وسلم بين اظهرنا فذهب إليه، فقال: ابا القاسم لى ذمة وعهدا فما بال فلان لطم وجهى، فقال: لم لطمت وجهه فذكره النبى صلى الله عليه وسلم حتى رئى فى وجهه، ثم قال:" لا تفضلوا بين انبياء الله [1]

ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا' کہا ہم سے لیث بن سعد نے' ان سے عبدالعزیز بن سلمہ نے' ان سے عبداللہ بن فضیل نے' ان سے اعرج نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ لوگوں کو ایک یہودی اپنا سامان دکھارہا تھا لیکن اسے اس کی جو قیمت لگائی گئی اس پر وہ راضی نہ تھا۔ اس لیے کہنے لگا کہ ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں میں برگزیدہ قرار دیا۔ یہ لفظ ایک انصاری صحابی نے سن لیے اور کھڑے ہو کر انہوں نے ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارا اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی ہم میں موجود ہیں اور تو اس طرح قسم کھاتا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں میں برگزیدہ قرار دیا۔ اس پر وہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے ابوالقاسم! میرا مسلمانوں کے ساتھ امن اور صلح کا عہد وپیمان ہے۔ پھر فلاں شخص کا کیا حال ہو گا جس نے میرے منہ پر چانٹا مارا ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی سے

[1] البخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: یونس لمن المرسلین، رقم الحدیث: 3414، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسی، رقم الحدیث: 2373

دریافت فرمایا کہ تم نے اس کے منہ پر کیوں چانٹا مارا؟ انہوں نے وجہ بیان کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے ہو گئے اس قدر کہ غصے کے آثار چہرہ مبارک پر نمایاں ہو گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء میں آپس میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیا کرو۔

اس سلسلے میں جو قرآن کریم کی مرکزی آیت ہے وہ درج ذیل ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ [1]

یہ پیغمبر (جو ہم وقتاً فوقتاً) بھیجتے رہے ہیں ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

امین احسن اصلاحی نے لکھا کہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں سے ہر رسول کو کسی نہ کسی پہلو سے فضیلت بخشی ہے اور اس فضیلت کے اعتبار سے وہ دوسروں پر ممتاز ہے۔ مثلاً موسیٰ (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا ہے یہ ان کی فضیلت کا ایک خاص پہلو ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو کھلے کھلے معجزات دیے اور روح القدس کی خاص تائید سے ان کو نوازا، یہ ان کے مخصوصات میں سے ہے۔ علی ہذا القیاس دوسرے رسولوں کو درجات و مراتب عطا ہوئے ہیں جو ان کے لیے خاص ہیں۔ انبیاء و رسل کے فضائل کے باب میں یہی نقطہ نظر حقیقت کے مطابق ہے۔ لیکن ان انبیاء کی امتوں نے جو روش اختیار کی وہ یہ ہے کہ ان میں سے جس نے جس نبی و رسول کو مانا سارے فضائل و خصوصیات کا جامع تنہا اسی کو بنا کر رکھ دیا اور دوسرے کسی نبی و رسول کے لیے کسی فضیلت کا تسلیم کرنا ان کے نزدیک ایمان کے منافی قرار پا گیا۔ اس تعصب و تنگ نظری کا نتیجہ یہ ہوا کہ پچھلی امتوں میں سے ہر امت اپنے اپنے خول میں بند ہو کر رہ گئی اور اس کے لیے دوسرے نبیوں اور رسولوں کی برکات سے فائدہ اٹھانے کی راہ مسدود ہو گئی۔ اگر وہ صحیح روش اختیار کرتیں تو ہر رسول ان کا رسول اور ہر ہدایت ان کی ہدایت ہوتی اور وہ اس ہدایت میں سے بھی حصہ پاتیں جو اب قرآن مجید کی صورت میں آخری ہدایت کی حیثیت سے دنیا کے سامنے ظاہر ہوئی ہے۔ [2]

[1] البقرہ 2:253

[2] تدبر قرآن، ج 1، ص 573

انبیاء خاندان نبوت کے افراد اور گلدستہ رسالت کے پھول ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء رشتہ نبوت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں لیکن ان کی مائیں مختلف ہیں۔ پھر سلسلہ نبوت کو ایک عالی شان اور خوبصورت محل کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ [1]

"بیشک میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا پھر اس کو خوبصورت اور مزین کیا لیکن صرف ایک اینٹ کی جگہ ایک کونے میں رہ گئی۔ لوگ اس گھر کو دیکھتے اور اس ایک اینٹ کی جگہ خالی پا کر تعجب کرتے ہوئے کہتے: یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ "

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ [2]

"میں قیامت کے دن آدم کی ساری اولاد کا سردار ہوں گا مگر اس اعزاز پر فخر نہیں کرتا اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا اس پر میں اتراتا نہیں اور قیامت کے دن آدم (علیہ السلام) سمیت تمام نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں قیامت کے دن سب سے پہلے اپنی قبر سے اٹھوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ [3]

---

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، رقم 3535

[2] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الفضائل، باب تفضیل النبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی جمیع الخلائق، رقم: 5940

[3] آل عمران 81:3

جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت سے دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمّہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے، فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللَّهِ [1]

انبیاء کو آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔"

انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت و عظمت دینے کا یہی مفہوم ہو سکتا ہے کہ زمانے اور اقوام کے مزاج کے پیش نظر ایک نبی کو ایسے معجزات دیے گئے جو اس کے بعد آنے والے نبی کے دور اور مزاج کے لیے ضروری نہیں تھے۔ مثال کے طور پر موسیٰ (علیہ السلام) کے دور میں جادو کا علم اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا اس لیے موسیٰ (علیہ السلام) کو ایسے معجزات عطا ہوئے کہ دنیا کے قابل ترین جادوگر شکست ماننے پر مجبور ہوئے۔ ان کے بعد ہر دور کے مطابق انبیاء معجزات کے ساتھ مبعوث کیے گئے یہاں تک کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو ایسے معجزات عطا ہوئے کہ ان کے سامنے ارسطو اور افلاطون کی طب ماند پڑ گئی۔ پھر یہودیوں کی چیرہ دستیوں اور سازشوں سے محفوظ رکھنے کے لیے حضرت جبرائیل امین (علیہ السلام) کے ذریعے ان کی حفاظت کا انتظام کیا گیا تا آنکہ عیسیٰ (علیہ السلام) زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے۔

اتنے عظیم المرتبت پیغمبروں کی تشریف آوری اور ان کی گراں مایہ تعلیمات اور بے مثال جدوجہد کے باوجود بھی نہ صرف لوگ انکاری ہوئے بلکہ باطل نظریات کی خاطر انبیاء کرام سے لڑتے جھگڑتے رہے۔ یہ جرات ان کو اس لیے حاصل نہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و سطوت سے باہر تھے بلکہ یہ اس لیے ہوتا رہا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ حقائق لوگوں کے سامنے کھول کر رکھنے کے بعد دیکھا جائے کہ کون دل و دماغ اور بصارت و بصیرت سے کام لے کر ہدایت کے راستے پر گامزن ہوتا ہے اور کون ہدایت کا انکار کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انھیں اپنی طاقت کے ذریعے روکنا چاہتا تو وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق ہی سب کچھ کیا کرتا ہے لہٰذا ان میں ایمان لانے والے بھی تھے اور کفر والحاد قبول کرنے والے بھی ہوئے۔

- اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی۔

[1] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: یونس لمن المرسلین، رقم: 3414

- موسیٰ (علیہ السلام) کو ہم کلامی کا شرف عطا کیا اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی جبرائیل امین سے تائید فرمائی۔
- اللہ تعالیٰ چاہتا تو لوگ آسمانی ہدایت آنے کے بعد اختلاف نہ کرتے۔[1]

امام قرطبی نے لکھا کہ

احادیث سے ثابت ہیں کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا

لا تخیروا مابین الانبیاء[2]

تم انبیاء علیہم السلام کے درمیان کسی کو دوسرے پر ترجیح نہ دو

ائمہ ثقات نے روایت کیا ہے:

تم یہ نہ کہو، فلاں فلاں سے بہتر ہے اور نہ یہ کہو: فلاں فلاں سے افضل ہے۔ کہا جاتا ہے: خیر فلاں بین فلاں و فلاں اور فضیلت دی جب اس نے یہ کہا تو اس میں (فضل) مشدد ہو گا۔

یہ حکم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف تفضیل کے بارے وحی نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور آپ کے یہ جاننے سے پہلے کا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اولاد آدم کے سردار ہیں، اور بلاشبہ قرآن کریم فضیلت دینے روکنے والے حکم کے لیے ناسخ ہے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تواضع اور انکساری کے طور پر یہ ارشاد فرمایا:

لا تخیرونی علی موسیٰ[3] تم مجھے موسیٰ (علیہ السلام) سے بہتر اور برتر قرار نہ دو

جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق (رض) کے اس قول میں تواضع مراد ہے:

ولیتم ولست بخیر کم[4] مجھے تمہارا والی بنایا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے افضل ہیں، کیونکہ رب العالمین فرما رہا ہے

ولا تکن مثله[5] اور تم ان کی مثل نہ ہو جاؤ

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قیامت کے دن تمام انبیاء (علیہم السلام) پر سرداری اور فضیلت عطا فرمائی ہے وہ آپ کے عمل کے سبب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] میاں محمد جمیل، تفسیر فہم القرآن، ابوہریرہ اکیڈمی، 2017، ج1، ص393، 394

[2] ابو داؤد، السنن، کتاب السنہ، باب التخییر بین الانبیاء علیہم السلام، رقم 4668

[3] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الخصومات، باب مایذکر ما الاشخاص والخصومتہ بین المسلم وہ الیھود، رقم 2140

[4] ابن بادیس، کتاب آثار اعداد دکتور عمار الطلبی، الشرکتہ الجزائریتہ، طبع سوم، 1417ھ، ج3، ص401

[5] ایضاً

آپ کو فضیلت دینے کے سبب ہے اور اپنے لیے آپ کو خاص کرنے کی وجہ سے ہے۔ بلاشبہ فضیلت دینے سے روکنا خالصۃ اس نبوت کی جہت سے ہے جو ایک خصلت ہے جس میں کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں، بلکہ یہ فضیلت احوال و خصوصیات، کرامات والطاف میں زیادتی اور متفرق معجزات کی بنا پر ہے اور رہی نبوت فی ذاتھا تو اس میں کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں، بلکہ یہ تفاضل دوسرے امور کے سبب ثابت ہوتا ہے جو اس پر متزاد ہیں، اسی وجہ سے ان میں سے بعض رسل اولوالعزم ہیں اور انھیں سے وہ بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا ہے اور وہ بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شرف ہم کلامی عطا فرمایا اور انھیں سے بعض کے درجات بلند کر دیے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا [1]

ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دی ہے۔ اور داود کو زبور ہم نے عطا فرمائی ہے۔

صحابہ شرف صحبت میں تمام مشترک ہیں، پھر ان فضائل میں وہ متفرق اور جدا جدا ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انھیں مواہب ورسائل میں سے عطا فرمائے ہیں پس وہ ان کے سبب ایک دوسرے پر فضلیت رکھتے ہیں اس کے باوجود ان تمام کو صحابیت، عدالت اور ان کی تعریف سب شامل ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ [2]

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں

امین احسن اصلاحی نے لکھا کہ

اس سے مراد اہل کتاب ہیں۔ اگرچہ اہل کتاب کا کفر بالکل واضح ہے لیکن حیلہ جو طبیعتیں، جو ان سے ساز باز رکھنا چاہتی تھیں، اپنے رواطب ان سے کاٹنے کے لیے تیار نہ تھیں، وہ اپنے اس رویے کو جائز ثابت کرنے کے لیے یہ حیلہ شرعی تراشتی تھیں کہ اہل کتاب بہرحال اہل کتاب ہیں، ان کے اندر دین کے نقطہ نظر سے کچھ خرابیاں ہو سکتی ہیں اور ہیں لیکن ان خرابیوں کی بنا پر ان کو بالکل کفار کے صف میں کھڑا کر دینا اور ان کے ساتھ وہی معاملہ کرنا قرین انصاف نہیں ہے۔ پکے کافر تو درحقیقت یہ اہل کتاب ہی ہیں اس لیے کہ یہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کرتے ہیں، جن کو خدا نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے ان میں سے جس کو

---

[1] بنی اسرائیل 55:17

[2] النساء 150:4

چاہتے ہیں مانتے ہیں جس کو چاہتے ہیں نہیں مانتے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ خدا پر ایمان اپنے شرائط پر لانا چاہتے ہیں نہ کہ خدا کے شرائط پر، حالانکہ ایمان صرف وہ معتبر ہے جو خدا کے شرائط پر ہو۔ اگر ایمان کی شرطیں یہی مقرر کریں گے اور رسولوں کا انتخاب یہ اپنی ہی صواب دید پر کریں گے تو پھر خدا کی خدائی کہاں رہی۔ پھر تو خدا کا منصب انھوں نے خود ہی سنبھال لیا۔ فرمایا کہ ان کے کٹر کافر ہونے میں ذرا شبہ نہیں اور ایسے برخود غلط اور مغرور کافروں کے لیے ہم نے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ مومن صرف وہ لوگ شمار ہوں گے جو اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے، ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی۔ یہ لوگ بیشک اپنا اجر پائیں گے۔ خدا غفور رحیم ہے۔

یہاں یہ حقیقت واضح ہوئی ہے کہ کفر صرف یہی نہیں ہے کہ کوئی شخص صریح لفظوں میں خدا اور رسولوں کا انکار کرے بلکہ یہ بھی کفر اور صریح کفر ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسولوں کو تو مانے لیکن اپنی شرائط پر۔
[1]

پیر کرم شاہ نے لکھا کہ

کفار کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اللہ کو مانتے ہیں لیکن نبوت و رسالت کے قائل نہیں۔ ایک وہ جو بعض انبیاء کی نبوت کو مانتے ہیں اور بعض کی رسالت کا انکار کرتے ہیں مثلاً یہودی کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو مانتے تھے لیکن حضرت مسیح اور خاتم الانبیا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔ اسی طرح عیسائی۔ ان سب کے متعلق فرمایا کہ وہ پکے کافر ہیں۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور انبیاء کے ساتھ کفر کرتا ہے اسے پکا کافر کیوں کہا گیا؟ اس لیے کہ جو سلسلہ وحی و نبوت کو تسلیم نہیں کرتا نہ اسے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ اسے عبادت کا وہ طریقہ معلوم ہو سکتا ہے جو قرب الٰہی کا باعث ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفات تقدس و کمال کو نہ پہچانا، اس کی عبادت کے صحیح طریقوں کو نہ جانا تو اللہ کو کیا پہچانا۔ آپ ان قوموں کے رسول عبادت کو دیکھئے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن کسی نبی کے پیرو کار نہیں۔ آپ حیران ہو کر رہ جائیں گے۔ اسی طرح فلاسفہ قدیم وجدید نے جن صفات الٰہیہ کا اثبات کیا ہے وہ بھی انسان کے لیے کچھ کم پریشان کن نہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو بعض انبیاء کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں اور جن دلائل

---

[1] اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، لاہور، دار التذکیر، 2002ء، ج2، ص411

وبراہین اور معجزات کی وجہ سے انھوں نے ان بعض کی نبوت کا اقرار کیا۔ اب جب ان سے بھی محکم تر دلائل وبراہین اور روشن تر معجزات ایک دوسری ہستی میں پائے جاتے ہیں تو وہ اس کی نبوت پر کیوں ایمان نہیں لاتے۔ ان کا یہ ایمان نہ لانا پہلے انبیاء کے انکار کے مترادف ہے اور خصوصا ذات پاک محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا انکار کرنا جن کی آمد کی بشارت اور ان پر ایمان لانے کی تاکید ہر زمانے کے نبی نے فرمائی صرف آپ کا انکار بلکہ تمام سابقہ انبیاء ومرسلین کی تکذیب ہے۔ اللہ اور رسولوں کے درمیان فرق کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر تو ایمان لے آئے اور وحی ورسالت کا سرے سے انکار کر دیا۔ اس انکار میں ان کی انانیت اور خود بینی جھلک رہی ہوتی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء کی تعلیمات تو ناقص وناکافی ہیں۔ اس لیے ان کی عقلی موشگافیوں کی ضرورت ہے۔ اب وہ لوگ جو اللہ کی اطاعت کے تو قائل ہیں لیکن اللہ کے رسول کی اطاعت سے گریزاں ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے وہ ذرا غور کریں کہ وہ بھی کہیں اللہ اور اس کے رسول میں تفریق کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔[1]

مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ

اس آیت میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہود کے عقائد کفریہ میں سب سے بڑا کفر تفریق فی الایمان ہے یعنی خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان ایمان لانے میں تفریق کرتے ہیں اور تفریق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ماننے اور رسول کو نہ ماننے جسے یہود حضرت موسیٰ وغیرہ کو مانتے ہیں مگر عیسیٰ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نہیں مانتے اور نصاری حضرت عیسیٰ کو مانتے ہیں مگر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نہیں مانتے تمام نصاری تمام انبیاء کو مانتے ہیں مگر خاتم الانبیاء اور اشراف الرسل کے منکر ہیں اللہ سبحانہ فرماتے ہیں کہ کیا یہ لوگ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی دوسرا طریقہ نکالان چاہتے ہیں حالانکہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی دوسری چیز نہیں نکل سکتی مقصود یہ ہے کہ اگر مومن بننا چاہتے ہیں تو سب نبیوں پر ایمان لائیں جس نے ایک نبی کا انکار کیا اس نے سارے نبیوں کا انکار کیا کیونکہ ہر نبی پر ایمان لانا فرض ہے پس نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا انکار تمام انبیاء کی نبوتوں کا انکار ہے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کا ارادہ رکھتے ہیں تو خوب سمجھ لو کہ وہ اللہ کے نزدیک

[1] پیر کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور 1406ء

پکے کافر ہیں جن کے کفر میں کوئی شبہ نہیں چنانچہ فرماتے ہیں تحقیق جو لوگ منکر ہیں اللہ کے یعنی اللہ ہی کو نہیں مانتے اور منکر ہیں اس کے پیغمبروں سے اور یہ چاہتے ہیں کہ تفریق کریں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کفر اور یمان کے درمیان ایک راہ نکالیں ایسے ہی لوگ بلاشبہ پکے کافر ہیں اور منکروں کے لیے ہم نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور برخلاف ان کے جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے سب پیغمبروں پر اور انھوں نے رسولوں کے درمیان ایمان لانے میں کوئی تفرقہ نہیں کیا ان لوگوں کو اللہ ان کے اعمال کا اجر ضرور دیں گے اور ہے اللہ بڑے بخشنے والا مہربان یعنی ایمان کی برکت سے ان کے اعمال کا اجر دے گا اور گناہوں کو معاف کرے گا۔[1]

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ [2]

پیغمبروں نے ان سے کہا کہ ہاں ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (نبوت کا) احسان کرتا ہے۔ اور ہمارے اختیار کی بات نہیں کہ ہم خدا کے حکم کے بغیر تم کو (تمہاری فرمائش کے مطابق) معجزہ دکھائیں۔ اور خدا ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔

مشرکین کی عجب حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی کامل صفات کے ساتھ ماننے کی بجائے دوسروں کو اس کی صفات میں بلادلیل شامل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو سراسر شرک ہے۔ تمام پیغمبر اس شرک سے لوگوں کو منع کرنے کے لیے مبعوث کیے گئے۔ لیکن جب بھی اپنے اپنے دور میں پیغمبروں نے لوگوں کو توحید خالص کی دعوت دی تو لوگوں نے اس پر ایمان لانے کی بجائے پیغمبروں کی دعوت کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو۔ قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق ہر پیغمبر نے اس بات کا یہی جواب دیا کہ "اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بھی تمہارے جیسے انسان ہیں۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر خصوصی احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے کام اور پیغام کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ یہ اسی کا اختیار ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے کام اور پیغام کے لیے

---

[1] کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، معارف القرآن، مکتبہ المعارف دار العلوم 1422ء، ج2، 278، 279

[2] ابراہیم 11:14

منتخب کرلے۔ کیونکہ ہم اس کے بندے اور اس کے پیغام رساں ہیں۔ اس لیے ہمارے اختیار میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ تمہارے سامنے پیش کرسکیں۔ ایمان لانے والوں کو متزلزل ہونے کی بجائے اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ اس آیت مبارکہ میں دوٹوک الفاظ میں انبیاء کرام (علیہ السلام) کی زبان اطہر سے واضح کیا ہے کہ تمام کے تمام انبیاء کرام (علیہ السلام) "بشر" تھے اور ان کے پاس یہ اختیار نہیں تھا کہ جب چاہیں، جس طرح چاہیں کوئی معجزہ لوگوں کے سامنے پیش کرسکیں۔ اس آیت کے آخری الفاظ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء (علیہ السلام) کا جواب صرف کفار کے لیے ہی نہیں تھا۔ بلکہ وہ اپنے ماننے والوں کو بھی یہی بتلایا کرتے تھے کہ ہم بھی تمہارے جیسے انسان ہیں۔ لہٰذا کفار کے بار بار مطالبات کی بنیاد پر ہم سے ایسی توقع نہ رکھو جو ہمارے بس کی بات نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ پر ایمان پختہ رکھو اور اسی کی ذات پر توکل کرو۔ جب وہ چاہے گا ہمارے ہاتھ پر کوئی معجزہ سرزد فرما کر کفار کو لاجواب کردے گا۔ ہر دور کے کافر یہ بات کہہ کر پیغمبروں کی بشریت کا انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیغام کے لیے انسان کی بجائے کسی فرشتے کو مقرر کرنا چاہیے تھا۔ جس کا جواب قرآن مجید نے یہ دیا ہے کہ اگر زمین میں بسنے والے فرشتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ انہی میں سے ایک فرشتے کو رسول منتخب کرتا۔ چونکہ زمین میں انسان بستے ہیں اس لیے ان کی سہولت اور رہنمائی کے لیے بشر ہی کو رسول بنایا گیا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اتنی واضح حقیقت کے باوجود مسلمانوں کا ایک گروہ یہ کہہ کر بشریت کا انکار کرتا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو انسانوں جیسا انسان کہنا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں گستاخی کرنا ہے، حالانکہ دنیا میں کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہیں جو رسول معظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جمال و کمال، اخلاق اور اعمال مرتبہ اور شان کے حوالے سے اپنے جیسا سمجھتا ہو۔ ایسا سمجھنے والا شخص صرف گستاخ نہیں بلکہ پرلے درجے کا مرتد اور واجب القتل ہوگا۔ قرآن مجید کے فرمان اور انبیاء (علیہ السلام) کے اعتراف کے مطابق انبیاء (علیہ السلام) کی بشریت کا صرف یہ معنیٰ ہے کہ تمام انبیاء (علیہ السلام) بنی نوع انسانوں میں سے تھے اور وہ بھی کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے اور موت وحیات کے انہی ضابطوں کے پابند تھے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔

- تمام رسول بشر ہی ہوا کرتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے۔
- انبیاء (علیہ السلام) اپنی طرف سے کوئی معجزہ نہیں لاسکتے تھے۔
- مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔[1]

---

[1] فہم القرآن، ج3، ص572، 573

یہ رسولوں کا جواب نقل ہوا ہے کہ اگر تم کو ہماری بشریت پر اعتراض ہے تو ہم کو یہ اعتراف ہے کہ بلاشبہ ہم تمہاری ہی طرح بشر ہیں۔ ہم کو مافق بشر ہونے کا دعوی نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں میں سے جو بشر ہوتے ہیں جن پر چاہتا ہے اپنا فضل فرماتا ہے اور ان کو نبوت و رسالت کے منصب پر سرفراز کر دیتا ہے۔ ہم پر یہی فضل ہوا ہے۔ اس کے سوا ہم اور کسی چیز کا دعوی نہیں رکھتے۔ خدا کی ہر مشیت اس کی حکمت کے ساتھ ہے اس وجہ سے علی من یشاء کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ جس کو چاہے پکڑ کے نبی اور رسول بنا دے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جن کو اس منصب کے لیے اہل پاتا ہے ان میں سے جس کے لیے اس کی حکمت مقتضی ہوتی ہے اس کو اس کار عظیم کے لیے انتخاب فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ، یعنی اگر ہماری بشریت کی بنا پر ہمارے ہاتھوں کو واضح معجزہ دیکھے بغیر ہمیں رسول ماننے کے لیے تیار نہیں ہو تو یہ چیز ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ کوئی معجزہ تو ہم خدا ہی کے حکم سے دکھا سکتے ہیں۔ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ سو تمہارے اس مطالبہ کو ہم اللہ کے حوالے کرتے ہیں، اگر وہ چاہے گا تو کوئی معجزہ دکھا دے گا اور اگر نہ چاہے گا تو نہ دکھائے گا۔ اہل ایمان کے شایان شان بات یہی ہے کہ وہ اس طرح کے معاملات میں اللہ پر بھروسہ رکھیں۔

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا۔۔ یہ خدا پر بھروسہ کرنے کی دلیل ارشاد ہوئی ہے کہ جن راستوں پر چلنے کی اس نے ہمیں خود ہدایت فرمائی ہے، ہمارا اعتماد ہے اور ہمیں اعتماد کرنا چاہیے کہ ان میں جو مزاحمتیں اور رکاوٹیں پیش آئیں گی ان کے دور کرنے میں وہ ہماری مدد اور رہنمائی فرمائے گا۔ انہی مزاحمتوں اور رکاوٹوں میں سے تمہارا یہ مطالبہ بھی ہے۔ ہم بھروسہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں بھی ہماری مدد فرمائے گا۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اس راستہ میں استقامت دکھائیں سو یہ عزم ہم رکھتے ہیں کہ تم جو ایذا بھی ہمیں پہنچاؤ گے ہم اس پر صبر کریں گے اور اللہ پر بھروسہ کریں گے، اس لیے کہ اللہ ہی کی ات ایسی ہے جس پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ [1]

حاصل کلام:

انبیاء اللہ میں نبوت کے اعتبار سے کوئی تفضیل نہیں پائی جاتی بلکہ اُن کی فضیلت اُن کے احوال و کرامات اور دیگر امور کی وجہ سے موجود ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ اور موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ وغیرہ۔ لہذا ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت دینا جائز نہیں ہے۔

******

[1] تدبر قرآن، ج4، ص316، 317

استغفار

(ضحیٰ اصغر بی-ایس سمسٹر:5، BS-19-38)

اللہ رب العزت نے استغفار کو گناہوں کا تریاق بنایا ہے۔ استغفار کے معنی ہیں اللہ سے بخشش طلب کرنا، ہر بد سے بدتر گناہ جو حقوق اللہ سے متعلق ہو توبہ اور استغفار سے معاف ہو جاتا ہے اس لیے جب بھی کوئی بھی کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہو تو فوراً توبہ اور استغفار سے اس کی تلافی کرنی چاہیے بلکہ کثرت کے ساتھ استغفار کرنے کو اپنا معمول بنالینا چاہیے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے گناہوں سے معصوم اور پاک تھے مگر فرماتے ہیں کہ میں روزانہ ستر سے زائد مرتبہ اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔۔۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص استغفار کی پابندی کرے اللہ رب العزت اسکے ہر تنگی میں آسانی کی راہ نکال دیتے ہیں۔ اوراسکے ہر غم کو دور کر دیتے ہیں اور اسے ایسی جگہوں سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں سے اسکو گمان بھی نہیں ہوتا۔۔۔

لہذا چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے استغفار کی عادت ڈال لینی چاہیے اور ہر روز کم از کم سو مرتبہ استغفار کرنا چاہیے، خاص کر صبح اور رات کو چند بار قلب کے ساتھ اپنے اعمال کی کوتاہیوں اور ہونے والے گناہوں کی شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے ان سے استغفار ضروری کرلینا چاہیے۔۔۔

یاد رکھیے استغفار ہر زبان میں ہوتا ہے آپ اپنی مادری زبان میں گناہوں کو مستحضر (گناہوں کو یاد کر کے) کر کے توبہ اور بخشش طلب کر سکتے ہیں۔۔

صرف استغفار ایک دن کا عمل نہیں ہے۔۔۔اس پر عمل بھی ضروری ہے۔۔۔۔ محض ایک عرفہ کا روزہ یا فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنا ضروری نہیں ہے۔۔ جس گناہ سے توبہ کی۔۔ جس سے بخشش مانگی ۔۔۔۔۔اسکو ختم کرنی کی بھرپور کوشش بھی ضروری ہے۔۔۔

اگر آپ چاہتے ہیں آپ پر بند دروازے کھل جائیں و تو اپنے اوپر استغفار کو لازم کرلیں۔

******

ایمان

(فاطمہ خان، بی ایس، سمسٹر:3، BS-48-20)

"ایمان" یہ لفظ جب سماعت سے ٹکراتا ہے تو وجود کے ہر حصے میں پختگی کی ایک لہر سی محسوس ہوتی ہے- یوں لگتا ہے جیسے ذات کی تکمیل ہو گئ- اللہ نے انسان کو ایمان کا انمول تحفہ دے کر جنت میں جانے کا اختیار اس کو سونپا ہے یعنی اپنی راہ کا رخ وہ جنت یا جہنم کی جانب موڑ لے- اعمال کی بنیاد پر بشر کی تقسیم دو حصوں میں ہے، ایک وہ جو ایمان کی روشنی سے پر نور ہیں اور دوسرے وہ جو آنکھوں پر فانی دنیا کی پٹی باندھے اپنے انجام سے بے خبر ہیں- جو بشر ایمان کو دل میں سمائے ہوئے ہے اور اس کا مظاہرہ اس کے کردار سے بھی ابھرتا ہے تو تا قیامت اس کی روح سر سبز و شاداب ہے- دوسری جانب گمراہ لوگ ایمان کی تر و تازگی سے محروم ہیں- دو کناروں کا وسط کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہی منزل کے آر یا پار کا راستہ بناتا ہے- ایسے ہی نوع بشر اپنی منزل کا کنارا خود چنتا ہے- جب درجہ اونچائی یا گہرائی کی جانب جانا ہو تو سفر کا آغاز وسط سے ہی ہوتا ہے- خطاؤں کا پتلا اس دوراہے پر پہنچ کر رب کی تخلیق کردہ نعمت یعنی سوچ سے اپنی منزل کا انتخاب کرتا ہے- وہ ایمان کی کشتی کا راہ گیر بننا چاہتا ہے یا ساحل میں بھٹکا ہوا راہ گیر یہ اس کا چناؤ ہے- ایمان سے وابستہ شخص گلاب کی مانند ہوتا ہے جو اپنی مہک سے پورے چمن کو مہکا دیتا ہے- اور ایمان سے گمراہ شخص کی مثال کچھ یوں ہے جیسے مخمل کا کپڑا کانٹوں کے فرش پر رکھ کر کھینچ دیا جائے تو وہ تار تار ہو جاتا ہے ایسے ہی انسان کا وجود ایمان کے بغیر کانٹوں کا فرش ہے اور ایمان وہ مخمل کپڑا ہے- مگر جب وجود ہی کانٹوں کی مانند ہو تو انسان خود اپنے وجود کے ٹکڑے کر دیتا ہے- ایسا شخص ایمان کی مہک سے محروم ہوتا ہے-

جب انسان کے جسم کا کوئی حصہ نامکمل ہو تو وہ ہر پل اس کمی کو محسوس کرتا ہے، تو جب ایمان جو روح کو زندہ رکھتا ہے وہ حصہ ہی موجود نہ ہو تو بشر کا وجود تکمیل کی منزل کو کیسے پہنچ سکتا ہے- ایمان روح کی غذا ہے یہ وہ دوا ہے جس میں ہر مرض خواہ وہ ذہنی ہو یا جسمانی اس کا حل موجود ہے- بنی نوع جب آزمائشوں سے دوچار ہوتا ہے، جب خود کو چاروں طرف سے اندھیرے میں گھرا محسوس کرتا ہے، یوں لگتا ہے کہ آگے کنواں اور پیچھے آگ ہے، اس رنگین دنیا میں ساتھ سفر کرنے والے جب ویرانے میں خود کو خود سے لڑتا چھوڑ جاتے ہیں، اس جنگ کے سماں میں ایمان ہی وہ واحد امید کی کرن بن کر رونما ہوتی ہے جو اٹکی ہوئی سانسوں کو پھر سے رواں دواں کر دیتا ہے -اس مرحلے میں ایمان کی آغوش زندگی کا رخ بدل کر رکھ دیتی ہے- ایسے تعلقات سے نوازتی ہے کہ ہر رنج پھیکا پڑ جاتا ہے، ذات کی حقیقت سے آشنا کر کے اتنا مضبوط بنا دیتی ہے- موتیوں کی مالا بکھر بھی جائے تو ہر موتی کی خوبصورتی برقرار رہتی ہے کیونکہ موتی جدا تو ہو جاتے ہیں مگر ان کی چمک اس خوبصورتی کو ماند نہیں پڑنے دیتی- ایمان بھی انسان کو بکھر جانے کے باوجود ایسی ہی چمک سے سرشار کر دیتا ہے- رب نے ٹوٹے ہوئے دل میں یہی چراغ رکھا ہے، عاقل اس چراغ سے پیدا ہونے والی گرماہٹ کو محسوس کر کے اسے روشن کر دیتا ہے جبکہ احمق اس

گرماہٹ کے احساس کے باوجود اسے سرد خانے میں تبدیل کر دیتا ہے-جب دل کی زنجیروں کو زنگ لگ جائے تو وہ دھڑکن کے ہوتے بھی مردہ ہو جاتا ہے مگر ایمان ان زنجیروں کو توڑ کر دل کو نئی اور پہلے سے آزاد دھڑکن بخشتا ہے-

ایمان کی رسی کو تھام کر رب کی جانب لوٹ جائیے اس سے پہلے وقت ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل جائے اور آخر میں صرف کھوکھلی روح اور سزا رہ جائے -رب کے دیئے اس تحفے کی قدر جانئے اور اپنے ظاہر و باطن میں نورِ ایمان کو بسا لیجئے یقیناً ہر منزل خوبصورت ہو گی- (امین)

******

دین اسلام۔۔۔ایک نظریہ حیات!

(سدرہ اسلم،بی-ایس، سمیسٹر:7،BS-18-31)

اسلام ایک مکمل دین ہے اور زندگی کا ضابطہ حیات ہے اس دین نے زندگی گزارنے کے تمام حل بتائے ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ کس طرح خود کو، اپنے گھر کو اور محلوں کو خوشیوں سے سرشار کیا جاسکتا ہے اور آسان اور سادہ طرز زندگی کو پسند کیا ہے کلمہ، نماز، حج، روزہ اور زکوۃ سے دین کو مزین کیا گیا اور ان سنہری اصولوں پر طرز زندگی کو آسان بنادیا ہے۔ ان 5 ارکان کو دیکھیں تو ان میں بھی انسانی ضروریات اور سہولت کے لئے نرمی رکھی گئی ہے۔ اگر حج کے بارے جاننا شروع کریں تو یہ صرف ایسے افراد پر فرض ہے جو مالی لحاظ سے استطاعت رکھتے ہوں ۔ دوسری طرف دیکھا جائے تو زکوۃ بھی انہی لوگوں پر عائد کی گئی ہے جن کے پاس ساڑھے سات تولے سونا، 52 تولے چاندی اور سو سرخ اونٹ یا اسی طرح کی دوسری اشیاء ہوں۔ نماز کے بارے میں بارہا کہا گیا ہے کہ نماز ادا کریں۔ نماز جنت کی چابی ہے اور زندگی کی کامیابی کا راستہ ہے اور روزے بارے جاننا چاہیں تو یہ صرف ان لوگوں پر فرض قرار دیئے گئے ہیں جو جسمانی طور پر صحت مند تندرست و توانا ہوں البتہ کسی جسمانی بیماری میں مبتلا افراد کو یہ سہولت میسر ہے کہ اگر وہ ماہ رمضان میں روزے نہ رکھ سکیں تو جب وہ صحت مند ہو جائیں اس وقت یہ روزے رکھ سکتے ہیں مگر صد افسوس کہ ہم آج اس آسان فہم دین سے اپنی کوتاہیوں کمزوریوں کے باعث دور ہو رہے ہیں ۔ اگر ہم اپنے اردگرد نگاہ دوڑائیں تو یہ بات بخوبی عیاں ہوتی ہے کہ چار سو مسلمان نت نئے فرقوں میں منقسم نظر آرہے ہیں ہر ایک اپنے عقائد و نظریات کو گردانے میں مصروف ہے۔ اپنی اس ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کے وجود کو قائم رکھنے کیلئے آج کے مسلمان مختلف قسم کی تفرقہ بازیوں کا شکار ہو کر باہم دست و گریباں ہیں اور بلاشبہ وہ دین اسلام کی آفاقیت سے استفادہ کئے بغیر اور کتاب ہدایت سے بے رغبتی کے باعث دور جاہلیت کی شکل اختیار کرتے جارہے ہیں۔ اپنے مالی مفادات کی خاطر ہم دین اسلام کو غیروں کی نظر میں ایک دہشت گرد اور لہو و لعب کا شکار مذ ہب کے طور پر روشناس کروارہے ہیں اور اسی لیے اقوام عالم میں مسلمان اکثریت میں ہونے کے باوجود اقلیت شمار ہوتے ہیں اور غیر مسلم اقوام کے زیر نگیں ہوتے جارہے ہیں۔ آج ہم یہ کیونکر بھول چکے ہیں کہ دین اسلام رواداری، برداشت، برابری، غریبوں کی بھلائی، ظالموں کے خلاف کلمہ حق بلند کرنے، مسکینوں کے حقوق ہمسایوں اور والدین کے حقوق کا خیال رکھنے کا درس دیتا ہے۔ ہم کیوں یہ نہیں سوچتے کہ ہمیں خود دین اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور ان تمام سوالوں کے جواب تلاش کرنے چاہیے جو ہمارے ذہنوں میں وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں ۔ کیوں ہم نے صرف دنیاوی لالچ میں غلطاں ایسے مولویوں کی زمام کار کو تھام رکھا ہے جو دین کا لبادہ اوڑھ مسلمان قوم کو تقسیم کرنے کے درپے ہیں۔

سرکار دو عالم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تو دین اسلام کی حقانیت کو ماننے کے علاوہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا حکم فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا ہے کہ جو کوئی

بات سنے وہ اس تک پہنچادے جو یہاں پر موجود نہیں جبکہ تعلیم کی اہمیت کو نبی آخر الزماں ﷺ کی اس حدیث سے بھی واضح ہو جاتی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ تعلیم حاصل کرو خواہ اس کیلئے ہمیں چین کیوں نہ جانا پڑے"۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی زندگیاں آپ کے ارشادات کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔ ہمیں بحثیت قوم متحد ہو کر یہ سوچنا ہو گا کہ آخر ایسی کیا وجوہات ہیں جس کے باعث امت مسلمہ دوسروں قوموں کے زیر عتاب ہے۔ امن وامان تحت تعلیم، روزگار، بنیادی ضرورت زندگی کا مسئلہ صرف مسلم ممالک میں ہی کیونکر پیدا ہو رہا ہے؟ اور ہمیں اس امر کی جانب غور کرنا ہو گا کہ ہماری کھوئی ہوئی میراث جو ہمارے اسلاف کی طرف سے ہمیں منتقل ہوئی تھی اسے کیسے دوبارہ جلا بخشی جائے۔ ہمیں قرآن مجید فرقان حمید کو صراط مستقیم بنا کر فرقہ بازی کی بجائے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر دین متین کی بقاء و سلامتی کیلئے اپنا کردار ادا کرنا ہو گا اور قرآن پاک ہماری رہنمائی کیلئے کافی ہے جس میں ہمیں یہ واضع طور پر بتادیا گیا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ میں نہ پڑو تمام علمائے دین کو اس حوالے سے اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہئے اور قوم کو یہ بتانا چاہیئے کہ ہم سے بعد از مرگ فرقوں بارے سوالات نہیں کئے جائیں گے بلکہ وہاں تو ان سوالوں کے جوابات دینا ہو گئے کہ تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور تمہارا نبی کون ہے؟"ہمیں ان تمام سوالات کے جواب کی تیاری کرنی چاہئے اور اپنے ملک کو صیح معنوں میں اسلامی جمہوریہ پاکستان بنانا ہو گا۔

(محمد وجیہہ السما کا کالم، استفادہ از

https://www.urdupoint.com/daily/column/muhammad-waji-us-sama/17601/deen-e-islam-aik-mukamal-nazirya-hayat.html

)******

زندگی

(سیدہ اقصیٰ افضل، بی-ایس، سمسٹر:8، BS-17-55)

زندگی کیا ہے؟ اس لفظ کا درست مطلب تو شاید بڑے سے بڑا مفکر بھی نہ جان پایا ہو کیونکہ کچھ لوگ اسے جدوجہد سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ جدوجہد جس میں چٹانوں سے ٹکرا جانے کا حوصلہ ہو۔ پہاڑوں کو چیرنے کی ہمت ہو اور سمندر کی تہہ تک اترنے کی جرات اور ایسی زندگی گزارنے والے کو خودی سے شناسائی رکھنے والا مرد مومن کہا جاتا ہے اور حیات جاوداں حاصل کرنے والا کامیاب خوش نصیب جو مر کے بھی نہیں مرتا ان کے ناموں کو تاریخ کے صفحات میں سنہری روشنائی سے لکھا جاتا ہے۔ جو کبھی نہ مٹتی ہو لیکن زندگی کا اگر دوسرا رخ دیکھا جائے جسے عام لوگ گزارتے ہیں تو خوشبو کی چار دیواری میں رہنے والے اسے خوشیوں سے تعبیر کرتے ہیں کانٹوں کی راہ گزر پر چلنے والے اسے غموں کا گھر کہتے ہیں۔ کچھ حاصل کرنے والے اسے بہت کچھ پالینے کا چمن ستان گردانتے ہیں۔ جبکہ کچھ کھو دینے والے کے نزدیک زندگی محض کھو دینے کے قصے کے علاوہ کچھ نہیں اور وہ کچھ نہ پانے کا ڈر اپنے دل میں لیے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محنت اور کچھ کر دکھانے کا خیال دل سے نکال کر اپنے اردگرد مایوسی اور یاس کی اتنی اونچی دیوار کھڑی کر لیتے ہیں کہ امید، یقین، کامیابی کا وجود تو کیا، اس کی ہوا کو بھی محسوس نہیں کرتے ان کے نزدیک زندگی ایسی رات کی مانند ہو جاتی ہے جن کی کوئی صبح نہیں۔ ایسی دھوپ کی مانند جس کی کوئی چھاؤں نہیں ایسی تاریکی کی مانند جس میں کوئی روشنی نہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسی کوئی رات نہیں جس کی کوئی صبح نہ ہو۔ ایسی کوئی دھوپ نہیں جس کی چھاؤں نہ ہو۔ ایسی کوئی تاریکی نہیں جس میں روشنی نہ ہو۔ اور اس حقیقت کو کچھ لوگ پا کر اپنے اردگرد مایوسی کی دیوار کو یقین، جوش اور ولولے کی تلوار سے پاش پاش کر کے پھر سے ہمت کر کے کامیاب ہو جاتے ہیں۔

زندگی شاید خواہشات، محسوسات اور جذبات کا دوسرا نام ہے یہ ایک ایسا کھیل ہے جسے سب لوگ کھیلتے ہیں کوئی بہت جلد ہار جاتا ہے اور کوئی دیر تک کھیلتا رہتا ہے۔ تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ آخر میں ہار سبھی جاتے ہیں زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر جب انسان ہار جائے تو وہ سب کچھ جو اس نے کمایا بنایا تھا یہیں چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب ہم جانتے ہیں کہ اس زندگی کی اصلیت اور حقیقت صرف خدا ہے تو پھر کیوں اس عارضی دنیا کے پیچھے دیوانے ہو جاتے ہیں۔ کیوں اس دنیا کی عارضی رعنائی اور مصنوعی روشنی کی چکاچوند میں کھو کر جھوٹے خوابوں اور ہوس کے پیچھے چلتے ہیں ہم یہ جان ہی نہیں پاتے کہ ہماری پہچان، حقیقت اور اصلیت کیا ہے؟ ہم میں سے بیشتر لوگ زندگی کو محسوس نہیں کرتے بلکہ اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے دوڑتے رہتے ہیں کیا وہ غریب ہم سے اچھی زندگی نہیں گزارتا جو سارا دن محنت مزدوری کر کے تھک جاتا ہے پھر بھی اپنے رب کے حضور جھکتا اور آنسوؤں سے سچے دل سے دعا کرتا ہے اس نے کچھ کمایا اس پر خوش ہوتا ہے اس کا ہر عمل سچائی سے لبریز اور بناوٹ سے ماورا ہوتا ہے وہ اے سی والی کار میں بیٹھ کر باہر کے گرم موسم کو دھوکا نہیں دیتا۔

لیکن زندگی اپنے بارے میں خود کیا کہتی ہے ؟ہاں !زندگی اپنے الفاظ ہی میں اپنا مطلب یہاں رکھتی ہے اس کا پہلا لفظ "ز" زریعنی دولت کی نشاندہی کرتا ہے یہ واقعی میں ایک بے پناہ دولت ہے جو انسان کو بغیر محنت کے مل جاتی ہے لیکن اس دولت کی تتلی کو صرف وہی لوگ حاصل کرتے ہیں۔جو دنیا کی تیز رفتاری سے مطابقت رکھتے ہیں جنکے پر ہوتے ہیں اور جو اڑنے کی طاقت رکھتے ہیں بغیر پروں کے معذور پرندے اس خوشنما تتلی کے خوبصورت پروں کو دیکھ کر خوش ہوسکتے ہیں اس کو پانے کی خواہش تو کرسکتے ہیں لیکن حقیقت میں کچھ اور بھی نہیں۔

اگر اس دنیا سے کچھ لوگ حاصل بھی کرتے ہیں تو بہت کچھ کھو کر پانے کے بعد تو لوگ اپنی کامیابی کا جشن مناتے یہ جان ہی نہیں پاتے کہ ان کے ارد گرد اپنائیت کا لبادہ اوڑھے جو لوگ پھر رہے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے ؟حقیقت سے شناسائی تو اس وقت حاصل کرتے ہیں۔جب ناکام ہوتے ہیں اپنائیت کا لبادہ اوڑھے لوگوں کی حقیقت کا دنیا کو قریب سے دیکھنے اور اس کی اصلیت کو جاننے کا موقع ہمیں ناکامی ہی تو دکھاتی ہے اور یوں ہم ہمدردی کے دو بول بولنے والوں،اپنائیت کا اظہار کرنے والوں اور چہروں پر مسکراہٹ لائے خود سے ملنے والوں کو اپنا سمجھنے سے پہلے اس کی حقیقت کو جانتے ہیں۔کیونکہ ایک شکست ہمیں اتنا کمزور کر دیتی ہے کہ ہم مزید شکست کے متحمل نہیں ہوسکتے تو دوسری طرف یہی شکست ہمیں دنیا کو جان لینے اور اپنے قدم قدم کو احتیاط سے اٹھانے کی وجہ سے ہمیں ناقابل شکست بنادیتی ہے۔زندگی میں کچھ پانے اور اپنی خواہشات کو حاصل کرنے کیلئے ترقی اور کامیابی کی منازل طے کرنی پڑتی ہے جب انسان پہلی کامیابی حاصل کرتا ہے تو وہ خواہش انسان کی زندگی کا مقصد بن جاتی ہے اور وہ پھر اپنا مقصد حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کرنے لگتا ہے اور اگر اسے اس میں ناکامی ہو تو اس کی زندگی بے معنی،بے مقصد،بے رنگ ہو جاتی ہے اور ایسی زندگی اپنے اندر موت سے بڑا معنی رکھتی ہے۔لیکن زندگی اگر حسرتوں،ناامیدوں،شکستوں کا نام ہے تو خوابوں،خوشیوں،امیدوں یقین،کامیابیوں اور خوابوں کی تعبیر کو پانے کا نام بھی ہے،زندگی کو سمجھ جائیے اس سے پہلے کہ یہ گزر جائے تو باقی کچھ نہ رہے۔

******

عیسائی تعلیمات اور ان کی جنگوں کے بعد کے اثرات

(سائرہ عزیز، بی-ایس، سمیسٹر:BS،8-17-07)

مسیحیت میں جنگ کے اثرات جاننے کے لیے ہمیں ان کی انجیل کی تعلیمات کے اثرات اور ان کی عملی جنگوں کے اثرات کو الگ الگ دیکھنا ہو گا کیونکہ ان کی انجیل تو انہی کے دشمن کے ظلم برداشت کرنے کا حکم دیتی ہے جبکہ عملی طور پر صلیب کے نام پر جتنی بربریت کا مظاہرہ ان صلیبیوں نے کیا ہے وہ ان کو دی گئی تعلیمات سے بالکل متضاد ہے۔

انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیت جنگ کے سخت مخالف ہے عام اس سے کہ جنگ حق کے لیے ہو یا غیر حق کے لیے مسیح کی تعلیم صرف یہ ہے کہ ہے کہ

'خدا سے محبت رکھنے کے بعد اپنے پڑوسی سے محبت رکھو۔'[1]

اور اس محبت کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ

"تو اپنے بھائی پر غصہ نہ کر۔"[2]

لیکن وہ صرف محبت کرنے اور غصہ نہ کرنے ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ صاف الفاظ میں ایک سچے مسیح کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ ظلم اور شرارت کے مقابلہ میں سر جھکا دے، اور دوسروں کی حفاظت کرنا تو درکنار، خود اپنے حق کی حفاظت بھی نہ کرے۔ وہ فرماتے ہیں:

> تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ، اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ تم شریر کا مقابلہ نہ کرو، بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے، اور کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لینے دے، اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے تو اس کے ساتھ دو کوس چلا جا تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھو اور اپنے دشمن سے عداوت، مگر میں کہتا ہوں کہ اپنے دشمن سے محبت رکھو، جو تم پر لعنت کر ان کے لیے برکت چاہو، جو تم سے نفرت کریں ان سے اچھا سلوک کرو، جو تمھیں ذلیل کریں اور ستائیں ان کے لیے دعا مانگو۔[3]

ایک اور مقام پر ہے:

---

[1] متی ۳۹:۲۲

[2] متی، ۵:۲

[3] انجیل متی، باب 5، فقرات: 38-44

میں تم سننے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمن سے محبت رکھو، جو تم سے عداوت رکھیں ان کا بھلا کرو، جو تم پر لعنت کرے ان کے لیے برکت چاہو، جو تمھاری بے عزتی کریں ان کے لیے دعا مانگو، جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے اس کے سامنے دوسرا بھی پھیر دے، جو تیرا چوغہ لے اس کو کرتا لینے سے بھی منع نہ کر۔ جیسا تم اوروں سے برتاؤ چاہتے ہو تم بھی ان کے ساتھ دیا ہی کرو۔ اگر تم محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمھارا کیا احسان ہے؟ کیوں کہ گناہ گار بھی اپنے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔[1]

ان تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سچے مسیح کو کسی حال میں ظلم و تعدی کا مقابلہ قوت سے نہیں کرنا چاہیے، بلکہ شریروں اور مفسدوں کے سامنے اپنے حقوق سے دست بردار ہونا چاہیے۔ ان تعلیمات کا جائزہ لیں تو ان کے ایک معاشرے پر پڑنے والے اثرات کچھ اندازہ ہم کر سکتے ہیں جیسا کہ طاقت ور اور ظالم لوگوں کو بے جا ڈھیل جانا اور ان کا کمزور پر بے جا ظلم ڈھانہ۔ معاشرے کے کمزور لوگوں کے حقوق کا صلب ہونا۔

یہ ایسی غیر مناسب اور غیر فطری تعلیمات ہیں کہ جن سے کوئی معاشرہ معاشرہ نہیں رہ سکتا، نہ معاشرے کا امن قائم رہ سکتا ہے نہ ہی کوئی انسان وہاں زندگی گزارنے کے قابل رہ سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا قانون ہے جو کہ انجیل میں درج ہے کہ جس کو نہ عقل تسلیم کرتی ہے نہ عمل تو پھر اس کے اثرات جو ایک معاشرے پر مرتب ہوں گے وہ کیسے ایک معاشرے کو چلانے اور قائم رکھنے میں کیسے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ اسی کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"مسیحیت کا قانون اخلاق اپنی موجودہ شکل میں فطرت کے بالکل خلاف ہے۔ وہ دراصل اخلاقی فضیلت کے ایک غلط تصور کا نتیجہ ہے جس میں بے اعتدالی کے ساتھ بعض فضائل پر ضرورت سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور بعض کو بلا ضرورت معطل کر کے انسانیت کو مفلوج کر لیا گیا ہے۔ اس نے انسانی اخلاق کی جن خوبیوں پر زور دیا ہے اس کی فضیلت یقیناً مسلم ہے۔ فروتنی عجز و انکار عفو و درگزر حلم و بردباری صبر و تحمل کی فضیلت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے مگر تنہا انہی صفات پر انسانی زندگی کی تعمیر کرنا صحیح نہیں ہے۔ اگر دنیا سے بدی و شرارت بالکل مٹ جائے زمین پر انسانوں کی جگہ فرشتے بسنے لگیں اور شیطان اپنی ذریت کو لے کر کسی اور کرے میں چلا جائے حب تو یہ ممکن ہے کہ انسان اپنی جسمانی قوت و شدت کا استعمال کیے بغیر اپنے حقوق اپنی عزت اور خود اپنے وجود کی حفاظت کر سکے۔ لیکن جب دنیا میں نیکی کے ساتھ بدی بھی

---

[1] لوقا، باب 6، فقرات: 27-32

موجود ہے اور انسانی فطرت سے وہ شیطانی ملکات مٹ نہیں گئے ہیں جو ملکوتی فضائل کو مغلوب کرنے کے لیے ہر وقت مستعد رہتے ہیں تو ایسی صورت میں نیکی کو نہتا چھوڑ دینا اور اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اس کی حفاظت کے لیے استعمال نہ کرنا صرف خودکشی ہی نہیں ہے بلکہ بدی و شرارت کی بالواسطہ امداد بھی ہے۔ حقیقتاً یہ کوئی نیکی ہی نہیں ہے کہ ظالموں کو عمداً ظلم کا موقع دیا جائے اور مفسدوں کو جان بوجھ کر فساد پھیلانے کی آزادی دے دی جائے۔ اس کو ہم کمزوری کہہ سکتے ہیں، بزدلی و کم حوصلگی سے موسوم کر سکتے ہیں مگر خیر و اصلاح واحسان سے تعبیر نہیں کر سکتے۔ نیکی دراصل اصلاح کا دوسرا نام ہے اور دو محبت و غضب دونوں کے معتدل امتزاج سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر بدی کی اصلاح عفو درگزر اور صبر و تحمل اور لطف و رحم سے ہو سکے تو اس سے کرنی چاہیے، اور اگر یہ محبت کی قوتیں اس میں کامیاب نہ ہو سکیں تو پھر سیاست و تعزیر اور قصاص و انتقام کی قوتوں سے کام لینا ضروری ہے، کیوں کہ اصل مقصود اصلاح ہے، اور انسان کا فرض ہے کہ ضرورت کی حد تک ہر اس طریقے کو استعمال کرے جو اس مقصد کے حصول کے لیے مفید اور ناگزیر ہو۔ اس میں طریقوں کا امتیاز کرنا اور ایک ہی طریقہ پر اس حد تک اصرار کرنا کہ وہ اصلاح کے بجائے مزید (معاشرے میں برے اثرات پیدا کرنے جیسے) فساد کا موجب ہو جائے، تو یہ نہ تو عقلمندی ہے اور نہ نیکی۔"[1]

اب اگر صلیبی جنگوں کو دیکھیں کہ جن میں ان عیسائیوں نے صلیب کے نام پر کوئی بھی گھناؤنا جرم نہ چھوڑا جس کے یہ مرتکب ہوئے تو ان کے اثرات درجہ ذیل تھے۔

- ان جنگوں سے دین اسلام کو تو جو نقصانات ہوئے خود مسیحیت پر بھی اس کے برے اثرات پڑے کہ آج بھی مسیحیت کے اپنے پیروکار صلیبیوں کی اس وحشت کو سیاہ الفاظ میں یاد کرتے ہیں اور یہ صلیب کے نام پر ایک دھبہ ہے جسے یہ لوگ چاہ کر بھی مٹا نہیں سکتے اور نہ ہی اس کے کسی بھی طرح حق پر ہونے کے کی کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔
- دو صدیوں پر محیط یہ صلیبی جنگیں جو مسلمانوں پر بے جا طور پر مسلط کی گئی تھیں اپنے ساتھ تباہی و بربادی لے کر آئیں۔ یوں مذہبی جنونیوں نے دنیا کی ایک کثیر آبادی کو آہ و فغاں اور اتھاہ اندھیروں میں دھکیل دیا۔ یہ جنگیں فلسطین پر قبضہ کرنے کی کوشش تھی لیکن مسلمانوں کا قبضہ بیت المقدس پر بدستور قائم رہا۔

[1] مودودی، ابوالاعلی، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن، ص: 407-408

مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان میں اجنبیت کی ایک مستقل دیوار جو آج تک ان دونوں مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان میں حائل ہے وہ ان صلیبی جنگوں کا نتیجہ ہے۔

ان جنگوں کا ایک منفی اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کے خلاف اہل یورپ میں مذہبی جنون اور ہر طرح کی نفرت پیدا کردی گئی جس کی وجہ سے وہ اسلام اور مسلمانوں کے قریب نہ آسکے اور اسلام کے پیغام امن وانسانیت کے سمجھنے سے قاصر رہے۔ صلیبی جنگوں پر کئی صدیاں گزر گئیں لیکن اب تک ان کے دلوں سے نفرت وعداوت کی وہ آگ ٹھنڈی نہ ہو سکی جو دوران جنگ صلیبی پادریوں اور رہنماؤں نے غلط پروپیگنڈہ کے ذریعہ ان کے دلوں میں سلگائی تھی۔ یہ ان ہی جنگوں کا نتیجہ ہے کہ فتنہ استشراق رونما ہوا اور بڑی تعداد میں متعصب مستشرقین نے اسلامی تعلیمات کو مسخ کرکے دنیا کے سامنے پیش کیا، اور آج بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش اور پروپیگنڈہ کر کے اپنے دل میں موجود انتقامی جذبے کی تسکین کا سامان کرتے ہیں۔[1]

فلسطین میں یہودی ریاست کا قیام بھی اسی ظلم وبربریت کی ایک کڑی ہے۔

******

[1] صکیبی جنگیں اسباب ونتائج-https://m.dailyhunt.in/news/india/urdu/qindeel-epaper-qindel/-newsid-85869779 ,Retrieved 4th July , 2012

کرب، اندھیرا اور روشنی

(اقرا ظفر، بی-ایس، سمیسٹر:8، BS-17-12)

کرب کے معنی تو سب جانتے ہیں "تکلیف" لیکن کرب میں مبتلا رہنے والے انسان کے احساسات کوئی نہیں سمجھ سکتا سوائے اس کے جو خود تکلیف میں مبتلا ہو۔ جو شخص کرب میں مبتلا ہوتا ہے وہ زیادہ بظاہر ہنستا مسکراتا رہتا ہے لیکن کبھی ایسے تنہائی میسر آتی ہے تو یہی کرب اسے چاروں طرف سے جکڑ لیتا ہے۔ اور چہرے پر گویا اندھیرا سا پھیلا دیتا ہے۔ اس اندھیرے میں اس کا اپنا آپ گم ہو جاتا ہے اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارتا ہے تو کہیں دور اسے ایک کرن پھوٹتی نظر آتی ہے۔

اس کرن کو کیا نام دیں؟؟؟

شاید اسے امید کہتے ہیں کیونکہ اس کے نظر آتے ہی اندھیرا چھٹنے لگتا ہے اور پھر وہی تازگی چہرے پر پھیل جاتی ہے۔

******

معاہدین کا نبی ﷺ پر طعن کرنا

(نائلہ سرور، بی-ایس، سمسٹر:8، BS-39-17)

اسلام میں اہانتِ رسول کی سزا قتل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی ذات دین میں سب سے بنیادی حیثیت رکھتی ہے، آپ کی نبوت و رسالت پر ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرآنِ کریم، جنت و جہنم، اور زندگی بھر کے سارے بنیادی اور شرعی احکام موقوف ہیں۔ اسلام کا مقصود تو ربِّ کریم کی عبادت واطاعت ہے، لیکن اس کا راستہ نبی کریم ﷺ کی رسالت اور اتباع کے بغیر مل نہیں سکتا۔ چنانچہ اسلام نے حب واطاعتِ رسول کو قانونی تقاضا بنانے کے ساتھ اسے خوبصورت جذباتی تعلق سے استوار کردیا اور نبی کریم ﷺ کی محبت کو تکمیل ایمان کی شرطِ اوّل قرار دے دیا۔ نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے کی سزا شرعِ اسلام میں قتل ہے۔[1]

جیسا کہ اس حدیثِ مبارکہ سے علم ہوتا ہے جسے سیدنا ابو برزہ نے بیان کیا ہے:

«كُنْتُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَتَغَيَّظَ عَلَى رَجُلٍ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: تَأْذَنُ لِي يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَضْرِبُ عُنُقَهُ! قَالَ: فَأَذْهَبَتْ كَلِمَتِي غَضَبَهُ، فَقَامَ، فَدَخَلَ، فَأَرْسَلَ إِلَيَّ، فَقَالَ: مَا الَّذِي قُلْتَ آنِفًا؟ قُلْتُ: ائْذَنْ لِي أَضْرِبُ عُنُقَهُ، قَالَ: أَكُنْتَ فَاعِلًا لَوْ أَمَرْتُكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: لَا وَاللَّهِ مَا كَانَتْ لِبَشَرٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ»[2]

”میں سیدنا ابو بکر صدیق کے پاس تھا کہ وہ کسی آدمی پر ناراض ہوئے اور بہت زیادہ ناراض ہوئے۔ میں نے کہا: اے خلیفہ رسول! اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن مار ڈالوں؟ تو میری اس بات نے اُن کا سب غصّہ زائل کردیا۔ پھر وہ وہاں سے اُٹھ کر گھر چلے گئے اور مجھے بلوا بھیجا اور کہا: تم نے ابھی ابھی کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے کہا تھا: مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ فرمایا: اگر میں تجھے ایسے کہہ دیتا تو کیا واقعی تم یہ کر گزرتے؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا نہیں، اللہ کی قسم! سیدنا محمد ﷺ کے بعد کسی بشر کو یہ مقام حاصل نہیں۔“

صحیح بخاری میں کعب بن اشرف یہودی اور ابو رافع یہودی کے واقعات ہیں۔ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کی وجہ نبی کریم ﷺ نے یوں بیان فرمائی:

---

1 حسن مدنی، قانونِ توہین رسالت؛ دو انتہاؤں کے مابین!، ماہنامہ محدث، شمارہ:376، مارچ 2017 رجب 1438 جلد:49 عدد:2
https://magazine.mohaddis.com/shumara/395-mar-2017/3742-qanoon-toheen-risalat-intehaon-maben

2 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن أبي داود، کِتَابُ الْحُدُودِ، بَابُ الْحُكْمِ فِيمَنْ سَبَّ النَّبِيَّ ﷺ، رقم حدیث:4363

«من لكعب بن الأشرف؟ فإنه قد آذى الله ورسوله»[1]

"کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت سے دوچار کیا ہے۔"

قرآنِ کریم میں شاتم رسول کا تذکرہ:

گستاخی رسول کی وجہ سے معاہدین کا عہد ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ آیت قرآنیہ میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ١٣ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ١٤ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾[2]

"اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے سرداروں سے قتل کرو۔ بے شک ان لوگوں کی کوئی قسمیں نہیں تاکہ وہ باز آجائیں۔ کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑوگے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول ﷺ کو نکالنے کا ارادہ کیا اور اُنہوں نے ہی پہلی بار تم سے ابتدا کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو تو اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔ ان سے قتل کرو، اللہ اِنہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور اُنہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مؤمنوں کے سینوں کو شفا دے گا اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے اور کمال حکمت والا ہے۔"

جب خلافت الٰہیہ قائم ہوئی تو تنقیص تضحیک اور اہانت رسول کی سزا اسلامی حکومت میں بطور حد سزائے موت قرار پائی اور تکمیل دین کے بعد ساری امت کی یہ ذمہ داری ٹھہری کہ وہ توہین رسالت کا سد باب کرے اور اگر اسلامی حکومت موجود نہ ہو تو ہر فرد کو یہی حکم ہے کہ وہ گستاخ رسول کو سزائے موت دے۔

---

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، كِتَابُ المَغَازِي، بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ، رقم حدیث: 4367

[2] التوبہ 9:12۔15

سورۃالاحزاب کی آیت 57 میں عذاب کا ذکر ہے وہ دنیا اور آخرت دونوں کے لیے ہے۔

اذیت رسول کی سزا:

اللہ تعالیٰ نے سورۃالانفال میں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کے لیے قتل کا حکم صادر فرمایا ہے:

﴿فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ () ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾[1]

"پس تم ان کی گردنوں پر اور جوڑ جوڑ پر ضرب لگاؤ (یہ حکم) اس لیے دیا گیا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دے گا تو یاد رکھو اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔"

یہ آیات سورہ انفال کی ہیں جو 2 ہجری میں مدینہ منورہ میں اس وقت نازل ہوئیں جبکہ اسلامی ریاست معرض وجود میں کی تھی اور دشمنان اسلام اللہ کے رسول کی مخالفت اور ایذا رسائی پر کمربستہ ہوگئے تھے۔ اس پاداش جرم میں ان کے لیے یہ سزا تجویز ہوئی۔[2]

وہ لوگ جو اس برگزیدہ معصوم اور منزہ عن الخطا اور محبوب کبریا ہستی کو ذہنی یا جسمانی کسی قسم کی بھی اذیت پہنچائیں ان کے بارے میں قرآن مجید کا واضح حکم موجود ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾[3]

"بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی طرف سے پکڑ ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا گیا ہے۔
"

مفردات امام راغب میں جو لغت القرآن پر انتہائی مستند کتاب سمجھی جاتی ہے، سخت، دکھ اور تکلیف دینے کو عذاب کہا گیا ہے۔ عذاب عذب " سے مشتق ہے۔ عذب شیریں پانی کو کہتے ہیں۔ تعذیب میں ازالۃ عذب ہے۔ اس لیے عذبۃ کے معنی ہیں۔ میں نے اسے زندگی کی لذت اور مسرتوں سے دور یعنی محروم کر دیا۔[4]

---

1 الانفال 8:12-13

2 قرطبی، ابو عبداللہ، امام، الجامع الاحکام القرآن، 10 / 41، بحوالہ ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت، ص 89-90

3 الاحزاب 33:57

4 محمد اسمٰعیل قریشی، ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت، الفیصل ناشران، لاہور، 2010ء، ص 108

کفارِ مکہ نے دار الندوہ میں جمع ہو کر نبی کریم ﷺ کی شانِ با کمال میں گستاخی کرتے ہوئے تین کاموں میں سے ایک کام کے کر گزرنے کا پروگرام بنایا۔ یا آپ کو قتل کیا جائے یا قید کر دیا جائے یا مکہ سے نکال دیا جائے، جیسا کہ اس سے پچھلی سورۃ الانفال کی آیت نمبر 30 میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرما دیا ہے تو ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

جس شخص کے دل میں محبتِ رسول ﷺ موجزن ہے، اُسے یہ آیات پکار پکار کر بتا رہی ہیں کہ اخراج الرسول، قتل الرسول اور اثبات الرسول کا ارادہ رکھنے والے گستاخوں کے ساتھ اللہ نے قتل کا حکم دیا ہے اور ذکر فرمایا ہے کہ ایمان والے لوگوں کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ اُن گستاخوں کو عذاب دینا اور رسوا کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ ان گستاخوں کے خلاف صف بستہ ہو جائیں گے، ان کی نصرت و مدد اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا اور ان کے قتل پر اللہ ایمان والوں کے سینوں کو شفا اور ٹھنڈک پہنچائے گا اور ان کے دلوں کا غیض و غضب دور کرے گا، کیونکہ گستاخانِ رسول کو قلع قمع کرنے سے اہل ایمان کو سکون و اطمینان ملتا ہے اور دلوں کا غصہ اُترتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی تشریحات درج ذیل ہیں:

امام ابو اسحٰق ابراہیم بن سری زجاج (المتوفی 311ھ) رقم طراز ہیں:

"وهذه الأية توجب قتل الذى اذا أظهر الطعن فى الإسلام لأن العهد معقود عليه بأن لا يطعن فإذا طعن فقد نكث"[1]

"یہ آیتِ کریمہ ذمی (یہودی، عیسائی) کے قتل کو واجب کرتی ہے، جب وہ اسلام میں طعن کا اظہار کرے۔ اس لئے کہ اس کے ساتھ اس بات پر عہد تھا کہ وہ طعن و تشنیع سے کام نہیں لے گا، جب اس نے طعن کیا تو اس کا عہد ٹوٹ گیا۔"

یعنی جب کوئی یہودی یا عیسائی مسلمانوں کے ملک میں ذمی بن کر رہتا ہے اور جزیہ و ٹیکس اَدا کرتا ہے تو مسلمان اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس کا مسلمانوں کے ساتھ عہد و پیمان ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام پر طعن نہیں کرے گا۔ جب وہ دین پر طعن کرتا ہے جیسے اللہ کے رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی کو دشنام دینا وغیرہ تو پھر مسلمانوں پر اس کی حفاظت لازم نہیں رہتی۔ وہ نقض عہد کا مرتکب ہو جاتا ہے اور اس کو قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

امام فخر الدین رازی راقم ہیں:

"المسألة الثالثة: قال الزجاج هذه الآية توجب قتل الذمى إذا أظهر الطعن فى الإسلام لأن عهده مشروط بأن لا يطعن فإن طعن فقد نكث ونقض عهدهم[2]"

---

1 ابو إسحاق الزجاج، إبراهيم بن السري بن سهل، معاني القرآن وإعرابه، عالم الكتب، بيروت، 1988ء، 2/434

2 رازی، أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن، مفاتيح الغيب، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1420ھ، 15/535

"تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام زجاج نے فرمایا: یہ آیتِ کریمہ ایسے ذمی کے قتل کو واجب کرتی ہے جب وہ اسلام میں طعن کا اظہار کرے۔ اس لئے کہ اس کا عہد اس بات کے ساتھ مشروط تھا کہ وہ طعن سے کام نہیں لے گا۔ تو اگر وہ طعن کرے تو اس نے عہد و پیمان توڑ دیا۔"

علامہ رازی نے امام زجاج کی بات کو نقل کرکے برقرار رکھا اور اس کی تائید فرمادی۔ آج کے تجدد پسند طبقہ کی اگر آنکھیں بند ہیں او رانہیں یہود و نصاریٰ کی امداد قرآن فہمی سے عاری کئے ہوئے ہو، لیکن متکلم زمان اور اپنے دور کے مایہ ناز مفکر علامہ رازی کو تو قرآن حکیم سے ایسے گستاخ یہودیوں اور عیسائیوں کا قتل واضح طور پر دکھائی دے رہا ہے۔

امام ابن کثیر دمشقی اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وطعنوا في دينكم" أي عابوه وانتقصوه ومن هاهنا أخذ قتل من سب الرسول صلوات الله وسلامه عليه أو من طعن في دين الإسلام أو ذكره بتنقص"[1]

"اور اللہ کا فرمان "اور وہ تمہارے دین میں طعن کریں" یعنی اس میں عیب نکالیں اور تنقیص کریں۔ یہیں سے شاتم رسول ﷺ کے قتل کا حکم اخذ کیا گیا ہے یا جو بھی شخص دین اسلام میں طعن کرے یا تنقیص کے ساتھ اس کا تذکرہ کرے۔"

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی فرماتے ہیں:

"إذا طعن الذمي في الدين انتقض عهده لقوله "وإن نكثوا أيمانهم..... فقاتلوا أئمة الكفر "فأمر الله بقتلهم وقتالهم إذا طعنوا في دينكم"[2]

"جب ذمی دین میں طعنہ زن ہو تو اللہ کے فرمان ﴿وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم.....أَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ "اور اگر وہ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں" "ائمہ کفر سے لڑائی کرو" کے مطابق اس کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ جب وہ تمہارے دین میں طعن کریں تو اللہ نے ان کے ساتھ قتل و قتال کا حکم دیا ہے۔"

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبیؒ رقم طراز ہیں:

"على أن أكثر العلماء من سب النبي ﷺ من أهل الذمة أو عرض

---

1 ابن کثیر، أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر، دار طیبة للنشر والتوزیع، قاہرہ، 1420ھ، 4/116

2 قاضی محمد بن عبداللہ أبو بکر بن العربی، أحکام القرآن، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1424ھ، 2/160

واستخف بقدرہ أو وصفه بغیر الوجه الذی کفر به فإنه یقتل"[1]

"اکثر علما کا یہی کہنا ہے کہ اہل ذمہ (یہود و نصاریٰ) میں سے جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے یا تعریض کرے یا آپ کی قدر ہلکی جانے یا اپنے کفر کے علاوہ کسی چیز سے آپ کو موصوف کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ ہم اسے ذمہ یا عہد و پیمان نہیں دے سکتے۔"

پھر امام قرطبیؒ نے اس مسئلہ میں ڈھیل اختیار کرنے والے لوگوں کا ذکر کرکے دلائل و براہین کے ساتھ ان کی تردید کی ہے۔

علامہ علاء الدین علی بن محمد المعروف بالخازن (المتوفی 725ھ) نے اپنی تفسیر لباب التأویل فی معانی التنزیل جو 'تفسیر خازن' کے نام سے معروف ہے۔ اس میں اس آیت کے تحت مذکورہ بالا مسئلہ تحریر کیا ہے۔ امامِ جلیل محی السنۃ حسین بن مسعود بغوی (المتوفی 516ھ) اپنی تفسیر معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی میں بھی اسی موقف کے حامی ہیں۔ امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی (المتوفی 597ھ) اپنی تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر میں بھی اسی کے مؤید ہیں۔ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (المتوفی 710ھ) نے اپنی تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التأویل میں ذمی کے واجب القتل ہونے کا یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ امامِ ماتریدیہ ابومنصور محمد بن محمد سمرقندی (المتوفی 333ھ) نے بھی اہل الذمہ کے نقض عہد پر ان کے قتل کے مسئلہ کو درج بالا آیت کے تحت ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ اور معروف ائمہ مفسرین کے حوالہ جات سے یہ بات بالکل عیاں اور ظاہر و باہر ہو جاتی ہے کہ ایسا یہودی و عیسائی جو گستاخ رسول ہو کر دین اسلام میں طعنہ زنی کرے، وہ واجب القتل ہے۔ جن لوگوں نے آنکھوں پر معاونتِ نصاریٰ اور حبِ یہود کی پٹی باندھ رکھی ہو، اُنہیں قرآن حکیم میں سے کہاں گستاخ رسول کی سزا نظر آئے گی؟ قرآن حکیم کی آیاتِ بینات سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اللہ اور رسول ﷺ کے محبان کو شفا عطا فرماتا اور بصیرت کی عظیم شاہراہ سے نوازتا ہے اور جن متجددین، متفلسفین، ملحدین اور ضالین و مضلین نے دشمنانِ دین کی زبان بولنا ہو اور ان کی حمایت میں راگنی الاپنی ہو اُنہیں قرآن کی آیات سے کچھ نظر نہیں آتا۔

قرآن پاک میں ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾[2]

---

1 قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، تفسیر قرطبی، دار الکتب المصریۃ، قاہرۃ، 1384ھ، 8/83

2 الاحزاب 33:57-58

”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے اور وہ لوگ جو ایمان دار مردوں اور ایماندار عورتوں کو ایذا دیتے ہیں بغیر کسی گناہ کے جو اُنہوں نے کمایا ہو تو یقیناً اُنہوں نے بہتان باندھا اور صریح گناہ کا بوجھ اُٹھایا ہے۔“

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان کو ایذا دینے والوں کا ذکر کیا ہے اور ایمان والوں کی ایذا اور رسول اللہ ﷺ کی ایذا میں فرق ذکر کیا ہے۔ اہل ایمان کو بلاوجہ اذیت دینے کو بہتان اور واضح گناہ قرار دیا جبکہ نبی ﷺ کی ایذا پر دنیا و آخرت کی لعنت اور ذلیل کرنے والا عذاب ذکر فرمایا۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی عام مومنوں کی گستاخی کی طرح نہیں ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایذا، تکلیف اور ضرر کوئی نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی اس کو کوئی ضرر لاحق ہو سکتا ہے تو پھر کیوں فرمایا: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں؟ اللہ کی طرف ایذا کی نسبت کرنا دراصل بالخصوص اس کے رسول ﷺ کو ایذا دینا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی ایذا و تکلیف کو اللہ اپنی ایذا فرماتا ہے کیونکہ وہ تو قاہر، غالب اور ہر چیز پر قادرِ مطلق ہے اور اس بات کی قرآنِ حکیم میں کئی ایک اَمثلہ وارد ہوئی ہیں جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾[1]

”اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔“

اس آیتِ کریمہ میں اللہ کی مدد کرنے سے مراد اللہ کے دین کی مدد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت کو اپنی طرف منسوب کرنے سے مراد اس کا دین اور اس کے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ اجمعین ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ کے دین کی مدد، اللہ کے انبیا کی مدد، اللہ کے اولیا کی مدد کرنا درحقیقت اللہ کی مدد کرنا ہے۔ ایسے ہی اللہ کے رسول ﷺ کو اذیت و تکلیف دینا اللہ کو اذیت و تکلیف دینے کے مترادف ہے۔

نیز اس آیتِ کریمہ میں گستاخ رسول کو ملعون قرار دیا اور اس کے لئے رسوا کن اور ذلت آمیز عذاب و سزا کا بیان فرمایا۔ اس آیت میں گستاخانِ رسول پر جو دنیا اور آخرت کی لعنت کا ذکر کیا گیا ہے تو یہاں لعنت سے کیا مراد ہے؟

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

"ولعنهم في الدنيا بالقتل والجلاء وفي الآخرة بالنار"[2]

”دنیا میں لعنت سے مراد قتل اور جلاوطنی کی سزا اور آخرت میں آگ کی سزا ہے۔“

---

1 محمد 47:7

2 جوزی، جمال الدین أبو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد، زاد المسیر فی علم التفسیر، دار الکتاب العربی، بیروت، 1422ھ، 3/483

امام عبدالرزاق رسعنی فرماتے ہیں:

ان کو 'دنیا میں لعنت' سے مراد قتل کی سزا دینا ہے، کیونکہ ایذائے رسول کی یہی سزا نبی کریم ﷺ نے متعین فرمائی ہے اور قرآن پاک کا سیاق و سباق اسی کی تائید کرتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ احزاب کی 56 نمبر آیت میں رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ و سلام کا ذکر فرمایا، پھر آیت نمبر 57 میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دینے والوں کا ذکر کرکے دنیا و آخرت کی لعنت اور ذلیل کرنے والے عذاب اور سزا کا بیان فرمایا۔ پھر آیت نمبر 58 میں اہل ایمان کو ایذا دینے والوں کا ذکر کرکے اس کو بہتان اور صریح گناہ قرار دیا ۔آیت نمبر 59 میں نبی کریم ﷺ کی بیویوں، بیٹیوں اور ایمان والوں کی عورتوں کے پردے کا ذکر کیا تاکہ اُنہیں ایذا نہ دی جائے۔ آیت نمبر 60 میں ایسی حرکات سے باز نہ آنے والے منافقوں کا ذکر کیا اور ناشائستہ حرکات کرنے والے اور پروپیگنڈہ کرنے والے لوگوں پر آپ کے تسلط کا ذکر کیا اور نمبر 61 میں فرمایا:

﴿مَلعونينَ أَينَما ثُقِفوا أُخِذوا وَقُتِّلوا تَقتيلًا﴾[1]

”اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے گستاخان ملعون ہیں، جہاں بھی پائے جائیں، پکڑ لئے جائیں اور بُرے طریقے کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔“

اور آیت نمبر 62 میں پھر اسے اللہ کی سنت اور قانون قرار دیا گیا ہے یعنی توہین رسالت کے بارے قانونِ الٰہی یہی ہے کہ ایسے ناپاک ملعون لوگ بُری سزا کے حقدار اور واجب القتل ہیں۔ سورۃ الاحزاب کی آیت 56 سے لے کر آیات 62 تک کا مفہوم و مراد یہی ہے۔

کعب بن اشرف کا قتل:

'اَذیت' سے مراد: نبی کریم ﷺ نے جب کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا حکم نامہ جاری کیا تو اس کی علت اور وجہ یہ بیان کی کہ فإنہ قد آذی اللہ و رسولہ ”اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی ہے۔“

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کعب بن اشرف یہودی نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدے کی خلاف ورزی کی اور آپ کے خلاف اہل مکہ کی معاونت کی، اس لئے اس کے قتل کا حکم جاری کیا گیا۔ یاد رہے کہ کعب یہودی نقض عہد کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی ہجو اور توہین کا بھی مرتکب تھا، اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا:

«فإنه قد آذى الله ورسوله»

☆امام مازریفرماتے ہیں:

"إنما قتله كذلك لأنه نقض عهد النبي ﷺ وهجاه وسبه وكان عاهده أن لا يعين عليه أحدًا ثم مع أهل الحرب معينًا عليه"[2]

---

1 الاحزاب 33:61

2 نووی، یحیی بن شرف، ابوزکریا، المنہاج شرح صحیح مسلم، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، 1392ھ، 12/161

"کعب بن اشرف کو اس لئے قتل کیا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے عہد کو توڑا۔ آپ ﷺ کی توہین کی اور آپ کو گالی دی اور اس کا یہ معاہدہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا پھر وہ آپ ﷺ کے خلاف اہل حرب کا معاون ہو گیا۔"

☆ محی السنۃ امام بغویفرماتے ہیں:

"وكان كعب بن الأشرف ممن عاهد رسول الله ﷺ أن لا يعين عليه أحدًا ولا يقاتله ثم خلع الأمان ونقض العهد ولحق بمكة وجاء معلنًا معاداةً النبي يهجوه في أشعاره ويسبه. فاستحق القتل لذلك"[1]

"کعب بن اشرف یہودی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے اور نہ ہی آپ ﷺ سے لڑیں گے۔ پھر اس نے امان ترک کی اور عہد توڑا اور مکہ چلا گیا اور اعلانیہ نبی کریم ﷺ سے عداوت کرتے ہوئے آیا اور اپنے شعروں میں آپ ﷺ کی توہین کرتا اور گالیاں بکتا تھا اس لئے واجب القتل ہو گیا۔"

لہٰذا کعب بن اشرف کو صرف نقضِ عہد کی سزا نہیں دی گئی بلکہ وہ گستاخ رسول تھا اور اشعار میں آپ ﷺ کو گالیاں بکتا اور ہذیان گوئی کرتا تھا اور ویسے بھی رسول اللہ ﷺ کی توہین سے نقض عہد ہو جاتا ہے جیسا کہ پیچھے مفصل باحوالہ بحث گزر چکی ہے اور اس کی تائید درج ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے:

کعب بن مالک بیان کرتے ہیں:

"أن كعب بن الأشرف اليهودي كان شاعرًا وكان يهجو رسول الله ﷺ و يحرض عليه كفار قريش في شعره ...... فأمر الله تعالى رسوله والمسلمين بالصبر على ذلك والعفو عنهم ففيهم أنزل الله جل ثناءه ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذًى كَثِيْرًا﴾.... سورة آل عمران" وفيهم أنزل الله: ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾.... سورة البقرة " فلما أبى كعب بن الأشرف أن ينزع عن أذى رسول الله ﷺ وأذى المسلمين وأمر رسول الله ﷺ سعد بن معاذ أن يبعث رهطاً

---

[1] ابو محمد، الحسین بن مسعود، شرح السنۃ، المکتب الإسلامي، بیروت، 1403ھ، 11/45

ليقتلوه"[1]

"کعب بن اشرف یہودی شاعر تھا اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں بکواس کرتا تھا۔ اور اپنے شعروں میں قریش کے کافروں کو آپ ﷺ کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ ملے جلے لوگ تھے۔ ان میں وہ مسلمان بھی تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ کی دعوت نے جمع کر دیا تھا اور ان میں مشرکین بھی تھے جو بت پوجتے تھے اور اُن میں یہودی بھی تھے جو ہتھیاروں اور قلعوں کے مالک تھے اور وہ اوس و خزرج قبائل کے حلیف تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی جب مدینہ تشریف آوری ہوئی تو آپ ﷺ نے سب لوگوں کی اصلاح کا ارادہ فرمایا۔ ایک آدمی مسلمان ہوتا تو اس کا باپ مشرک ہوتا۔ کوئی دوسرا مسلمان ہوتا تو اس کا بھائی مشرک ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی آمد مبارک پر مشرکین اور یہودانِ مدینہ آپ ﷺ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو شدید قسم کی اذیت سے دوچار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور مسلمانوں کو اس پر صبر و تحمل اور ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا۔

انہی کے بارے اللہ جل شانہ کا فرمان نازل ہوا۔ "اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی اِیذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔"

اور انہی لوگوں کے بارے میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی ''بہت سارے اہل کتاب چاہتے ہیں، کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لئے حق خوب واضح ہو چکا سو تم معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت والا ہے۔"

جب کعب بن اشرف رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو اذیت دینے سے باز نہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے سعد بن معاذ کو حکم دیا کہ اس کے قتل کے لئے لشکر روانہ کرو۔"

حافظ ابن حجر عسقلانینے امام حاکم کی الاِکلیل کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«**فقد أذانا بشعره وقوّى المشركين**»[2]

"اس نے ہمیں اذیت دی اور مشرکوں کو تقویت پہنچائی ہے۔۔"

---

1 بیہقی، أحمد بن الحسين، دلائل النبوة، دار الكتب العلمية، بیروت، طبع اول، 1405ھ، 3/197

2 عسقلاني، احمد بن علي بن حجر أبو الفضل، فتح الباري شرح صحيح البخاري، دار المعرفة، بیروت، 1379ھ، 7/337

ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام ابن اسحٰق نے عبداللہ بن عباس سے بیان کیا کہ

"إن النبیﷺمشی معهم إلی بقيع الغرقد ثم وجههم فقال:انطلقوا علی اسم الله: اللهم أعِنْهم"[1]

"بلا شبہ نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ بقیع غرقد تک چلے، پھر ان کو متوجہ کرکے فرمایا:"اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ اے اللہ ان کی مدد فرما!"

یعنی محمد بن مسلمہ وغیرہ کو جب کعب کے قتل کے لئے روانہ فرمایا تو آپ ﷺ ان کے ہمراہ بقیع غرقد تک خود تشریف لے گئے اور اللہ کے نام پر اُنہیں روانہ کیا اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا فرمائی۔

دور خلافت میں عہد صدیق حضرت ابو بکر صدیق نے حضور اکرم کے وصال کے بعد اسلام اور ختم نبوت کے خلاف اٹھنے والی شور شوں اور خاص طور پر ارتداد کا جس طرح سد باب کیا اور خلافت کو علی منہاج النبوۃ قائم کیا، وہ ان ہی کا حصہ تھا۔ حضرت ابو کر انتہائی حلیم الطبع اور نرم خو ہونے کے باوجود دین کے معاملہ میں کسی قسم کی مداہنت برداشت نہیں کرتے تھے۔ یہاں ان کے عہد خلافت کے ان واقعات کا ذکر کیا گیا جو توہین رسالت سے تعلق ہیں۔

مہاجرین امیہ جو حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں صوبائی عدلیہ کے سربراہ تھے کی امداد میں دو گانے والی عورتوں کا مقدمہ پیش ہوا۔ ایک کے خلاف الزام تھا کہ اس نے سرکار سایت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں۔ دوسری عورت پر الزام تھا کہ اس نے اپنے گیتوں میں مسلمانوں کی ہو اور توہین کی ہے۔ دونوں کے خلاف شہادت سے جرم ثابت ہونے پر انہیں ہی سزا دی گئی کہ دونوں کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے اور ان کے دانت توڑ دینے گئے کہ تندہ ایسی بدآموزی سے وہ باز رہیں۔ ان دونوں مقدمات کی روئیداد جناب صدیق اکبر کے سامنے پیش ہوئی تو آپ نے ان دونوں سزاؤں سے اختلاف کرتے ہوئے مہاجرین امیہ کو تحریر فرمایا:

اس مغنیہ کے خلاف جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہے نے جو کارروائی کی اس کا مجھے علم ہوا۔ اگر تم ہی کارروائی نہ کر چکے ہوتے تو میں تمہیں حکم دیتا کہ اسے سزائے موت دی جائے کیونکہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے خلاف ارتکاب جرم کی سزا عام جرائم کی سزا کے برابر نہیں ہوتی اور تم نے دوسری مغنیہ کو، جس نے مسلمانوں کی ہجو اور دشنام طرازی کی ہے، جسزادی ہے وہ بھی درست نہیں۔ اس لئے آپ نے حاکم عدالت کو ہدایت کی کہ دو ان بارے میں آئندہ محتاط رہے اور ایسی سنگین سزا کے اجرا سے اجتناب کرے۔

توہین رسالت کے بارے میں حضرت ابو بکر صدی کے ایک اور واقعہ سے ان کی ژرف نگاہی علم وتدبر اور

---

[1] ایضاً،7/338

صحیح قوت فیصلہ کا اندازہ ہوتا ہے ، جس میں ان کی ذاتی دشمنی اشتعال انگیزی اور غم و غصے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اس واقعہ کے راوی حضرت ابو برز فرماتے ہیں :ایک دن میں حضرت ابو کرزی مجلس میں موجود تھا۔ایک شخص نے آپ سے گستاخی کی پر آنجناب اس شخص سے ناراض ہوئے۔ خلیفہ وقت کی شان میں گستاخی پر مجھے غصہ آ گیا اور میں بھی اس وقت مشتعل ہو گیا۔

ابو برزہ ، سے خلیفہ رسول اگر آپ اجازت دیں تو میں اس نامعقول گستاخ کی گردن اڑادوں "۔ حضرت ابو بکر نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور خاموشی سے اندر کمرے میں چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد مجھے اندر بلا بھیجا۔ حضرت ابو بکر (ابو برزہ) تم نے ابھی مجھ سے کیا کہا تھا؟ ابو برزہ یہی کہ آپ اگر اجازت دیں تو میں اس کا سر اڑادوں "۔ حضرت ابو بکر :اچھا اگر میں تمہیں اجازت دیتا تو کیا تم واقعی اسے مار دیتے ؟ ابو برزہ : یقینا میں اس کو زندہ نہ چھوڑتا۔ حضرت ابو بکر رب ذوالجلال کی قسم یہ مرتب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس اور کو حاصل نہیں (کہ اس سے گستاخی کرنے والے قتل کر دیا جائے خواہ وہ خلیفہ وقت ہی کیوں نہ ہو)[1]

ابن وہب نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک راہب نے حضور علی الصلوۃ والسلام کی شان میں دشنام طرازی کی۔جب حضرت ابن عمر نے یہ بات کی تو ان لوگوں سے جنہوں نے یہ والحنا یا فرمایا " تم نے اسے قتل کیوں نہیں کر دیا اگر میں وہاں ہوتا تو اسے زندہ نہ چھوڑتا۔"[2]

اِجماعِ امت اور اقوالِ اہلِ علم سے ثبوت:

امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں یہ بات نقل فرمائی ہے کہ

"وأيما مسلم سبّ رسول الله ﷺ أو كذبه أو عابه أو تنقصه فقد كفر بالله وبانت منه امرأته فان تاب وإلا قتل و كذلك المرأة" [3]

"جس مسلمان نے بھی رسول اللہ ﷺ کو گالی دی، آپ کی تکذیب یا توہین کی تو وہ کافر ہو گیا، اس کی عورت اس سے جدا ہو جائے گی، اگر توبہ کرتا ہے۔ ورنہ قتل کر دیا جائے گا اسی طرح (گستاخ) عورت بھی (یہی سزا پائے گی)۔"

علما نے اس مسئلے میں اجماع نقل کیا ہے جس طرح کہ اجماع ابن المنذر میں ہے:

"أجمع عوام أهل العلم على أن حدّ من سبّ النبي ﷺ القتل"[4]

---

1 طبقات ابن سعد، 1/ 375-374 بحوالہ محمد اسمٰعیل قریشی، ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت، ص:108

2 ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص276

3 یعقوب بن ابراہیم، ابو یوسف، الخراج، المکتبۃ الأزھریۃ للتراث تحقیق، قاھرۃ، (س،ن)، 1/ 199

4 ابن تیمیہ، الصارم والمسلول، ص3

"اہل علم کا اجماع ہے کہ جو آدمی نبی ﷺ کو گالی دیتا ہے، اس کی حد قتل کرنا ہے۔"

عباسی دور حکومت میں خلیفہ ہارون رشید نے چند فقہاء عراق کے حوالہ سے امام مالک سے دریافت کیا کہ جو شخص سرکار رسالت مآب ﷺ کو گالی دے، اسے کیا سزا دی جائے۔ اس پر امام غضبناک ہوئے اور فرمایا اس امت کا کیا ٹھکانا جو نبی کریم کی شان میں سب وشتم پر خاموش رہے، ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے اور جو صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے مارے جائیں۔[1]

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ شاتم رسول اور دشنام طرازی کرنے والے گستاخ کا علاج قتل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اور آپ کے صحابہ کرام نے ایسے لوگوں سے توبہ کا مطالبہ کئے بغیر اُنہیں قتل کیا۔ اور عفو و درگزر کا حکم مدینے کی ابتدائی زندگی میں تھا۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ان کی اذیتوں اور گالی گلوچ پر صبر و تحمل سے کام لیتے رہے۔ پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے ان کا علاج قتل و قتال تجویز کیا گیا۔ لہٰذا شاتم الرسول کو بالخصوص قتل کی سزا سے معافی نہیں دی جا سکتی۔ اگر کوئی غیر مسلم پکڑے جانے کے بعد توبہ کرلے تو اس کی توبہ کا فائدہ عنداللہ تو ہو سکتا ہے، لیکن دنیا میں حد کی معافی نہیں ہوگی۔

رہی بات کہ جو شخص ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں، اس پر ہم تسلط اور نفوذ نہیں رکھتے وہ ایسے فعل کا ارتکاب کرے تو اس صورتِ حال میں اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا كَفَيْنَٰكَ ٱلْمُسْتَهْزِءِينَ﴾[2]

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جس جس نے بھی آپ ﷺ کا استہزا کیا اور تمسخر اُڑایا اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک ایک کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

ابو جہل کو بدر میں، اور ابو لہب کو نمونہ عبرت بنا دیا گیا، عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ، اَسود بن عبد یغوث، اَسود بن عبد المطلب یہ تمام نام اس انجام کا مظہر ہیں جو اللہ رب العزت ایسے لوگوں کا فرمایا کرتے ہیں۔ مگر جو لوگ ہمارے دائرہ عمل اور اختیار کے اندر ہیں، وہاں ہمیں اس فرض کا احساس کرنا چاہیئے۔ اور اس حق کو ادا کرنا چاہیئے جو اللہ نے ہمارے ذمہ لگایا ہے۔

گستاخ نبی ﷺ کی توبہ:

گستاخ نبی ﷺ کی توبہ کسی بھی حالت میں قبول نہیں ہوتی۔

قاموس الفقہ میں ہے:

ایسا شخص وجب القتل ہے بلکہ جو شخص شان مآب میں گستاخی کرے اس کی توبہ بھی قابل قبول نہیں۔[3]

---

1 قاضی عیاض اندلسی، الشفا بتعریف حقوق المصطفی، 2/205

2 الحجر 95:15

3 رحمانی، سیف اللہ خالد رحمانی، قاموس الفقہ، زمزم پبلیشرز، کراچی، 2013ء، 4/118

رسول اللہ کو گالی دینا یا آپ کے اصحاب کو گالی دینا:

عن علی بن أبي طالب رضی الله عنه قال قال رسول الله «من سب نبيا قتل ومن سب أصحابه جلد رواه أبو محمد الخلال وأبو القاسم الأزجي ورواه أبو ذر الهروي ولفظه من سب نبيا فاقتلوه ومن سب أصحابي فاجلدوه»[1]

"حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا(جو نبی کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو اس کے اصحاب کو گالی دے اس کے لیے کوڑے ہیں)اور ابو ذر نے بھی اسے روایت کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں۔

(جس نے نبی کو گالی دی اسے قتل کر دو اور جس نے میرے صحابی کو برا بھلا کہا اسے کوڑے مارو۔)"

یہ حدیث سنداً اگرچہ ضعیف ہے مگر اس حدیث کا مفہوم قرآن و حدیث کے دیگر درجنوں دلائل سے ثابت ہے کہ گستاخ کی سزا موت ہے اس کو قتل کیا جائے گا اور اس حدیث کو کئی مصنفین نے بطور شماریات اپنی اپنی کتب میں ذکر کیا ہے لہذا اس حدیث کو باب فضائل میں ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

******

---

1 ابن قیم، احکام اہل الذمۃ 3/1454-1455

نماز باجماعت اور شرعی احکام

(عنبرین کنول،بی-ایس، سمیسٹر:8،BS-17-46)

نماز کی ادائیگی کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز باجماعت کا نظام قائم فرمایا اور ہر مسلمان کے لیے عذر کے بغیر جماعت سے نماز ادا کرنا لازمی قرار دیا-اس سے افراد امت کا روزانہ، بلکہ ہر روز پانچ مرتبہ احتساب ہو جاتا ہے-باجماعت نماز کا یہ نظام بجائے خود افراد امت کی دینی تعلیم وتربیت کا اور ایک دوسرے کے احوال سے باخبری کا ایسا غیر رسمی اور بے تکلف انتظامی بھی ہے، جس کا بدلا سوچا بھی نہیں جا سکتا-اس کے ذریعے امت میں اجتماعیت پیدا کی جا سکتی ہے-

جماعت کے لغوی واصطلاحی معنی

جماعت کا مادہ ج،م،ع ہے اور جمع جماعات،اس کا معنی آدمیوں کا گروہ ہے [1]

نماز باجماعت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بالغ وعاقل،واقف مسائل، صحیح القراءۃ،غیر معذور اور عادل شخص آگے کھڑا ہو اور ایک یا اس سے زیادہ افراد پیش نماز پیچھے بشرائط وآداب کھڑے ہو کر نماز ادا کریں [2]

نماز باجماعت کے متعلق قرآنی آیات

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا عظیم ترین عبادات اور اللہ عزوجل کے قریب کرنے والے اعمال میں سے ایک ہے-اللہ عزوجل نے رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم دیا ہے- ارشادِ ربانی ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ [3]

"اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو"

باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم صرف عام حالات میں ہی نہیں، بلکہ حالتِ خوف میں بھی ہے-ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ [1]

---

[1] لوئیس معلوف،المنجد،ترجمہ:مولانا عبدالحفیظ بلیلاوی، مکتبہ قدوسیہ،لاہور 2009ء،ص 125

[2] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ،ص:202

[3] سورۃ بقرہ:43

"اور جب آپ ان میں موجود ہوں اور ان کے لیے نماز کھڑی کریں، تو لازمی ہے، کہ ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو اور وہ اپنے ہتھیار پکڑے رکھیں- پس جب وہ سجدہ کر لیں، تو پھر وہ آپ کے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ آجائے، جس نے نماز نہیں پڑھی ہے، وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور وہ اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار پکڑے رکھے"

نماز باجماعت کے لیے مسجد جانے کے فضائل

باجماعت نماز کے ثواب کا آغاز اسے شروع کرنے سے پہلے ہی ہو جاتا ہے- مسجد میں ادا کرنے کے شوق پر اجر ملتا ہے، پھر مسجد کی طرف قدم اٹھانے، مسجد میں داخل ہونے سے لے کر نمازی کے واپس گھر پہنچنے تک اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے-

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا بَنِي سَلِمَةَ أَلاَ تَحْتَسِبُونَ آثَارَكُمْ»[2]

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے بنو سلمہ والو! کیا تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟"

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ غَدَا إِلَى المَسْجِدِ وَرَاحَ، أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ»[3]

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں صبح شام بار بار حاضری دیتا ہے- اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی کا سامان کرے گا- وہ صبح شام جب بھی مسجد میں جائے-"

نماز باجماعت کی فضیلت

[1] سورۃ النساء:102

[2] امام ابو العباس زین الدین احمد بن عبد اللطیف، مختصر صحیح بخاری، ترجمہ: ابو محمد حافظ عبد الستار حماد، کتاب الاذان، باب احتساب الآثار، دار السلام، لاہور، 39،1/278

[3] ایضاً، باب فضل من غدا اور اوراح الی المسجد، ص:279، 397

باجماعت نماز کی فضیلت بہت زیادہ ہے حتی کہ اگر دو آدمی بھی ہوں تو جماعت قائم کی جائے۔ ان میں ایک امام بنے اور دوسرا مقتدی

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَمْرِو بْنِ جَرَادٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ»[1]

"رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو یا دو کے اوپر جماعت ہے"

نمازِ باجماعت کی منفرد نماز پر فضیلت :

وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ وَحْدَهُ سَبْعًا وَعِشْرِينَ»[2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے"

عشاء وفجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت :

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، قَالَ: دَخَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْمَسْجِدَ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، فَقَعَدَ وَحْدَهُ، فَقَعَدْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ، يَا ابْنَ أَخِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ[3] «

عبد الواحد بن زیاد نے ہمیں حدیث سنائی، کہا: ہم سے عثمان بن حکیم نے حدیث بیان کی، کہا: ہمیں عبد الرحمان بن ابی عمرہ نے حدیث سنائی، کہا: حضرت عثمان بن عفان مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں تشریف لائے اور اکیلے بیٹھ گئے، میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا، وہ کہنے لگے: بھتیجے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی تو گویا اس

---

[1] ابن ماجہ، السنن، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب الاثنان جماعۃ، 2/972

[2] صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، 2/177، 1478

[3] صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، 2/181، 1491

نے آدھی رات کا قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی۔

جماعت کی نیت پر جماعت کا پورا ثواب :

أَخْبَرَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ طَحْلَاءَ عَنْ مُحْصِنِ بْنِ عَلِيٍّ الْفِهْرِيِّ عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ حَضَرَهَا وَلَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا، پھر جماعت کی نیت سے مسجد کی طرف گیا مگر لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جماعت میں حاضر ہونے والے جیسا ثواب لکھ دیتا ہے لیکن اس سے ان کے ثواب میں کمی نہیں آتی۔

نمازِ باجماعت کی عدم ادائیگی پر قرآنی آیات اور احادیث

نمازِ باجماعت کے لیے دعوت قبول نہ کرنے والوں کے انجام کے متعلق قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝[2]

جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا جائے گا اور کفار سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے، ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہو گی حالانکہ پہلے سجدے کے لیے بلائے جاتے تھے جب کہ صحیح سالم تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باجماعت نماز سے پیچھے رہنے والوں سے شدید ناراضگی :

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ

---

[1] ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی، سنن نسائی، سعید اینڈ سنز، کراچی، 1/221، 856

[2] سورة قلم 42/43

هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ، فَيُحْطَبَ، ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلاَةِ، فَيُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ، أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا، أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ، لَشَهِدَ العِشَاءَ»[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں۔ پھر نماز کے لیے کہوں، اس کے لیے اذان دی جائے پھر کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے پھر انھیں ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر یہ جماعت میں نہ شریک ہونے والے لوگ اتنی بات جان لیں کہ انھیں مسجد میں ایک اچھے قسم کی گوشت والی ہڈی مل جائے گی یا دو عمدہ کھر ہی مل جائیں گے تو یہ عشاء کی جماعت کے لیے مسجد میں ضرور حاضر ہو جائیں

بلا عذر جماعت سے پیچھے رہنے والے کی نماز کا نہ ہونا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَ: أَنْبَأَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ، فَلَا صَلَاةَ لَهُ، إِلَّا مِنْ عُذْرٍ»[2]

سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اذان سن کر نماز کے لیے مسجد میں نہیں آتا، اس کی کوئی نماز نہیں، سوائے کسی عذر کی صورت کے۔

منافقین کی ایک علامت ہونا:

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ صَلاَةٌ أَثْقَلَ عَلَى المُنَافِقِينَ مِنَ الفَجْرِ وَالعِشَاءِ[3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ، 275/1، 389

[2] ابو عبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ابواب المساجد والجماعات، باب 17، 626/1، 79

[3] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ العشاء فی الجماعۃ، 657/1، 395

ابو صالح ذکوان نے بیان کیا، انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں اور اگر انھیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے اور چل نہ سکتے تو گھٹنوں کے بل گھسیٹ کر آتے

ترکِ جماعت کے عذرات

جن عذروں سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے-ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

- ایسی بیماری ہونا جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے-فالج، اپاہج وغیرہ-
- بہت بوڑھا ہونا کہ چلنے پھرنے سے عاجز ہو اور اس کو مسجد تک جانے میں مشقت ہو-
- بہت بارش ہونا، مسجد کے راستے میں کیچڑ ہو، سخت سردی ہونا، بہت شدید تاریکی ہونا-
- جب کھانا حاضر ہو اور بھوک لگی ہو-[1]
- مسجد جانے میں مال واسباب چوری ہو جانے کا ڈر ہو-
- مسجد جانے میں کسی دشمن کی جانب سے حملے کا ڈر ہو-[2]

نماز باجماعت سے مستثنیٰ لوگ

- کافر پر جماعت واجب نہیں
- عورتوں پر جماعت واجب نہیں
- نابالغ بچوں پر جماعت واجب نہیں
- مست و بے ہوش اور دیوانے پر جماعت واجب نہیں
- غلام پر جماعت واجب نہیں[3]

******

[1] مولانا سید زوار حسین شاہ، عمدۃ الفقہ، کتاب الصلاۃ، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، جنوری 2008ء، ص 182

[2] مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی، نماز کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا، بیت العمار، کراچی، 2010ء، 64/2

[3] مولانا سید زوار حسین شاہ، عمدۃ الفقہ، کتاب الصلاۃ، ص 183

اس دنیا میں انسان کا مقام و مرتبہ کیا ہے

(ثناء رونق، ایم اے سمسٹر:M،3-20-75)

اپنی پہچان:

جب کوئی سوال سنجیدہ ہوتا ہے تو وہ انجام کار عمل پر لاتا ہے۔ لیکن اگر سوال سنجیدہ نہیں ہے تو پھر وہ عمل کی طرف نہیں جاتا۔ شخصیت اور اپنی پہچان بھی ایسا ہی ایک سنجیدہ سوال ہے۔ اگر آپ اس سوال کو دل میں لیتے / لیتی ہیں اور غور و فکر شروع کر دیتے / دیتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اس کا جواب اشاروں یا دل میں بات ڈال دیتا ہے۔

حضرت ایوبؑ کا صبر و شکر اور آزمائش کا قصّہ:

"جب وہ آزمائش پوری ہو گی جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا تھا جس سے مقصود، ان کی تکمیل، درجات کی بلندی اور تقدیر پر راضی رہنا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں دُعائے مستجاب (قبولیت والی) دعا کا الہام کر دیا جس سے انکی عاجزی اور درماندگی ظاہر ہوتی تھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔"

دنیا کا کوئی انسان ایک دم سے اپنے آپ کو نہیں پہچان سکا۔ ایک آدمی پیدا ہوا، اس شخص نے غور و فکر شروع کی میرا رب کون ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے راہ میں سخت مشکلات کا سامنا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو "جدالانبیاء" کا لقب قرار دیا۔ دنیا آپ کو "حضرت ابراہیمؑ" کے نام سے جانتی ہے۔

قرآن مجید حضرت ابراہیمؑ کی شان:

سورۃ البقرہ 2، آیت نمبر 124:

> "اور جب ابراہیمؑ کو اُس کے ربّ نے کئی باتوں میں آزمایا، پس اُس نے اُن سب پورا کیا۔ فرمایا: بے شک میں تجھے لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں۔"

سورۃ ھود 11، آیت نمبر 75:

> "حقیقت میں ابراہیمؑ بڑا حلیم اور نرم دل آدمی تھا اور ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرتا تھا۔"

سورۃ النحل 16، آیت نمبر 120، 121:

> "بے شک ابراہیمؑ راہ ڈالنے والا، اللہ کا فرمانبردار، یکسو ہونے والا تھا، اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ اُس کی نعمتوں کا شکر گزار تھا۔ اُس (اللہ) نے اسے چُن لیا اور سیدھی راہ پر چلایا۔"

اور قدرت نے لازم کر دیا ہے کہ یہ راستہ ڈھونڈنے سے ہی ملے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ آنکھوں کو بند کریں اور آپ خود کو پہچان جائیں۔ کوشش لازم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ تم چاہو گے، کوشش کرو گے تو پھر ملے گا۔ یہ خالق اور مخلوق میں فرق ہے۔ خالق "کن" کہتا ہے اور وہ ہو جاتا ہے۔ ہم سوچتے ہیں، کہتے ہیں، کوشش کرتے ہیں، پھر ہوتا ہے۔

میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟

Who am I? What am I?

"اپنی پہچان کیلئے جب ہم قرآن مجید سے مدد لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے دشمنوں کا ذکر کیا ہے۔ شیطان کو انسان کا دشمن کہا ہے اور فرمایا کہ جب میں نے نفس کو پیدا کیا تو اپنا سب سے بڑا دشمن پیدا کیا۔"

اس کا جواب شعوری کوشش مانگتا ہے۔ سجدے کرنے پڑتے ہیں، کئی جگہ بھاگنا پڑتا ہیں۔ آپ کو کئی جگہ پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہیں۔ کئی جگہ آپ کے اندر کا شیطان باہر نکل آتا ہے۔ آپ اپنے اندر نگاہ ڈالتے ہیں تو شیطان نکل آتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میرے اندر اتنا لالچ ہے۔ آپ اپنے اندر نگاہ ڈالتے ہیں تو موتی نکل آتا ہے۔ آپ کہتے ہیں، میرے اندر اتنا خلوص ہے۔ کبھی آپ اپنے اندر نگاہ ڈالتے ہیں تو شیر (Lion) نکل آتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میرے اندر اتنا بہادر (baver,Power Full) ہوں۔

آخر میں پتا چلا کہ ساری چیزوں کو اپنے اندر تلاش کرتے کرتے وہ اصل چیز مل جاتی ہے۔ اگر اس سوال "Who am I?" کے سفر میں بولے تو آپ کے منہ سے نکلتا ہے، "نہ جاننے میں کون ہوں؟" جب آدمی کچھ بن جاتا ہے تو پھر اسے سمجھ آجاتی ہے کہ "نہ میں اور نہ وہ" سفر میں اسے یہ سمجھ نہیں آتی کہ "میں موسیٰ ہوں کہ فرعون ہوں۔"

اور منزل کے قریب پہنچ جائیں تو پتا لگتا ہے کہ اصل میں، میں کون ہوں۔ پھر آپ اسی نام کے ساتھ انجام کی طرف چل پڑتے ہیں۔ اسی شناخت (پہچان) کے ساتھ دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ اسی پہچان سے دنیا اسے جاتی ہیں۔

******

نماز کا معنی اور فرضیت

(حافظہ فرہین، بی-ایس سمیسٹر:BS،5-14-19)

صلوٰۃ کا معنی و مفہوم

ذاتِ باری تعالیٰ کی بار گاہِ صمدیّت میں اس کے بے پایاں جود و کرم اور فضل و رحمت کی خیرات طلب کرنے کے لئے کمالِ خشوع و خضوع کے ساتھ سراپا التجا بنے رہنے اور اس کے حقِ بندگی بجالانے کو صلوٰۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بنظرِ غائر دیکھا جائے تو کائناتِ ارضی و سماوی کی ہر مخلوق اپنے اپنے حسبِ حال بارگاہِ خداوندی میں صلوٰۃ اور تسبیح و تحمید میں مصروف نظر آتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ.[1]

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ (سب) اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے (بھی فضاؤں میں) پر پھیلائے ہوئے (اسی کی تسبیح کرتے ہیں)، ہر ایک (اللہ کے حضور) اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے۔"

نماز کی فرضیت و اہمیت

نماز دینِ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کے بعد اہم ترین رکن ہے۔ اس کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ یہ شبِ معراج کے موقع پر فرض کی گئی۔ قرآن و سنت اور اجماع کی رو سے اس کی ادائیگی کے پانچ اوقات ہیں۔

قرآنِ حکیم میں نماز کا حکم

اسلامی نظامِ عبادات میں نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآنِ حکیم میں 92 مقامات پر نماز کا ذکر آیا ہے۔ اور متعدد مقامات پر صیغہ امر کے ساتھ (صریحاً) نماز کا حکم وارد ہوا ہے۔ چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ O[2]

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

سورہ طٰہٰ میں ارشاد خداوندی ہے:

---

[1] النور،41:24

[2] البقرہ،43:2

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي O[1]

"اور میری یاد کی خاطر نماز قائم کیا کرو۔"

3۔ اللہ عزوجل نے اپنے نہایت برگزیدہ پیغمبر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا O[2]

"اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے حضور مقامِ مرضیّہ پر (فائز) تھے (یعنی ان کا رب ان سے راضی تھا)"

اَحادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز کی تاکید

اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے شہادت توحید و رسالت کے بعد جس فریضہ کی بجا آوری کا حکم قرآن و سنت میں تاکید کے ساتھ آیا ہے وہ نماز ہی ہے۔ درج ذیل احادیث مقدسہ کے مطالعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں نماز کو کیا مقام حاصل ہے؟

1۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ. عَلَى أَنْ يُعْبَدَ اللهُ وَ يُكْفَرَ بِمَا دُونَهُ. وَإِقَامِ الصَّلَاةِ. وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ. وَحَجِّ الْبَيْتِ. وَصَوْمِ رَمَضَانَ.[3]

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے سوا سب کی عبادت کا انکار کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔"

الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ، اتَّقُوا اللهَ فِيمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ.[4]

"نماز کو لازم پکڑو اور اپنے غلام، لونڈی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا.[5]

---

[1] طٰہٰ، 14:20
[2] مریم، 55:19
[3] مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب: بیان أرکان الإسلام ودعائمہ العظام، 45:1، رقم: 16
[4] أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب في حق المملوک، 378:4، رقم: 5156
[5] مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، 89:1، رقم: 85

”نماز کو اس کے مقررہ وقت پر پڑھنا۔“

******

اللہ تعالیٰ کے ناموں کی صفات

(روبینہ طفیل ایم اے سمسٹر:M،3-20-34)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کے ننانوے (99) نام ہیں جو ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا"

ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان ناموں کے ساتھ پکارا جائے تو وہ دعا قبول کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے

"اللہ تعالیٰ کے لیے اچھے نام ہیں پس پکارو اس کو اس کے ناموں کے ساتھ"

اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سنتا بھی اور دیکھتا بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ صفات بندوں جیسی نہیں ہیں اور ہم اس کی کیفیت کو بھی نہیں جانتے

اس کی جیسی کوئی چیز نہیں ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کی خوبیوں کو شمار کرنا چاہیں تو یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے سورۃ کہف میں ارشاد ہے کہ

کہہ دیجئے کہ ہو جائیں دریا سیاہی میرے رب کے کلمات کے لیے البتہ ختم ہو جائیں کہ دریا اس سے پہلے کہ ختم ہو میرے رب کے کلمات"

ایک اور جگہ سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

"اگر زمین میں جتنے بھی درخت ہو وہ سب قلمیں بن جائیں اور سمندر کا پانی سیاہی ہو جائے اور اس کے بعد سات سمندر کا پانی سیاہی بن جائیں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہو گی بے شک اللہ تعالیٰ غالب و حکمت والا ہے" (سورۃ لقمان)

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہوتے ہیں اپنے بندوں کے احوال سے پوری طرح واقف ہیں ان کی باتوں کو سنتا اور ان کے اعمال کو دیکھتا ہے فقیروں کو رزق دیتا ہے ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا ہے جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تمام اختیارات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیارات انسان کے پاس امانت ہوتے ہیں لہذا یہ حقیقت ماننا ہم سب پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود صفات صرف اور صرف اسی کا خاصہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کے آخری حصے میں آسمان زمین پر نازل ہوتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ کون ہی جو مجھ کو پکارے میں اس کی پکار کو قبول کروں کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو عطا کروں کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو معاف کروں"

ہمیں چاہیے بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کو اس کے صفاتی ناموں سے پکاریں اور دعا کی قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے اس سے مدد طلب کریں کیوں کہ وہی ذات ہے جو سب کو عطا کرتی ہے اللہ تعالیٰ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ہمیں اپنی تمام ضروریات کے لیے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے امید رکھنی چاہیے۔

******

طالب علم کا مقام

(ماہ نور سال دوم، سمسٹر:3، M-20-69)

بلاشبہ عالم کا مقام و مرتبہ تو مسلم ہے، مگر طالب علم کی شان یہ ہے کہ وہ زمین پر چلتا پھرتا جنتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں ہے۔

من سلك طريقا يبتغي فيه علما سلك الله به طريقا الى الجنة

جو شخص کسی راستے پر چلے جس میں وہ علم کی تلاش کرتا ہے، اللہ تعالی اسے جنت کے راستے پر چلاتا ہے۔

یہاں قرآن وسنت کے علم کی تلاش میں نکلنے والے شخص (طالب علم) کی شان دیکھئے کہ وہ علم کی طلب کے لئے زمین پر چل رہا ہے ادھر اللہ تعالی اس کے لئے آسمانوں پر جنت میں راستہ بنارہا ہے جب شاگرد کا مقام یہ ہے تو اسے پڑھانے والے استاد (عالم) کا کیا مقام ہو گا۔

اس سے آگے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

وان الملائكة لتضع اجنحتها رضى لطالب العلم

بلاشبہ فرشتے طالب علم کی خوشی کے لئے اس کے پاؤں تلے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

یہ تو طالب علم کی شان ہے کہ علم دین (قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے وہ زمین پر چلتا ہے تو جنت میں اس کے لئے راستہ بنایا جارہا ہے اور فرشتے اس کی خوشی کے لئے اس کے پاؤں تلے نوری پر بچھا رہے ہیں طالب کو ایک قلم (جس سے وہ قرآن وحدیث کے مسائل لکھے) دینے والوں کو اللہ جنت عطا فرمائیگا۔ یہ تو ایک قلم دینے کا حال ہے کہ اسے طالب علم کو ایک قلم دینے کے بدلہ جنت کا ایک باغ عطیہ ملے گا اور وہ بھی لوگ جو طلباء کے اخراجات کے لئے دینی مدارس کی بھرپور امداد کرتے ہیں، وہ کتنی جنتوں کے حقدار ہوں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر قرآن وسنت کا علم حاصل کرنے والا طالب ایک قبرستان سے گزرے تو اس کی برکت سے اس قبرستان کے عذاب میں پڑے ہوئے گناہگاروں سے چالیس دن تک کے لئے عذاب اٹھالیا جاتا ہے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں بسم اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک گناہگار اپنی بیوی کو یہ وصیت کر کے فوت ہو گیا کہ اس کا بچہ جب بڑا ہو تو اسے قرآن وسنت کا عالم بنانے کے لئے کسی دینی مدرسہ میں داخل کرانا جہاں وہ علماء سے دین کا علم حاصل کرے۔ گناہ گار ہونے کی وجہ سے اسے قبر میں عذاب دیا جارہا تھا اس دوران اس کا بیٹا بڑا ہو کر پڑھنے لکھنے کے قابل ہو گیا تو اس کی ماں اسے اس کے مرحوم باپ کی وصیت کے مطابق دینی مدرسہ میں لے گئی اور عالم بنانے کے لئے علماء کے حوالے کر دیا۔ استاذ نے اسے اپنے سامنے بٹھا کر بسم اللہ الرحمن الرحیم شروع کرائی تو اس کے باپ کے لیے عذاب دینے والے فرشتوں کو اللہ کا حکم ہوا کہ اس سے عذاب

اٹھالو میں نے اسے معاف کر دیا کیونکہ مجھے شرم آتی ہے کہ اس کا بیٹا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر علم سیکھ رہا ہو اور عالم دین بن رہا ہو اور میں اس کے باپ کو عذاب دیتا رہوں

چنانچہ اسے معاف کر دیا گیا یہ تو ابھی بسم اللہ پڑھنے اور سیکھنے کی برکت تھی اس کے بعد جب وہ اس سے اوپر کا علم سیکھتا ہے تو اس پر اور اسکے باپ پر اللہ کا کس قدر کرم ہوتا ہو گا اور اس کو قرآن و سنت پڑھانے والے عالم دین کا کیا مقام ہو گا پھر ان پر مال خرچ کرنے والے سخیوں کا کیا درجہ ہو گا۔

******

ظن کیا ہے؟

(رواحہ عالیہ ایم-اے سمیسٹر 3،M-20-62)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا (الحجرات: ۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں, اور ٹوہ میں نہ لگو۔

کسی چیز کی علامت سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے، ظن کہلاتا ہے۔ نتیجہ قوی ہو تو علم کا درجہ رکھتا ہے، کمزور ہو تو وہم کہلاتا ہے۔

قرآن پاک کے احکامات

قرآن پاک میں ظن سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بلکہ بعض ظن کو گناہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ مختلف مقامات پر ظن کی قسمیں بتائی ی گ ئی ی ہیں جن میں:

- دین کے نام پر بدگمانی کرنا۔
- دینداروں کو بے وقوف سمجھنا۔
- اٹکل پچو کرنا، بے جا سوالات کے ذریعے۔۔short cuts وغیرہ تلاش کرنا ہے۔
- شیطان مؤمن کے دل میں مؤمن ہی کے خلاف برا ظن پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے لوگ دوسرے سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

ظن کی اقسام

ظن کی تین اقسام ہیں۔

1۔ واجب (اللہ سے اچھا گمان رکھنا۔)

2۔ مستحب۔ (صالح مؤمنین اور ارد گرد کے لوگوں سے بھی اچھا گمان رکھنا)۔

3۔ حرام اور ممنوع گمان۔ (اللہ اور بندہ مؤمن سے برا گمان رکھنا۔)

ظن غالب وہ ہے جس میں ایک مؤمن حق بات کرنے کے ساتھ ساتھ حق پر جما بھی رہتا ہے۔

جیسے ہم کوئی پوسٹ، حدیث یا ویڈیو کلپ شیئر کریں تو ہمیشہ مستند حوالہ کے ساتھ کریں۔

اس کے برعکس شک اور وہم نہ صرف مذموم ہیں بلکہ رذیل لوگوں کی طبع ہوتا ہے۔

بدگمانی یا ظن کی وجوہات

- اللہ تعالیٰ کے ذکر میں کمی۔

- اللہ والوں سے لاتعلقی۔
- بدگمانی کی ایک بڑی وجہ سنی سنائی باتوں کو بلا تحقیق آگے پہنچانا ہے۔

بدگمانی کے اثرات

- بدگمانی ہی کی وجہ سے آج امت مسلمہ تتر بتر ہوگئی ہے اور ہم ایک فکری سوچ نہیں رکھتے۔
- بدگمانی ایک مہلک بیماری ہے، کینسر اتنا مہلک نہیں جتنی بدگمانی ہے۔ کورونا کے اثرات اتنے دیرپا نہیں جتنے بدگمانی کے ہوتے ہیں۔
- کیونکہ کورنا میں quarantine کر کے ہم خود کو محفوظ کر لیتے ہیں لیکن بدگمانی تو سالوں ختم نہیں ہوتی۔
- بدگمانی سے بغض grudges اور حسد envy جیسے امراض پیدا ہوتے ہیں۔
- جہنم کی آگ آخرت میں ہے لیکن ایک بدگمان شخص دنیا ہی میں جہنم کی طرح، اپنے برے ظن کی وجہ سے جلتا رہتا ہے۔
- بدگمانی سے ایسی بات منہ سے نکلتی ہے جس سے دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہے۔
- غیبت کی عادت بن جاتی ہے۔
- دوسرے کے عیب ٹٹولنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔
- ذہنی سکون خراب ہوتا ہے۔
- منفی سوچ رکھنے والا دوسروں کی نظروں میں بھی گر جاتا ہے۔
- عمر اور صحت میں برکت نہیں رہتی۔
- منفی سوچ سے گھر کا ماحول بھی خراب ہوتا ہے۔
- دل قلبِ سلیم نہیں رہتا بلکہ ایک dustbin بن جاتا ہے۔

تدبیر و علاج

- بدگمانی سے بچنے کا علاج کم گفتگو۔ جتنی گفتگو مختصر ہوگی، مسائل کم سے کم ہونگے۔
- غیبت سے بچیں۔ جس محفل میں جائیں، دل میں ارادہ کر کے جائیں کہ کسی کی بری بات پر نظر نہیں رکھنی نہ کرنی ہے۔
- لوگوں سے ملتے وقت ان سے حسن ظن رکھیں۔
- دوسروں کی باتوں کی ٹوہ میں نہ رہیں_
- جہاں بات واضح نہ ہو پوچھ کر یا بتا کر clear کر لیا کریں بجائے دل میں غبار رکھنے اور اس کی غلط تشہیر کرنے سے۔

- خود بینی یا میں کی عادت کو چھوڑ دیں کیونکہ جب انسان خود کو نمایاں کرتا ہے تو دوسروں کی اچھائی ی نہیں دیکھ سکتا۔
- جس شخص کے بارے میں بھی دل میں بدگمانی پیدا ہو اس کی اچھی باتوں کو یاد کیا کریں تا کہ دل سے بغض نکل جائے۔
- بدگمانی سے بچنے کے لیے آپنے آپ کو مختلف تعمیری سرگرمیوں میں مشغول رکھیں جس سے کوئی ی برا ظن ذہن میں نہیں آسکتا. ان شاء اللہ

(منقول، نامعلوم)

******

فَبِاَيِّ آلاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ!

(حنا مبشر، بی-ایس سمسٹر 3:، BS-46-20)

ساری کائنات کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہی زمین و آسمان کو بنانے والا اور وہاں موجود ہر چیز کا حقیقی مالک ہے۔ اس نے جن و انس کو پیدا کیا تاکہ وہ اس کی عبادت کریں۔ اور یہ قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔[1]

اور میں نے جن اور انسان اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

انسانوں کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السّلام سے شروع ہوا اور آج تک چلتا آرہا ہے اس دنیا میں ہزاروں لوگ آئے اور گئے۔ اللہ نے انسانوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بے شمار نعمتیں بھی اتاری اور انہیں نعمتوں میں سے خرچ کرنے کا حکم دیا۔ ایک حدیث میں آتا ہے:

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کے تم کو موت آ جائے۔ [2]

اللہ کی سب سے بڑی نعمت جو اس نے ہمیں عطا کی ہے وہ اس کا ہمیں پیدا کرنا ہے اور اس دنیا میں لانا ہے۔ انسان قدرت الہی کا شاہکار ہے۔ باقی کل مخلوقات انسان کی مسخر ہے۔ زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، دریا، ہوا، پانی، زمین کے اندر خزانے، سمندر کی مچھلیاں، ہیرے جواہرت، تیل کے چشمے، سونے چاندی کی کانیں۔۔۔ وغیرہ، یہ ساری نعمتیں تمام انسانوں کے لیے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ[3]

اور اسی نے خلقت کے لیے زمین بچھائی۔ جس میں میوئے ہیں اور خوشے والے کھجور کے درخت ہیں۔ اور بھس والا اناج ہے اور خوشبودار پھول ہیں۔

ان آیات میں بھی اللہ کے انعامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اس رب کائنات نے اپنی مخلوق کیلے زمین کو بنایا۔ اور اناج پیدا کیا۔ مخلوق سے مراد صرف انسان نہیں بلکہ اس میں ہر قسم کی مخلوق شامل ہے۔ جس کو

---

[1] سورۃ الذاریات، 56:51

[2] صحیح بخاری: 1419

[3] سورۃ رحمن، 10-12:55

بنانے والی اور پیدا کرنے والی صرف اللہ کی ذات ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے، جسے چاہے زندگی دے اور جسے چاہے موت دے۔

اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ایمان کے راستے پر چلنا ہے۔ اس راستے پر چلنے کا طریقہ تو اللہ نے سب کو بتا دیا ہے لیکن اس راستے پر چلنے کی توفیق کسی کسی کو ملتی ہے۔ ہمارے سے پہلے بھی ہزاروں لوگ آئے اور گئے ایک وہ لوگ تھے، جنھوں نے دھوکے کی نیت سے کلمہ پڑھا اور جس نے دھوکے کی نیت کے بغیر کلمہ حق اپنی زبان سے ادا کیا یہی لوگ اللہ کے احسان مند ہونگے۔ آج بھی اس کائنات میں دونوں طرح کے لوگ موجود ہیں۔ لیکن صاف نیت والے لوگوں کو ہی اللہ ایمان کے راستے (صراط مستقیم) پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ ایسے لوگ ہی اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہوتے ہیں۔ اور دنیاوآخرت میں کامیابی وکامرانی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور جس نے اس راستے کا انکار کیا وہ دنیاوآخرت میں گمراہ ہوا۔

اللہ کا ایک عظیم احسان علم کی دولت سے نوازنا ہے۔ اسی کی بدولت انسان کو اشرف المخلوقات کا شرف حاصل ہے۔ اسی علم کی بنا پر فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرو۔ علم ہی عظمت کی بنیاد ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں بھی اس اللہ نے اس احسان کا ذکر کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۙ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝[1]

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ توپڑھتا رہ تیرا رب بڑا کرم والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

اپنے رب کے لیے علم حاصل کرنا نیکی ہے، علم کی طلب عبادت ہے۔ علم سکھاؤ تو صدقہ ہے، یہ تنہائی کا بہترین ساتھی ہے۔ رب کائنات نے علم کے ذریعے ہی قوموں کو سربلندی عطا فرمائی۔ خوش قسمت ہے وہ لوگ جو علم جیسی نعمت سے روشناس ہوتے ہیں۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیاوی علم کے ساتھ ساتھ اپنے دینی علم کی طرف بھی توجہ دے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ خداوند عالم نے ہمیشہ حکومت وسلطنت سے اسی قوم کو نوازا ہے جو علم وعمل میں دوسری قوم کے مقابلے میں بہتر تھی۔ ویسے تو تمام انسان ہی اللہ کے بندے ہیں، لیکن وہ لوگ جو علم کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں وہی اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہو جاتے ہیں، جو انسان

---

[1] سورۃ العلق، 96:5-1

علم کے نور سے منور ہو کر اپنی علمی وفکری قوتوں سے کام لیتا ہے، وہی دنیاو آخرت میں کامیابی سے ہم کنار ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ[1]

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا اللہ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔

اللہ نے ان ساری نعمتوں کو استعمال میں لانے کے لیے انسان کو عقل جیسی نعمت سے بھی نوازا ہے، کہ وہ اس کو استعمال کر کے اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔ اللہ کی نعمتیں بارش کی طرح ہمارے اوپر اتر رہی ہیں۔ اللہ کے ہم پر ایسے ایسے احسانات ہیں، کہ بعض اوقات ہمارا ان احسانات اور نعمتوں کی طرف خیال ہی نہیں جاتا۔ کہ یہ بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ کیونکہ ہر چیز کی قدر و قیمت اس وقت معلوم ہوتی ہے، جب وہ چیز ہاتھ سے نکل جائے، جب تک کوئی چیز انسان کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اس کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہوتا، اور جب ہاتھ سے نکل جاتی ہے، تو اندازہ ہوتا ہے کہ کیا کچھ کھو دیا ہے۔ اللہ نے ہمیں پاؤں دے رکھے ہیں، اللہ نے ہمیں صحت دے رکھی ہیں، اللہ نے ہمیں آنکھیں دے رکھی ہیں، اس کی نعمتیں مستقل ہمارے اوپر اتر رہی ہیں۔ اگر ہم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہیں یا شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کر سکتے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ۔[2]

اور اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورا گن بھی نہیں سکتے یقینا انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

اب بات آتی ہیں اللہ کا شکر ادا کرنے کی ان انعامات، احسانات اور نعمتوں پر جو اس نے ہمیں عطا کیں ہیں۔ اگر ہم دن رات اللہ کا شکر ادا کریں تو بھی کم ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے شکوہ کرتے ہیں، کہ اے اللہ! تو نے مجھے فلاں چیز کیوں نہیں عطا کی۔۔۔۔ وغیرہ، ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ جو چیز انسان کے لیے بہتر ہے یا جو اس کی قسمت لکھ دی گئی ہے اللہ اس سے اچھی طرح واقف ہے اور وہ اس کو حاصل ہو کر رہے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں چلا جائے۔ لہذا انسان کو چاہیے کے وہ جس حال میں بھی ہو اللہ کا شکر ادا کرئے، ایسا کرنے سے اللہ خوش ہو گا اور اس کو اور نوازا جائے گا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ

---

[1] سورۃ المجادلہ، 11:14

[2] سورۃ ابراہیم، 34:14

لَشَدِيْدٌ۔[1]

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرمادیا کہ اگر تم میرا شکر ادا کروگے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو میرا عذاب سخت ہے۔

اس آیت میں صاف صاف بتادیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کا شکر ادا کریں گئے ان کو انعامات سے نوازا جائے گا اور جو ناشکری کرنے والے ہیں ان کو سخت عذاب کی وعید سنائی گئ ہے۔ البتہ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کا پسندیدہ بندہ بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ ہمیں ایک اچھا اور نیک انسان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

******

[1] سورۃ ابراہیم، 07:14

غسل کے فرائض، مکروہات، واجبات اور سنتوں کی تفصیل

(بینش عرفان، بی-ایس، سمسٹر:8، BS-17-6)

فرائض غسل

غسل میں تین فرض ہیں

۱. کلی کرنا۔

۲. ناک میں پانی ڈالنا۔

۳. سارے بدن کا ایک بار دھونا۔

کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی حد وضو میں بیان ہو چکی۔ اگر دانتوں میں یا ان کے خلا میں کھانا وغیرہ کچھ باقی رہا یا اس کی ناک میں تر ریٹھ ہے اور اس کی جگہ یقیناً پانی نہیں پہنچا تو غسل نہیں ہوا۔ اگر عورت کے سر کے بال گندے ہوئے ہوں اور بغیر کھولے پانی نہیں پہنچ سکتا تو کھول کر پانی پہچانا فرض ہے۔ پہنے ہوئے زیورات کو حرکت دینا واجب ہے جبکہ تنگ ہوں۔ ناف کے سوراخ میں پانی پہچانا واجب ہے فائدہ وضو کی طرح غسل میں بھی کوئی فعل واجب نہیں ہے یعنی وہ واجب جو فرض سے کم درجہ کا ہو اور یہ واجب کی ضعیف و ادنی قسم ہے۔ اس کو ادا نہ ہونے سے وضو و غسل کا جواز فوت نہیں ہوتا۔ بعض کتب میں لکھا ہے کہ غسل میں صرف ایک فرض ہے اور وہ سارے بدن کا ایک بار دھونا ہے اور باقی امور جن کو ہم نے فرائض غسل میں بیان کیا ہے یعنی کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا انہوں نے واجبات میں شمار کیا ہے تو وہ یہ واجبات ہیں جو عمل میں فرض کے ہم معنی ہیں یعنی فرضِ عملی ہیں کیونکہ ان میں سے کسی فعل کے ادا نہ ہونے سے غسل صحیح و جائز نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ عام کتب میں ان کو فرائضِ غسل میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں ہے۔

غسل کی سنتیں

۱. غسل کرنے یا ناپاکی دور کرنے یا پاکی حاصل ہونے یا نماز جائز ہونے کی نیت دل سے کرنا اور زبان سے کہ لینا بھی بہتر ہے۔

۲. کپڑے اتارنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔

۳. دونوں ہاتھ کلائی تک تین بار دھونا۔

۴. استنجا کرنا یعنی پیشاب اور پاخانہ کے مقام کو دھونا۔

۵. اگر جسم پر کہیں نجاست لگی ہو تو اس کو دھونا۔

۶. نماز کی طرح وضو کرنا۔ اس میں مسواک کرنا اور ہاتھ پیر اور داڑھی کا خلال کرنا۔ اگر غسل سے پہلے وضو نہیں کیا تو غسل کے اندر وضو بھی ادا ہو گیا پھر وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۷. سارا جسم تین دفعہ دھونا۔

۸. ترتیب یعنی جس ترتیب سے اوپر بیان ہوا اسی ترتیب سے ادا کرنا پس پہلے ہاتھ دھونا پھر استنجا کرنا پھر بدن کی نجاست دور کرنا پھر وضو کرنا پھر سارا بدن دھونا۔

غسل کے مستحبات اور آداب

1 زبان سے بھی نیت کہ لے مستحسن و بہتر ہے

۲. پانی کے استعمال میں بے جا کمی یا زیادتی نہ کرنا۔

۳. ننگا ہونے کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا۔

۴. بلاضرورت کسی سے بات نہ کرنا۔

۵. ایسی جگہ نہانا جہاں کوئی نہ دیکھے یا تہبند وغیرہ باندھ کر نہانا۔

۶. تمام بدن کاملناک بعض نے اس کو سنن میں شمار کیا ہے۔اور وضو مین اعضاکے ملنے کا سنت ہونا اس کی تائید کرتا ہے۔

۷. تواتر یعنی پے درپے دھونا اس طرح کہ معتدل موسم میں ایک حصہ خشک ہونے سے پہلے دوسرا حصہ دھوڈالے۔

۸. تمام جسم پر تین مرتبہ پانی بہانا یعنی ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے اور۔مزید دو مرتبہ سنت ہے۔یہ مل کر تین مرتبہ ہوا

۹. غسل کے بعد کسی پاک وصاف کپڑے سے اپنا بدن پونچھ ڈالے۔

۱۰. نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لے۔

۱۱. جو چیزیں وضو میں سنت و مستحب ہیں وہ غسل میں بھی سنت و مستحب ہیں سوائے قبلہ رو ہونے کے جبکہ ننگا نہاتا ہو اور اگر کپڑا باندھ کر نہائے تو قبلہ رو ہونے میں کوئی مذائقہ نہیں ہے۔سوائے دعائین پڑھنے اور غسل کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینے کے کہ یہ امور مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہیں اور سوائے ترتیب کے غسل کی اپنی ترکیب ہے جو وضو سے مختلف ہے۔

کن صورتوں میں غسل مستحب ہے

1. حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھنے کے وقت
2. جب میت کو غسل دے
3. جب جنون یا بیہوشی سے افاقہ ہو
4. جب مکہ میں داخل ہو،
5. ہر جماع کے لئے غسل کرنا بھی مستحب ہے
6. اور جس عورت کو استحاضہ کا خون آئے اس کے لئے بھی ہر نماز کے لئے غسل مستحب ہے،
7. جو مشرک کو دفن کرے اس کے لئے بھی غسل کرنا مستحب ہے

8. ایک ہی غسل حیض اور جنابت دونوں کے لئے کافی ہے، یا جنابت اور جمعہ کے لئے بھی کافی ہے، جب دونوں کی ایک ساتھ نیت ہو۔
9. غسل جنابت میں عورت کے لئے اپنے بالوں کو کھولنا واجب نہیں، اور غسل حیض و نفاس میں بالوں کا کھولنا مستحب ہے

غسل کے مکروہات

غسل کے مکروہات وضو کے مکروہات کی طرح ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ مکروہات یہ ہیں:۔

۱. ننگا نہاتے وقت قبلہ رو ہونا۔

۲. بلا عذر غیر محرم کے سامنے نہانا۔

۳. دعاؤں کا پڑھنا۔

۴. ستر کھلے ہوئے بلا ضرورت کلام کرنا۔

۵. پانی زیادہ بہانا۔

۶. سنت کے خلاف غسل کرنا۔

غسل جنابت کے طریقے میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں اور نہ ہی ان دونوں میں سے کسی ایک کے لیے بال کھولنا ضروری ہے بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے سر پر پانی کے تین چلو ڈال لے، پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہالے۔ (فتوی اللجنۃ الدعوۃ: ۳۲۰/۵)

علامہ البانی رحمہ اللہ اس کے متعلق ساری حدیثوں کو جمع کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ غسل حیض میں مینڈھیاں کھولنا واجب ہے اور غسل جنابت میں کھولنے کی ضرورت نہیں۔ (الصحیحہ: ۱۸۸)

******

اقوال زریں

اور میں نے جب پڑھا

(فاطمہ مجتبیٰ، بی ایس سمسٹر:8،BS-17-50)

* میں نے حضرت آسیہ علیہ السلام کا قصہ پڑھا جو کہ فرعون کی زوجیت میں تھی تو ان کے صبر پر رشک آیا کہ اگر آج ہماری کسی بہن کا شوہر انہیں کچھ کہہ دے تو آسمان بول بول کر سر پر اٹھا لیتی ہیں۔۔۔

* حضرت ابراہیم کی پیدائش ہی بت تراش کے گھر ہوئے گھر سے نکالے گئے اپنا باپ ہی بیٹے کو جلانے کے لیے لکڑیاں اٹھا اٹھا کر لاتا تھا امتحان میں کامیاب ہوتے تو ویران بیابان میں اکلوتی اولاد کو چھوڑا اللہ اکبر قربانی دینے کا حکم ہوا۔۔۔ آج کسی مرد میں ہے اتنا حوصلہ ؟؟؟؟

کبھی بھی نہیں

* حضرت یوسف علیہ السلام کو بچپن میں ان کے والد سے بھائیوں نے دور کر کے کنویں میں پھینکا پھر غلام کے طور پر قیمت لگائی قید کاٹی لیکن صبر کیا اور اگر آج کسی کے ساتھ ایسا ہو تو!!!!

ساتھ ہی شکوہ شروع کے اللہ میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ؟

* حضرت مریم علیہ السلام کا قصہ پڑھے تو رشک آئے اور اور پھر اسے اپنے اوپر قیاس کریں کہ اگر میرے ساتھ ہوتا تو رونگھٹے کھڑے ہو جائیں گے کہ لوگ انھیں کیا کیا باتیں کرتے تھے اور اگر ہم پر ہوتی تو۔۔۔ ؟

نا قابل برداشت۔۔۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری سب کچھ چلا گیا اولاد مال سب کچھ لیکن آزمائش پر صبر کیا آج کسی میں ہی اتنا صبر۔۔۔۔۔

بالکل نہیں!

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تیمی میں آنکھ کھولی پھر ماں بھی چھوڑ گئی اور مختلف آزمائشوں سے گزرتے نبوت کے مقام پر پہنچے غزوات بھوک دشمنوں سے مسلسل آزمائش کی زندگی کیا آج کوئی کر سکتا ہے یہ سب برداشت۔۔ ہر گز نہیں۔۔۔!!!

* حضرت بلال حبشی جن کو شکل و صورت کی وجہ سے لوگ حقیر جانتے تھے لیکن انہوں نے کبھی اللہ سے کوئی شکایت یا شکوہ نہیں کیا اگر آج کسی کو ایسے کہہ دیا جائے تو اللہ سے شکوہ اور شکایت شروع کر دے گا کہ اللہ

تو نے مجھے ایسا کیوں بنایا۔۔۔۔

******

اصحاب کہف پر رشک

(رخسار طارق،بی ایس سمسٹر:7،BS-18-32)

مجھے اصحاب کہف پر رشک آتا ہے، ان کا دل جب اپنے اردگرد پھیلی جہالت اور کفر سے اکتا گیا تو وہ ایک غار میں چلے گئے۔ ان کا ایمان بچ گیا۔ اللہ بھی ان سے راضی ہو گیا۔۔۔!تم ایک غار اپنی ذات میں بنالو، روز کچھ دیر اس میں اتر کر اس اعلیٰ رفیق کو یاد کر لیا کرو۔۔۔ اس کے ساتھ کچھ وقت گزار لیا کرو۔ اس فتنوں بھرے دور میں تمہیں بھی سکون مل جائے گا۔۔۔ تمہیں بھی قرار آجائے گا۔

******

باپ

(حافظہ اقصیٰ نور، بی-ایس، سیمسٹر:3، BS-20-50)

- باپ کی عزت کرو، تاکہ فیض یاب ہو سکو۔
- باپ کا حکم مانو، تاکہ خوش حال رہ سکو۔
- باپ کی سختی برداشت کرو، تاکہ باکمال رہ سکو۔
- باپ کی باتیں غور سے سنو، تاکہ دوسروں کی نہ سننی پڑے۔
- باپ کے آگے اونچا نہ بولو، ورنہ اللہ تم کو نیچا کر دے گا۔
- باپ کے سامنے نظریں جھکا کر رکھو، تاکہ اللہ تم کو دنیا میں بلند کرے۔
- باپ کی عزت اور قدر کرو، تاکہ فلاح پاؤ۔
- ماں کے قدموں تلے جنت ہے، تو باپ جنت کا دروازہ ہے۔
- باپ ایک ایسی عظیم ہستی ہے جسکے سائے تلے بیٹیاں شہزادی بن کے جیتی ہے، اور بیٹے شہزادے۔
- اولاد تک پہنچنے سے پہلے ہر مصیبت والدین اپنے سر لے لیتے ہیں۔۔
- اللہ پاک مجھ سمیت سب کے والدین کو صحت سے بھرپور لمبی زندگی عطا فرمائے۔
- اور انکا سایہ تادیر ہم سب کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین یارب العالمین۔
- اور اللہ پاک ہر ماں باپ کو اتنی زندگی ضرور عطا کرے کہ وہ اپنی اولاد کی وہ ساری خوشیاں دیکھ سکیں جو وہ دعاؤں میں ان کے لیے مانگتے ہیں۔ آمین
- جن کے والدین حیات نہیں ہے اللہ انکے والدین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور انہیں صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

******

- والدین کے ساتھ نافرمانی کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے، جسے آج کے دور میں ہم عام سمجھتے ہیں وہ ہمارے لیے دوزخ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔
- اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر قرآن میں بھی کئی بار آیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وبالوالدين احساناً

والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

- ماں باپ کے ساتھ وقت گزارا کرو، کبھی غور سے والدین کے چہرے کی طرف دیکھنا، محسوس کرو گے کہ ہمیں زندگی کے اس مقام تک لانے میں ہمارے ماں باپ نے کیا کچھ کھویا ہے۔
- اپنی خواہشات کو حسرت بنا کر ہماری ہر قسم کی چھوٹی بڑی ضرورت اور خواہشات کو پورا کیا۔۔
- اللہ ہر والدین کو سلامت رکھے آمین
- اور ہر اولاد کو اس قابل بنائیں کہ وہ اپنے والدین کی تمام خواہشات اور وہ تمام حسرتیں جو انہوں نے اپنی اولاد کی خوشی کے لیے قربان کی ان کو کو پورا کر سکے۔ آمین ثم آمین۔۔

حکمت کی باتیں

(حافظہ اقصیٰ خان، بی-ایس، سمیسٹر:8، BS-17-15)

- کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ کسی کی دل آزادی کرنا ہے۔
- عبرت کے لیے قبرستان سے اچھی جگہ اور کوئی نہیں۔
- صبر ایک ایسی سواری ہے، جو کبھی ٹھوکر نہیں کھاتی۔
- کامیابی اُمید سے نہیں، محنت اور اللہ پر توکّل سے حاصل ہوتی ہے۔
- پست ارادے کامیابی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔
- تکبر علم کو کھا جاتا ہے۔
- ہنر انسان کا سب سے بڑا دوست ہے۔
- جھوٹ بول کر جیت جانے سے سچ بول کر ہار جانا بہتر ہے۔
- ہر شخص سچّے دوست کا متلاشی ہوتا ہے، مگر خود کوئی سچّا دوست بننا نہیں چاہتا۔
- خود کو سب سے بہتر سمجھ لینا جہالت ہے۔
- جس جگہ آپ کی بات کی قدر نہ ہو، وہاں چپ رہنا بہتر ہے۔
- دنیا میں آرام کا خواہش مند عقل سے دور ہے۔
- جس نے آرزوؤں کو طویل کیا اس نے عمل کو خراب کیا۔
- وعدہ خلافی کا عادی انسان اعتماد کھو بیٹھتا ہے۔
- وہی دل حکمت اور دانش کا مخزن بن سکتا ہے، جو دنیا کی محبت سے خالی ہو۔

******

عورتوں کے اعزازات

(عیشاء خان، بی-ایس سمیسٹر:3، BS-20-38)

- سب سے پہلے جو سب سے زیادہ بڑے ظالم و جابر خدائی کا دعوی کرنے والے فرعون کے مقابل شجاعانہ انداز میں کھڑا ہوا۔ وہ کوئی مرد نہیں تھا بلکہ ایک عورت تھیں۔ (حضرت آسیہ)
- سب سے پہلے جس نے مکہ اور کعبہ کو آباد کیا۔ وہ کوئی مرد نہیں تھا بلکہ ایک عورت تھیں۔ (حضرت ہاجرہ خاتون)
- سب سے پہلے جس نے روئے زمین کا مبارک ترین زمزم نوش فرمایا وہ کوئی مرد نہیں تھا بلکہ ایک عورت تھیں۔ (حضرت ہاجرہ)
- سب سے پہلے جو ہمارے نبی حضرت محمد المصطفی ﷺ پر ایمان لائی وہ کوئی مرد نہیں تھا بلکہ ایک عورت تھیں۔ (حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا)
- سب سے پہلے جس کا خون اسلام کی راہ میں بہایا گیا اور شہید ہوا وہ کوئی مرد نہیں تھا بلکہ ایک عورت تھیں۔ (حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا)
- سب سے پہلے جس نے اپنا مال اسلام کی راہ میں دیا وہ کوئی مرد نہیں تھا بلکہ ایک عورت تھیں۔ (حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا)
- قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ جس کا مسئلہ اللہ نے سات-آسمانوں کے اوپر سنا وہ کوئی مرد نہیں تھا بلکہ ایک عورت تھیں۔ (سورہ مجادلہ آیہ 1) (حضرت خولہ رضی اللہ عنھا)
- سب سے پہلے جس نے صفا و مروہ کی سعی انجام دی, وہ کوئی مرد نہیں تھا بلکہ ایک عورت تھیں۔ اب ہر سال لاکھوں حاجیوں پر لازم ہے کہ ایک عورت کے انجام دیئے گئے فعل کو بجالائیں ورنہ ان کا حج قبول نہیں ہو گا۔ (حضرت ہاجرہ خاتون)

******

عورتوں کی باتیں

(اقرا اسلام، ایم-اے، سمسٹر:3،M-20-33)

عورتوں کے بارے میں وہ پانچ باتیں جو مردوں کو اکثر یاد ہوتی ہیں؟

(1) "إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ"

عورتوں کی چال بہت خطرناک ہوتی ہے۔

(2) "مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ"

دو دو، تین تین، چار چار عورتوں سے نکاح کرو۔

(3) "النساء ناقصات عقل و دین"

عورتیں عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ہوتی ہیں

(4) "الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ"

مرد عورتوں پر سربراہ ہیں

(5) "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ"

(وراثت میں) مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔

عورتوں کے بارے میں وہ پانچ باتیں جو مردوں کو اکثر یاد نہیں رہتیں؟

(1) "وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"

عورتوں کے ساتھ بھلائی کے ساتھ زندگی گزارو

(2) "استوصوا بالنساء خیرا"

عورتوں کے بارے میں میری وصیت کا خیال رکھنا

(3) "رفقا بالقواریر"

(عورتیں شیشے کی طرح ہیں) ان شیشوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئو۔

(4) "خیرکم خیرکم لأهله وأنا خیرکم لأهلي"

تم میں بہترین وہ شخص ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہترین ہو اور میں تم میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔

(5) "ما أكرمهن إلا كريم وما أهانهن إلا لئيم"

عورتوں کی عزت وہی کرے گا جو خود عزت دار ہو گا اور ان کی اہانت اور بے عزتی وہی کرے گا جو خود بے عزت ہو گا۔

دونوں باتیں پیشِ نظر رکھیں!!

دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

******

فاش غلطیاں

(آمنہ شہزادی، ایم اے سمسٹر:3،M-46-20)

- اپنے آپ کو سب سے بڑا عقلمند سمجھنا
- آج کا کام کل پر چھوڑنا
- گناہ اس نیت سے کرنا کہ چند مرتبہ کر کے چھوڑ دوں گی
- ظاہری شکل وصورت دیکھ کر کسی کے بارے میں رائے قائم کرلینا
- اپنا راز کسی کو بتا کر اسے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا
- مستقبل کے لیے خیالی پلاؤ پکانا اور اس پر خوش رہنا
- آمدنی سے زیادہ خرچ کر کے تنگ دستی کا شکوہ کرنا
- جائز اسباب اختیار کیے بغیر اللہ کی ذات پر توکل کر کے بیٹھے رہنا
- جو کام خود سے نہ ہو سکے دوسروں کے لئے بھی اسے ناممکن سمجھنا
- والدین کی خدمت نہ کرنا اور اپنی اولاد سے خدمت کی توقع کرنا

******

کتاب بینی

(عائشہ صدیقہ، ایم اے سمسٹر 3، M-20-54)

ایک چینی کہاوت ہے کہ "جب آدمی 10 کتابیں پڑھتا ہے تو وہ 10 ہزار میل کا سفر کرلیتا ہے۔"

گورچ فوک کہتے ہیں:

"اچھی کتابیں وہ نہیں جو ہماری بھوک کو ختم کر دیں بلکہ اچھی کتابیں وہ ہیں جو ہماری بھوک بڑھائیں۔۔۔۔۔۔۔زندگی کو جاننے کی بھوک۔۔"

ائولس گیلیوس کہتے ہیں: "کتابیں خاموش استاد ہیں۔۔"

فرانس کافکا:

"ایک کمرہ بغیر کتاب کے ایسا ہی ہے جیسے ایک جسم بغیر روح کے۔۔"

گوئٹے:

"بہت سے لوگوں کو یہ بات نہیں معلوم ہے کہ مطالعہ سیکھنا کتنا مشکل اور وقت طلب کام ہے، میں نے اپنے 80 سال لگا دیے لیکن پھر بھی یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ میں صحیح سمت کی جانب ہوں۔۔۔۔۔"

تھومس فون کیمپن:

"جب میں عبادت کرتا ہوں تو میں خدا سے باتیں کرتا ہوں، لیکن جب میں کوئی کتاب پڑھتا ہوں تو خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے۔۔۔۔۔"

جین پاؤل:

"کتابیں ایک طویل ترین خط ہے جو ایک دوست کے نام لکھا گیا ہو۔۔"

گٹھولڈ لیسنگ:

"دنیا اکیلے کسی کو مکمل انسان نہیں بنا سکتی، اگر مکمل انسان بننا ہے تو پھر اچھے مصنفین کی تصانیف پڑھنا ہونگی۔۔۔"

نووالیس:

"کتابوں سے بھری ہوئی لائبریری ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہم ماضی اور حال کے دیوتاؤں سے آزادی کے ساتھ گفتگو کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔"

دو جرمن اقوال:

"کتابیں پیالے کی مانند ہیں جن سے پانی پینا تمہیں خود سیکھنا ہو گا"

"جرمن زبان میں گدھے کو ایزل کہتے ہیں جب اس لفظ کو الٹا پڑھا جائے تو یہ لیزے بنتا ہے اس لئے یہ کوئی عجوبہ نہیں ہے اگر یہ کہا جائے کہ کچھ معلومات حاصل کرنے کے لئے تمھیں گدھے کی طرح محنت کرنا ہوگی۔

ایک سروے کے مطابق پاکستان میں فی کس اوسطاً صرف 6 پیسے سالانہ کتاب کے لئے خرچ کیے جاتے ہیں...جوتے شوکیس میں دیکھے جاتے ہیں۔کتابیں زمین پر پڑی نظر آتی ہیں جس معاشرے میں کتابیں پڑھنے کا شوق نہ ہو وہ کبھی شعور حاصل نہیں کر سکتا۔

******

لمحہ فکریہ ایک اور دن گزر گیا

(عالیہ شبیر ایم۔اے، سمسٹر:3،M-20-31)

زندگی کے ورق برابر الٹ رہے ہیں۔ ہر آنے والی صبح ایک نیا ورق الٹا دیتی ہے۔۔ یہ الٹنے والے ورق برابر بڑھ رہے ہیں اور باقی ماندہ برابر کم ہو رہے ہیں۔

اور ایک دن وہ آئے گا جب ہم اپنی زندگی کی کتاب کا آخری ورق الٹا رہے ہونگے۔ جونہی آپ کی آنکھیں بند ہونگی یہ کتاب بھی بند ہو جائے گی اور آپ کی یہ تصنیف محفوظ کر دی جائے گی۔ کبھی آپ نے غور کیا ہے کہ اس کتاب زندگی میں آپ کیا درج کر رہے ہیں۔ روزانہ کیا کچھ لکھ کر اس کا ورق الٹا دیتے ہیں۔ آپ کو شعور ہو یا نہ ہو آپ کی یہ تصنیف تیار ہو رہی ہے۔ اور آپ اس کی ترتیب و تکمیل میں اپنی ساری قوتوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اس میں آپ وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں جو آپ سوچتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، سناتے ہیں، چاہتے ہیں، کرتے ہیں، کراتے ہیں،

اور اس میں وہی کچھ نوٹ ہو رہا ہے جو آپ نوٹ کر رہے ہیں کسی دوسرے کو ہر گز کوئی اختیار نہیں جو ایک شوشا بھی اس میں بڑھا یا گھٹا سکے۔

اس کتاب کے مصنف تنہا آپ ہیں اور آپ ہی اپنی کوشش اور کاوشوں سے اسے ترتیب دے رہے ہیں
کبھی آپ نے غور کیا کہ آپ اپنی کتاب زندگی کس ہاتھ میں لینے کی تیاری کر رہے ہیں؟؟؟
داہیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں داہیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو اللہ کے نظر میں دائیں ہاتھ لائق ہو گی اور بائیں ہاتھ میں وہی کتاب دی جائے گی جو اللہ کے نظر میں بائیں ہاتھ کے لائق ہو گی
زرہ آنکھیں بند کر کے سوچئے
"کل" یہی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہو گی اور شہنشاہ واحد آپ سے کہے گا!

اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا

لے! خود ہی اپنی کتاب آپ پڑھ لے۔ آج تو تو آپ ہی اپنا خود حساب لینے کو کافی ہے۔(سورۃ الاسراء14)

سنجیدگی سے سوچنے کی بات۔۔! کہ آپ شب و روز کی دوڑ دھوپ سے جو کتاب مرتب کر رہے ہیں وہ کس آرزو کے ساتھ کر رہے ہیں۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ

یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان عبرت ہے جو قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ وہ دن جس میں سب لوگ جمع کیے جائیں گے اور وہ، وہ دن ہے جس میں سب حاضر کیے جائیں گے (ھود)

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ پس اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔

******

والدین

(حفصہ اقبال، ایم اے، سمسٹر:3،M-20-76)

- ماں باپ بے حد عظیم ہوتے ہیں
- محبت قابل تعظیم و تکریم ہوتے ہیں
- ہستیوں کے چلے جانے سے بچے گھر والے یتیم ہوتے ہیں
- چلے بھی جائیں مگر مدتوں تک دل ہی دل میں مقیم ہوتے ہیں
- یہ نصیحتیں اپنے پیارے بچوں کے
- محافظ طبیب اور حکیم ہوتے ہیں

******

سنہرے اقوال

(اقرا اسلام،ایم-اے، سمسٹر:M،3-33-20)

..1 اکثر لوگ لڑائی کے دوران یہ بات کہہ کر لڑائی جاری رکھتے ہیں کہ ہم غلط بات برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔۔۔ غلط بات برداشت کرنا ہی صبر ہے۔۔ صحیح بات برداشت نہیں کی جاتی،، تسلیم کی جاتی ہے۔۔

2..لوگ مجھ سے مل کر بچھڑ جاتے ہیں
اس لئے لوگوں سے دور رہتی ہو
مت سمجھو کہ آتے نہیں مجھے آداب ملاقات
خلوص کی بندی ہو عادت سے مجبور رہتی ہوں
جن سے بڑھا میرا رابطہ،، غم ہی ملے
اب رابطہ نہیں بڑھاتی بہت مصروف رہتی ہوں
لوگ مجھے کہتے ہیں بے مروت اور خود غرض
کتنے اچھے ناموں سے مشہور رہتی ہوں
ہر وقت کھوئی رہتی ہوں اپنی تلاش میں
بہت تھک گئی ہوں سب سے دور رہتی ہوں

3..زبان سے معاف کرنے میں وقت نہیں لگتا،، مگر دل سے معاف کرنے میں عمریں بیت جاتی ہیں۔۔۔ ذرا سوچ سمجھ کر زبان کا استعمال کیا کریں دل کی عدالت سے ہر کوئی اتنی جلدی باعزت بری نہیں ہوتا۔۔۔

4..خدا نے آنکھیں کتنی عجیب بنائی ہیں
جب یہ اٹھتی ہیں تو دعا بن جاتی ہیں
جب یہ جھکتی ہیں تو حیا بن جاتی ہیں
اٹھ کر جھکتی ہیں تو ادا بن جاتی ہیں
جھک کر اٹھتی ہیں تو خطا بن جاتی ہیں
یہ خود بھی ہیں تو دنیا انہیں رلا دیتی ہے
جب یہ بند ہوتی ہیں تو یہ دنیا کو رولا دیتی ہیں۔۔۔

5..کسی عورت کو اتنا مجبور نہ کرو کہ وہ تمہاری طرف سے سخت ہو جائے،، کیونکہ عورت محبت میں جنت اور نفرت میں جہنم دکھا سکتی ہے۔۔۔

6..خالی پڑے ہوئے ہیں میرے ہاتھ دیکھ لو
کوئی نہیں ہے آج میرے ساتھ دیکھ لو

میں جن کو دستیاب رہا قلب و جان سے

وہ جاتے جاتے کہہ گئے اوقات دیکھ لو۔۔۔

7..اگر کسی کی تکلیف دیکھ کر تمہیں تکلیف ہونے لگے تو سمجھ لینا کہ تم اللہ کے بنائے ہوئے بہترین انسان ہو۔۔۔

8..میں اداس راستہ ہوں شام کا

مجھے آہٹوں کی تلاش ہے

یہ ستارے سب ہیں بجھے بجھے

مجھے مجھے جگنوؤں کی تلاش ہے

یہ خوشی ہے مجھ سے خفا خفا

مجھے زندگی کی تلاش ہے

9..تو چاہتا ہے تیری ہر بات پر وہ کُن کہہ دے؟؟

اس کے کس کس بلاوے پر تو نے لبیک کہا؟؟؟

10...اگر میرا علم مجھے انسان سے محبت کرنا نہیں سکھاتا،، تو ایک جاہل مجھ سے ہزار درجے بہتر ہے۔۔۔

(منقول، نامعلوم)

******

سنہری الفاظ

(آمنہ شہزادی، ایم اے سمسٹر:3،M-64-20)

- رخصت گھر سے کرتی ہے وہ لاکھ دعائیں دے کر ماں کے دل میں وسعت رب نے اپنے جیسی رکھی ہے۔

نہ کوئی وفا کام آئی

نہ کوئی جفا کام آئی

وقت آہن جب کبھی آیا

ماں کی دعا کام آئی

- باپ وہ پہلا مرد ہوتا ہے جس کی محبت بیٹی ساری زندگی اپنے دل میں بسا کر رکھتی ہے اور یہی وہ پہلی محبت ہے۔ جسے عورت ساری زندگی نہیں بھلا پاتی۔
- اخلاق وہ موتی ہے جس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی مگر اس سے ہر چیز خریدی جا سکتی ہے۔

******

اقوالِ زریں

(عیشاء خان، بی-ایس سمیسٹر:3، BS-20-38)

بنتِ حوا:

اے بنت حوا حیاء کی چادر کو یونہی اوڑھے رکھنا....

دنیا والے لاکھ برا جانے..

تم اسے اپنی پائداری جانے ہمیشہ قائم رکھنا

اس سنسار میں جس شرف سے تمہیں رب نے نوازا ہے..

اسے اپنی ڈھال بنائے تم ہر مرحلہ عبور کرنا

اک حیا جو تھامی تم نے تو بس..

اس جہاں میں کامیابی تمہاری، اُس جہاں میں کامرانی تمہاری...

(نامعلوم)

مومن:

چنا ہو جسے اللہ نے اپنے لیے وہ ہے مومن

روح و قلب میں سمایا ہو جس کے نام الٰہی وہ ہے مومن

دشواریوں، مسائلوں، غموں کے آجانے پر...

مسکراہٹ لبوں پر بکھیرے، جو صبر کرے شکر کرے وہ ہے مومن

سوچوں میں جس کے نہ غم زندگی ہاں ہو فکر آخرت...

پھر سنوارنے اسی کو جو لگا دے زندگی وہ ہے مومن (نامعلوم)

زندگی:

زندگی جو رب رحمان کی نعمتوں میں سے عظیم نعمت ہے کیوں نہ اس کو ایک دوسرے کے لیے سہل بنایا جائے- کیوں نہ اپنے نفس کا محاسبہ کیا جائے- کیوں نہ اپنا مقصد حیات ڈھونڈا جائے- ہاں! جب یہ مقصد پانے میں کامیاب ہوں گے تو یہ زندگی ایک چمن کی مانند نظر آئے گی جس میں روز کچھ کرنے کی لگن ہو گی- پھر کسی چیز کے نا ملنے پر ملال نہ ہو گا بلکہ آگے بڑھنے کی جستجو ہو گی ہر دن روشنی بکھیرے نظر آئے گی پھر زندگی حسین ہو گی کیونکہ وہ رب کی رضا کے مطابق ہو گی (نامعلوم)

صبر:

صبر انسان میں داخل ہونے والا ایسا نفیس عمل ہے جو اس کا باطن بدل کر رکھ دیتا ہے۔ یہ رب کے فیصلے پر اعتراض کرنے سے لے کر انہی فیصلوں میں چھپی حکمت کو ڈھونڈنے کا ایک سفر ہے۔ پھر جسے سے یہ انمول تحفہ نصیب ہو جائے تو اسے اپنا غم غم نہ لگے گا بلکہ جیسے کسی پھول کی مہک انسان کے تن کو مہکاتی ہے ویسے ہی یہی دردِ غم اسے اس کے عشق حقیقی تک پہنچانے کا وسیلہ بنتا ہے, رب سے جڑنے کا وسیلہ۔ اللہ تعالی اس تحفے سے ہر انصاف کو سروشار کرے(آمین)

******

ہمارے استاد ہمارے رہنما

(مقدس حبیبہ ،بی-ایس، سمیسٹر:7،BS-18-27)

- انسان کو حقیقت پسند ہونا چاہیے (سر عاصم نعیم ،از قلم حبیبہ)
- آپ کو کسی کی تکلیف کا اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک آپ خود کو اس کی جگہ پر رکھ کر نا دیکھ لیں.(سر عثمان ،از قلم حبیبہ)
- جو موجود ہے اس پر خوش رہنا سکھیں.(سر عثمان ،از قلم حبیبہ)
- ماں کی محبت محبتوں کی ماں ہوتی ہے.(سر سعید احمد سعدی)
- گفتگو کا فن دنیا کے بڑے فنون میں شامل ہوتا ہے آپ کے اندر صلاحیت ہونی چاہیے لوگوں سے اپنی بات منوا سکیں(سر افضل ،از قلم حبیبہ)
- تحمل مزاج بنیں، ہو سکتا ہے آپ کی بردباری دیکھ کر کوئی بدل جائے.(سر عبد اللہ ،از قلم حبیبہ)
- انسانوں سے نہیں اللہ سے مدد مانگیں، مجھے زندگی میں جب بھی لگا کہ میں یہ کام نہیں کر سکوں گئیں میں نے دعائے استخارہ پڑھی (مس سعدیہ ،از قلم حبیبہ)

******

نیرنگِ خیال

اگر میں ادارہ علوم اسلامیہ کی ڈین ہوتی

(بینش حبیب،بی-ایس، سمیسٹر:8،32-17-BS)

اگر میں ادارہ علوم اسلامیہ کی ڈین ہوتی تو سب سے پہلے یونیورسٹی میں کلاس کے شروع ہونے کا وقت تبدیل کرتی، کلاس 10 بجے شروع ہوتی، اور اسی وقت صرف پوائنٹ چلتے اور وہ بھی صرف علوم اسلامیہ ہی کے پوائنٹ ہوتے۔ بریک کم از کم دو سے تین گھنٹے کی ہوتی، تا کہ تمام دکھی طلباء اور طالبات اپنے دوستوں سے بھرپور باتیں کر سکیں، کسی ٹیچر کو اجازت نہ ہوتی کہ وہ بچوں کو اسائنمنٹ دیں، دن میں دو لیکچر ہوتے اور وہ بھی آدھے گھنٹے کے، ہر ہفتے ٹرپ جاتا، بہر حال ایسا ہونا ناممکن ہے، تاہم ہمارے ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز ڈاکٹر محمد حماد لکھوی صاحب بہت ہی اچھے ہیں اور انہوں نے ہمیں بہت سی سہولیات دے رکھی ہیں، ہمیں ان سے کوئی شکایت نہیں، اللہ تعالی انہیں دنیا اور آخرت کی ہر خوشی سے بہرہ مند فرمائے بس یہی دعا ہے میری

یونیورسٹی تو پڑھنے کی جگہ ہے اور یہاں بچے پڑھنے ہی آتے ہیں، مگر بچوں کا پڑھائی سے زیادہ کھیل کود کا دل کرتا ہے اس بات کو میں یوں بیان کر سکتی ہوں:

یہ پڑھائی نہیں آسان
ہری مرچ کی قلفی ہے
بس اتنا سمجھ لیجئے
چوس کے کھانی ہے

مگر ہمارے خیالات ہمارے ساتھ ہیں پھر ہم چاہیں تو جو مرضی سوچ لیں ہم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں اور یہاں علم حاصل کرنا ہمارا فرض ہے۔ بقول اقبال:

علم میں بھی سرور ہے لیکن
یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں

******

امید کی کرن

(خنسہ عبد الملک، بی-ایس، سمیسٹر:7، BS-18-11)

تپتے ہوئے صحرا میں بھی بارش کی تھی امیدیں

بے حد تھا یقیں مجھ کو یوں اپنی دعائوں کا

دسمبر کی سخت سردی میں صائمہ کی اذان تہجد کی آواز سن کر کھل گئی، سخت سردی میں بستر سے اتری ،وضو کیا اور تہجد پڑھنے لگ گئی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے آنکھوں سے آنسو جب بارش کے ننھے قطروں کی طرح مسلسل اس کی ہتھیلی پر بہہ رہے تھے وہ اپنے شکستہ دل اپنوں کی بیگانی اور نفرت دیکھ کر اپنے رب کے حضور رو رہی تھی۔

صائمہ کے والد معزور تھے اور اس کا ایک بھائی تھا جو ابنارمل تھا، اور دو اور بہنیں بھی تھی ان سب کی ذمہ داری اس پر تھی، وہ صبح کو اپنی تعلیم پر توجہ دیتی اور شام کے وقت ٹیوشن پڑھاتی، اس طرح ان کا گزر بسر ہو رہا تھا۔ وہ اپنے خونی رشتوں کے نفرت اور مایوسی بھرے جملے سن کر پریشان ہو جاتی۔

صائمہ کے بھائی اور معزور باپ کی دوائیوں اور علاج میں اخراجات زیادہ ہونے لگے تو وہ بجائے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے پریشانی کے عالم میں اپنے رب سے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر دعا کرنے لگی، اور اپنے رب سے مشکل حالات میں آسانی کے لیے دعا کرنے لگی، اس کی زبان پر یہ کلمات تھے اے میرے رب! میری ان مشکل حالات میں مدد فرما۔

ابھی وہ نماز سے فارغ ہوئی اور پھر قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگی تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد وہ تھوڑی دیر کے لیے سو گئی، اور صبح جب وہ اٹھی تو فون کی گھنٹی بجی اس نے فون اٹھایا، آگے سے عورت بولی بیٹا مجھے رفعت آنٹی جو آپ کے محلے میں رہتی ہیں انہوں نے مجھے آپ کا نمبر دیا ہے، مجھے بوتیک ڈیزائننگ کے سلسلے میں آپ سے بات کرنی ہے۔

اس پر صائمہ جواب دیتی ہے کہ میں کپڑوں پر ہر طرح کی ڈیزائننگ کر لیتی ہوں۔ عورت آگے سے اس ایک ایڈریس سینڈ کرتی ہے کہ یہاں آجاؤ وہ تیار ہو کر وہاں پہنچ جاتی ہے۔ اسے کپڑوں کی ڈیزائننگ کا بڑا آرڈر ملتا ہے، جس سے وہ اپنی عقلمندی اور دن رات کی محنت سے پورا کرتی ہے، اور جب یہ آرڈر کمپنی والوں کے پاس جاتا ہے تو انہیں ڈیزائننگ بہت پسند آتی ہے اور وہ ایڈوانس رقم اور بونس اسے دے دیتے ہیں۔

صائمہ بہت خوش ہو جاتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ اس کے گھر کے حالات بہتر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وہ زندگی سے اس لیے مطمئن ہوتی ہے کہ اسے اپنے رب سے مایوسی نہیں تھی، وہ جانتی تھی کہ کٹھن حالات میں اللہ میرا مددگار ہے، اور وہ مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا، وہ جانتی تھی امید کی کرن ہی انسان کو مایوسی کے اندھیرے سے نکال کر منزل مقصود تک پہنچاتی ہے اور آزمائش کا دور ہمیں زندگی کا نیا حوصلہ اور نئے زاویوں سے آشنا کرتا ہے۔

شاخیں رہیں تو پھول بھی پتے بھی آئیں گے
یہ دن اگر برے ہیں تو اچھے بھی آئیں گے

******

ایک ایمان دار لڑکے کا واقعہ!

(سدرہ اسلم، بی-ایس، سمیسٹر: 7، BS-18-31)

یہ واقعہ شام کے شہر دمشق میں ہوا۔ ایک نوجوان خوبصورت لڑکی روزانہ اکیلی یونیورسٹی جاتی تھی اسی یونیورسٹی میں اس کا والد ایک ڈپارٹمنٹ کا انچارج تھا۔ ایک دن چھٹی کے فورا بعد اچانک بادل گرجنے لگے اور زور دار بارش ہونے لگی، ہر کوئی جائے پناہ کی تلاش میں دوڑ رہا تھا، سردی کی شدت بڑھنے لگی، آسمان سے گرنے والے اولے لوگوں کے سروں پر برسنے لگے، لڑکی بھی یونیورسٹی سے نکلی اور جائے پناہ کی تلاش میں دوڑنے گی، اس کا جسم سردی سے کانپ رہا تھا۔ لیکن نہیں جانتی تھی کہ اسے پناہ کہاں ملے گی، جب بارش تیز ہوئی تو اس نے ایک دروازہ بجایا، گھر میں موجود لڑکا باہر نکلا اور اسے اندر لے آیا اور بارش تھمنے تک اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دے دی، دونوں کا آپس میں تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ لڑکا بھی اسی یونیورسٹی میں پڑھتا ہے جہاں وہ خود زیر تعلیم ہے۔ اور اس شہر میں اکیلا رہتا ہے، ایک کمرہ برامدہ اور باتھ روم اس کا کل گھر تھا نوجوان نے اسے کمرے میں آرام کرنے کو کہا اور اسکے پاس ہیٹر رکھ دیا اور کہا کہ کمرہ جب گرم ہو جائے گا تو وہ ہیٹر نکال لے گا تھوڑی دیر لڑکی بستر پر بیٹھی کانپتی رہی، اچانک اسے نیند آگئی تو وہیں بستر پر گر گئی۔

نوجوان ہیٹر لینے کمرے میں داخل ہوا تو اسے یہ بستر پر سوئی ہوئی لڑکی جنت کی حوروں کی سردار لگی وہ ہیٹر لیتے ہی فورا کمرے سے باہر نکل گیا لیکن شیطان جو کہ اسے گمراہ کرنے کے موقع کی تلاش میں تھا اسے وسوسے دینے لگا اس کے ذہن میں لڑکی کی تصویر خوبصورت بنا کر دکھانے لگا تھوڑی دیر میں لڑکی کی آنکھ کھل گئی، جب اس نے اپنے آپ کو بستر پر لیٹا ہوا پایا تو ہڑبڑا کر اٹھ گئی اور گھبراہٹ کے عالم میں بے تحاشا باہر کی طرف دوڑنے لگی اس نے برامدے میں اس نوجوان کو بیہوش پایا وہ انتہائی گھبراہٹ کی عالم میں گھر کی طرف دوڑنے لگی اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ اپنے گھر پہنچ کر باپ کی گود میں سر رکھ دیا جو کہ پوری رات اسے شہر کے ہر کونے میں تلاش کرتا رہا تھا اس نے باپ کو تمام واقعات من وعن سنا دیے اور اسے قسم کھا کر کہا کہ میں نہیں جانتی جس عرصہ میں میری آنکھ لگی کیا ہوا میرے ساتھ کیا کیا گیا، کچھ نہیں جانتی، اس کا باپ انتہائی غصے کے عالم میں یونیورسٹی گیا اور اس دن غیر حاضر ہونے والے طلبہ کے بارے میں پوچھا تو پتا لگا کہ ایک لڑکا شہر سے باہر گیا ہے اور ایک بیمار ہے، ہسپتال میں داخل ہے، باپ ہسپتال پہنچ گیا تا کہ اس نوجوان کو تلاش کرے اور اس سے اپنی بیٹی کا انتقام لے۔ ہسپتال میں اس کی تلاش کے بعد جب اسکے کمرے میں پہنچا تو اسے اس حالت میں پایا کہ اسکی دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پٹیوں سے بندھی ہوئی تھی اس نے ڈاکٹر سے اس مریض کے بارے میں پوچھا تو ڈاکٹر نے بتایا جب ہمارے پاس لایا گیا تو اسکے دونوں ہاتھ جلے ہوئے تھے باپ نے نوجوان سے کہا کہ تمہیں اللہ کی قسم ہے مجھے بتاؤ کہ تمہیں کیا ہوا ہے باپ نے اپنا تعارف نہیں کروایا، وہ بولا ایک لڑکی کل رات بارش سے بچتی ہوئی میرے پاس پناہ لینے کے لیے آئی، میں نے اسے اپنے کمرے میں پناہ تو دے دی لیکن شیطان مجھے اس کے بارے میں پھسلانے

لگاتو میں اسکے کمرے میں ہیٹر لینے کے بہانے داخل ہوا، وہ سوئی ہوئی لڑکی مجھے جنت کی حور لگی، میں فوراباہر نکل آیا لیکن شیطان مجھے مسلسل اسکے بارے میں پھسلاتا رہا اور غلط خیالات میرے ذہن میں آتے رہے تو جب بھی شیطان مجھے برائی پر اکساتا میں اپنی انگلیاں آگ میں جلاتا تاکہ جہنم کی آگ اور اسکے عذاب کو یاد کروں اور اپنے اس کو برائی سے باز رکھ سکوں یہاں تک کہ میری ساری انگلیاں جل گئی اور میں بے ہوش گیا، مجھے نہیں پتا کہ میں کب ہسپتال پہنچا۔ یہ باتیں سن کر باپ بہت حیران ہوا، بلند آواز سے چلایا اے لوگو! گواہ رہو میں نے اس پاک سیرت لڑکے سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا ہے سبحان اللہ یہ ہے اللہ سے ڈرنے والوں کا ذکر اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو اس لڑکی کی عزت محفوظ نہ رہ سکتی۔

ماخوذ از http://www.islamicgathering.com/beautiful-article-in-urdu-about-a-young-man-that-fresh-your-emaan-must-read/

******

بس کی آپ بیتی

(جویریہ عبد المنان،بی-ایس سمیسٹر:7،BS-18-17)

میں پنجاب یونیورسٹی کی خستہ حال بس ہوں۔ میرا جسم لوہے کا ہے اور اس پر نیلے رنگ کی چادر اوڑھی ہوئی ہے۔ جب مجھے تعمیر کیا گیا تو میں خوش تھی کہ میرے اندر مستقبل کے شاہین سفر کریں گیں لیکن میں جلد ہی اس خوش فہمی سے نکل گئی۔

میرے دو منہ ہیں جس سے میرے اندر مستقبل کے معمار داخل ہوتے ہے جنہوں نے انتہائی بے دردی کے ساتھ میرے جسم کے پرزے الگ کر دیے ہیں۔ جب میں طالبات و طلباء کی کتابیں دیکھتی ہوں تو ان پر رشک کرتی ہوں لیکن جب انکا قطار توڑ کر ایک دوسرے کو پاوں تلے روندتے ہوئے میری طرف لپکنا دیکھتی ہوں تو میں خون کے آنسو روتی ہوں۔ میرے پیٹ میں طلباء و طالبات کی کثیر تعداد سماجاتی ہے۔ جب میں ڈکار لیتی ہوں تو طلباء وطالبات میرے منہ تک آ کر واپس پیٹ تک جاتے ہیں۔ طلباء میرے دروازے میں ایسے لٹک رہے ہوتے ہیں جیسے بندر درختوں کی ٹہنیوں سے لٹک رہے ہوں۔ طالبات و طلباء چپس کھا کر لفافے میرے پیٹ میں پھینک دیتے ہیں جس سے میرا پیٹ خراب ہو جاتا ہے۔

میں سارا دن طلباء و طالبات کو انکی منزلوں تک پہنچاتی رہتی ہوں تو میرا اتنا صلہ تو بنتا ہے کہ وہ میرے جسم کی خوبصورتی کو خراب نہ کریں اور نہ ہی قطار توڑے۔ امید کرتی ہوں کہ اب جب آپ سے ملاقات ہو گی آپ میرا خیال رکھے گئے۔ دل کی گہرائیوں سے آپ سب کا شکریہ کہ آپ نے مجھے البدر میں اپنی آپ بیتی سنانے کا موقع دیا۔

******

تمنائے دل

(عائشہ صدیقہ، ایم-اے، سمیسٹر:3،M-20-54)

میرے اللہ میرا دِل کرتا ہے کہ...! جب میں آپ کے پاس آنے لگوں تو میرے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں، مُجھے فرشتے خوش ہو کر بتائیں کہ تُمہارا رب تُم سے راضی ہے...! فرشتے مُجھے آگے بڑھ کر سلام کہیں اور بتائیں کہ تُمہارا رب تُم سے ملنے کا مُنتظر ہے...! اللہ تعالیٰ مُجھ سے ایسا کوئی کام نہ ہو جس سے میری ساری نیکیاں قیامت کے دن راکھ بنا کر اُڑا دی جائیں...! اللہ تعالیٰ اگر مُجھ سے غلطی سے ایسے کام ہو جائیں تو میری غلطی مُجھے دِکھا دیں...! مُجھے توبہ کی توفیق عطاء فرما کر دُنیا میں ہی معاف کر دیں !...

آمین ثم آمین یارب العالمین

******

خیالاتی زندگی

(نائلہ الطاف،بی-ایس سمسٹر؛5، BS-19-55)

دراصل زندگی ایک تلخ حقیقت ہے ہم دنیا میں آتے ہیں اپنا بچپن گزارتے ہیں بہت دوست بناتے ہیں کھیلتے ہیں بچپن میں زندگی کا ہر لطف اٹھاتے ہیں کچھ وقت ہم اپنے گھر والوں کے ساتھ تو کچھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گزارتے ہیں ہم بڑے ہوتے جاتے ہیں زندگی کے رنگ بدل جاتے ہیں۔ہم بہت سی خواہشات رکھتے ہیں بہت سے خیالات ہوتے ہیں۔

ہم دنیا کی زندگی میں اتنے کھو جاتے ہیں لگتا ہے سب ہمارے حساب سے بہت اچھا ہے ہم اپنی سوچوں میں اور خیالات کی دنیا میں اتنے مگن ہوتے ہیں کہ زندگی کی حقیقت کیا ہے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

جب زندگی ہم سے امتحان لیتی ہے تب وہ امتحان ہمارے خیالات ہماری سوچ سے کئ زیادہ تلخ ہوتا ہے ہر انسان کا سامنا زندگی کی تلخیوں سے ہوتا ہے۔

ہم خیالی دنیا میں اتنے مگن ہوتے ہیں کہ زندگی کی حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے تو ہم سے برداشت نہیں ہوتی اور ہم زندگی سے شکوا کرتے ہیں۔

واصف علی واصف کہتے ہیں:

"پریشانیاں حالات سے نہیں خیالات سے پیدا ہوتی ہیں"

میں سوچتی ہوں ہمارے خیالات اچھے ہونے چاہئیں سوچ کا معیار اچھا ہو تو زندگی کی حقیقت بری نہیں لگتی اصل میں ہم اپنے حساب سے جینا چاہتے ہیں لیکن ہماری زندگی کچھ اور ہی سوچتی ہے

"حقیقت پسند انسان زندگی کی ہر مشکل برداشت کر سکتا ہے"

اچھی زندگی کے لیے اچھا سوچیں اچھا گمان کریں بدگمانیاں بہت بڑا گناہ ہیں

بعض اوقات اللہ تعالی ہمیں آزمائش میں ڈالتا ہے ہم برا نہیں سوچتے کوئی انسان خود اپنے لیے برا نہیں سوچتا نہ ہی ہمارا اللہ تعالی بس ہم کہیں نہ کہیں کچھ ایسا کرتے جس کی وجہ سے ہمارا خدا ہمارا امتحان لیتا ہے ہمیں ازماتا ہے

"اللہ اپنے خاص بندوں کو ہی آزماتا ہے"

درحقیقت آپ اپنی حقیقت کی دنیا میں رہو انسان باحثیت مسلمان پیدا ہوا ہے ہمیں اللہ کی عبادت کرنی چاہیے نماز پڑھنی چاہیے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالی کے ساتھ گزارتے رہیں

یہ خیالاتی زندگی آپکو تھکا دے گی

"غور کیا جب زندگی کے فلسفون پر
بات مٹی سے شروع ہو کر مٹی میں جا ملی"

******

دوستی لازم ہے زندگی میں خوشیوں کے واسطے

(حافظہ عاتکہ اسلم، بی ایس سمسٹر:7، BS-18-15)

زندگی میں رشتے ملا ہی نہیں کرتے ہیں مگر ایک انسانی رشتہ ایسا ہے جس میں زندگی ملا کرتی ہے اور وہ رشتہ ہے دوستی کا رشتہ زندگی میں ہر شے کی اپنی ضرورت واہمیت ہوتی ہے جس طرح پانی کی پیاس دنیا کی کسی نعمت سے کم نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح دوستوں کی کمی کو مال و دولت کی آسائشوں سے پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اسی کا ثبوت وہ مزہ اور وہ خوشی ہے جو انسان کو اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر کینٹین کے سموسوں اور ریڑھی کے گول گپوں بر ف کے گولوں اور بارش کے ٹپ ٹپ گرتے ہوئے قطروں میں گرم گرم میٹھی چائے سے حاصل ہوتا ہے لیکن پانچ سات ستاروں والے شہر کے سب سے بڑے ہوٹلوں کی سب سے مہنگے اور بہترین برتنوں میں اکیلے بیٹھ کر کھانے سے نہیں ملتا۔

انسان کا دل فطری طور پر خوشی اور اطمینان کے جذبے پہ پیدا کیا گیا ہے۔ دوستی وہ رشتہ ہے جن کے سامنے اٹھنے، بیٹھنے، ہنسنے، بولنے کے اصولوں کا حساب کتاب نہیں رکھنا پڑتا۔ کب بولنا ہے اور کتنا بولنا ہے کمزوریوں کو کیسے نہیں بتانا ہے۔ آنسووں کی نمی کو بہانوں میں کیسے چھپانا ہے جیسے مشکل اور تھکا دینے والے عمل سے گزرنا نہیں پڑتا۔ دوستوں کے ایک مصافحے پر اپنے دل کی ڈور ان کے ہاتھ میں تھما دیتے ہیں اور آنکھوں کے اشاروں سے الجھن سما دیتے ہیں اور ایک بار گلے لگتے ہی تمام دنیا سے چھپائے ہوئے خوف والم الف تا یے سنا دیتے ہیں۔

یہ سب نعمتیں جو دوستی کے رشتے کے عوض ملتی ہیں دل کو سمندر کا سکوت اور صاف نیلگون آسمان کی طرح کی وسعت عطا کرتی ہیں دوست غموں کے اکاونٹ کو خالی کر کے خوشیوں، قہقہوں اور مسکراہٹوں کے خزانوں سے بھر دیتے ہیں۔ یہ وہ اثاثہ ہیں جو انسان کو اپنی زندگی کی کٹھن لڑائیوں کو لڑنے کے قابل بناتی ہیں۔ والدین مشکل وقت میں سائبان بن کر مشکلوں سے محفوظ کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ وہیں ہمارے دوست ہمارے ساتھ قدم سے قدم، کندھے سے کندھا اور ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے مشکلوں کا ایک ساتھ سامنا کرنا جانتے ھیں، دوستی کا رشتہ سکول کے دوست، کالج کے دوست، یونیورسٹی کے دوست خوشیوں اور مشکلوں کے ایسے ساتھی ہوتے ہیں کہ آنسووں میں قہقہے شامل ہوتے ہیں۔ لڑائیوں سے محبت بڑھتی ہے۔ چھین کر کھانے سے ہی بھوک مٹتی ہے اور بہت بولنے سے بھی دل نہیں بھرتا۔ یہ سب احساسات ایسے ہی ہیں جیسے کھٹی میٹھی چاٹ، شدید گرمی میں کافی اور سرد ہواوں میں آئسکریم جیسے لطیف جذبات۔

بہترین دوست وہی ہیں جو ہمیں اس دنیا کی تاریک اور بدصورت حقیقتوں سے بہاروں کی طرح نبرد آزما ہونا سکھائیں۔ ہماری غلطی کو غلط اور اچھائی کو صحیح طریقے سے شناخت کرنے اور ہم پر ہمارے رویے کو بہتر بنانے کی غرض سے پرخلوص ہو کر نصیحت کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔

اللہ ہم سب کو بہترین دوست عطا فرمائے ہمیں اپنے دوستوں کے لیے بہترین دوست بننے کی ہمت دے اور ہمارے دوستوں کی حفاظت فرمائے اور دنیا کے دوستوں کو جنت کے راستوں کا ہمراہی بنادے تاکہ وہاں بھی ہم ساتھ رہیں۔

******

زندگی کا راز

(مقدس حبیبہ، بی-ایس، سمیسٹر:7،BS-18-27)

دسمبر کی ڈھلتی اداس شام میں اپنے بوجھل دل کو اٹھائے ٹہلتی ہوئی نیلے آسمان پر چمکتے ستارے کو دیکھ رہی تھی. حسرت سے میں نے اس ستارے کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن بے سود. سرد ہوا کے تھپڑے میرے وجود کو سہلا رہے تھے. گہری آنکھیں، ڈھیلا سا جوڑا، سیبوں جیسے سرخ رخسار پر بہتے آنسو...... بھری دنیا میں مجھے سوائے اللہ کے کوئی سمجھنے والا نہیں تھا. سکول کے پہلے ہی دن میں نے انسانوں کے روپ میں جب دوست کو تلاش کرنا چاہا مجھے ناکامی ہوئی. میں ناک رگڑتی ہوئی روتی ہوئی اماں کی جھولی میں سر دیے روتی رہی. میری امی نے میرے ماتھے پر بوسہ دیا جائے اور بے اختیار بولیں:

- اللہ سے دوستی کر لو، ہر وقت اس سے باتیں کیا کرو.
- میرے معصومانہ سوالوں میں اضافہ ہوتا تھا کمی کبھی نہیں آتی تھی
- امی! میں اللہ سے کیسے باتیں کروں؟
- دل میں، سجدے میں، دعا میں، خوشی میں، غم میں، ہر لمحہ......

کسی نے ماریہ کے ساکت وجود کو جھنجھوڑا ایک جھٹکے میں ہی وہ ماضی سے حال میں آچکی تھی. سہنری بند آنکھوں کو اس نے اس طرح کھولا جیسے سپی میں سے موتی نکلتے ہیں. ماہ نور چائے کا کپ اسے تھامے چل دی. چائے کا گھونٹ بھرتے ہی اسے یاد آیا انٹرویو...... کل تو انٹرویو لینا ہے. صبح ہوتے ہی ماریہ نے ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالی اور مقررہ وقت پر پہنچی. زندگی، خواہش، حسرتوں کی بوریاں کندھے پر اٹھائے کسی راکٹ کی طرح وہ آفیس میں داخل ہوئی. مہمان گرامی کوئی اور نہیں ہمارے عربی ادب کے استاد پروفیسر ڈاکٹر حافظ عثمان احمد تھے. میری سانسیں خلق میں درختوں سے لٹکتے پھلوں کی طرح اٹکی ہوئی تھیں. بوکھلاہٹ کا غلبہ اس سے پہلے مجھے پر طاری ہوتا میں نے کسی نیوز اینکر کی طرح سوالوں کی بوچھاڑ شروع کر دی.

زندگی کے سفر میں سب سے محبوب چیز کیا لگی آپ کو؟

مدھم سے لہجے میں کہنے لگے زندگی میں مختلف اسٹیجز ہوتیں ہیں میرے والدین.....

میں نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور بے صبری سے دوسرا سوال کیا۔

میری طرح آپ نے اللہ کو بہت خط لکھے کبھی ان کے جواب موصول ہوئے؟

اپنی گلابوں جیسی سرخ ٹوپی کو سیٹ کرتے ہوئے کہنے لگے. بہت لیکن اس کا انداز مختلف ہوتا ہے. کبھی دل میں بات ڈال دی.... کوئی اشارہ دے دیا..... اس طرح سے.

میں نے پروفیسر کی بات مکمل ہوتے ہی ایک منٹ کے اندر ہی سوال کیا

میں پروفیسر ڈاکٹر حافظ عثمان کے آفیس میں بچوں کا ہجوم دیکھتی ہوں تو کشمکش میں مبتلا ہو جاتی ہوں کہ ایک جی آر جس کے پاس اگر کوئی بچہ بار بار آئے ایک ہی سوال بار بار کرئے تو وہ بھی آگ بگولا ہو جاتی ہے لیکن سر عثمان کے چہرے پر برف کی طرح ٹھنڈے تاثرات دیکھ کر مجھے خیرت ہوتی ہے ان بچوں کی بھی رہنمائی کرتے ہیں جن کا تھیسز آپ کے ساتھ نہیں ہوتا، اور کبھی نہیں پوچھتے کہ آپ کا تھیسز میرے ساتھ ہے؟ کیوں؟

انہوں نے مجھے وجوہات یا پھر نصیحتیں کہوں دیں جو کہ درج ذیل ہیں

- کوئی بھی مدد کے لیے آئے اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو مدد کر دیا کریں
- اور یہ سب میرے بچے ہیں
- کسی کی مشکل آسان کریں تو اللہ بھی خوش ہوتا ہے.
- میں نے کسی چھوٹے بچے کی طرح اثبات میں سر ہلایا.

کوئی ایسی تمنا، دعا، خواہش یا پھر حسرت کہوں کہ لگتا ہو کہ یہ لاحاصل ہے؟.

انہوں نے نفی میں سر ہلایا. کوئی بھی نہیں

میں نے تمہید باندھتے ہوئے کہا

پروفیسر ڈاکٹر حافظ عثمان احمد، حافظ، محقق، ادیب اور شاعر ہیں. شاعری کا ذوق کہاں سے آیا؟ سکوت کو کہاں پایا؟

میرے سوال کی اصلاح کرتے ہوئے وہ گویا ہوئے میں محقق بعد میں ہوں اصلاً میں ایک شاعر ہوں، کالج کے زمانے سے ہی شاعری کی گردانیں یاد ہوتی تھیں.

اکثر بچوں کو کلاس میں کہتے ہیں خاموش رہو کوئے کھا کر آئے ہو؟ خاموشی اور تنہائی کیونکر پسند ہے؟

اس پر وہ مسکرا دیے اور گویا ہوئے کم بولنے سے بات کی اہمیت بڑھتی ہے. خاموشی بھی عبادت ہے.

سر میرے مشاہدے کے مطابق سلف کنٹرول اور مستقل مزاجی مجھے آپ میں نظر آتی ہے. کیسے؟ اور کتابوں سے انسیت کس سن میں ہوئی؟

سلف کنٹرول بہت مشکل ہے بظاہر، کتابوں سے لگاؤ مجھے بچپن سے ہی تھا.

سر زندگی کا سب سے بڑا راز کیا ہے؟ بچوں کو کیا نصحیت کریں گئے؟

"جو موجود ہے اس پر خوش رہنا سیکھیں."

انٹرویو اور سوالات یہی پر اختتام کو پہنچ چکے تھے. میرے ہونٹوں پر جاندار سا تبسم پھیلا ہوا تھا. میں کسی پنچھی کی طرح اڑتی ہوئی اپنا سفر طے کرنے لگی تھی۔

******

قرآن سے محبت کی داستان

(حمنہ خالد، بی-ایس، سمیسٹر:7، Bs-18-23)

وہ قرآن کو کب سے دیکھے جارہی تھی حالانکہ اس نے کب سے پڑھ لیا تھا پھر بھی وہ بہت محبّت سے اسے دیکھے جارہی تھی۔ ولی اسکو اکثر ایسا کرتا ہوا دیکھتا تھا۔۔ کبھی قرآن پاک کے پہلے صفحے کو کھولنا کبھی آخری۔۔ کبھی اسکی خالی جگہوں کو دیکھتے رہنا جہاں شاید اسکے سبق ملنے کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔۔ وہ ان پر ہمیشہ اپنے ہاتھ یا شہادت کی انگلی پھیرتے ہوئے دیکھتا تھا۔۔ اور اس وقت اسکے کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوتی تھی۔۔ شاید سکون جسکی وہ ہمیشہ بات کیا کرتی تھی۔۔

اسکے بقول اس کو اپنے قرآن سے محبّت تھی۔۔ اور وہ اپنے قرآن کو کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیا کرتی تھی ۔۔ ولی کو ہمیشہ یہ بات بہت عجیب لگتی تھی کے وہ اپنے بہن بھائیوں کو بھی اپنے قرآن کو ہاتھ نہیں لگانے دیتی تھی۔۔

دوسری طرف اسکے بہن بھائی بھی اپنے قرآن کو لے کر حساس نظر آتے تھے۔۔ انکے کے گھر میں میں روز ہی میرا قرآن۔۔ میرا قرآن کہاں ہیں کی آوازیں سنائیں دیتیں تھیں۔۔ ایک دن ولی کے چہرے پر اس بات پر الجھن دیکھ کر اس نے خود بتایا تھا۔۔ اسے اب بھی یاد تھا۔۔

ولی جو حافظ ہوتے ہیں نا۔ انہیں اپنے قرآن سے الگ ہی محبّت ہوتی ہے۔ ہم اسے محبّت کہتے ہیں تم اسے لگاؤ کہہ سکتے ہو۔ عام شخص کا مجھے زیادہ علم نہیں ہے لیکن حافظ جو ہوتے ہیں انہوں نے ایک لفظ کو بہت دفع پڑھ کر اسکو اپنے سینے میں سمایا ہوتا ہے۔۔ ایسے جیسے ایک لفظ جا کر فلک سے اجازت لے کر دل میں سما رہا ہو۔ گھنٹوں وہ اپنے قرآن کو لے کر بیٹھے رہتے ہیں۔ اس نور کو دل میں اتار رہے ہوتے ہیں۔ اس جذبے کے ساتھ کے یہ محنت انکو ساری زندگی کرنی ہے۔ جب قرآن ان کے سامنے نہیں ہوتا تب بھی وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کے آیات صفحے کے شروع میں ہیں یہ اختتام میں۔۔ قرآن کے وہ صفحات بن دیکھے ہی نظروں کے سامنے ہوتے ہیں۔۔ اگر تم انہیں بالکل اس جیسا بھی قرآن لادوگے تب بھی وہ وہی مانگیں گے۔۔

"محبّت کا بھی کوئی متبادل ہوتا ہے بھلا۔۔ تم ہو بہو بھی لادو تم ان لمحوں کا اثر۔ شدّت اس میں کیسے لا سکتے ہو جو صرف اسی کو ہی نصیب ہوئی ہو یا اسی سے ہی نصیب ہوئی ہو"۔۔

اسی لئے حافظ کو اپنے قرآن سے محبّت ہوتی ہے۔۔ وہ اسے کھونے سے ڈرتے ہیں۔ یہی ہلکی سے لکیریں اور غلطیوں کے نشانات آپ کو اسی حسین دور میں واپس لے جاتے ہیں۔ یہ صرف وہی محسوس کر سکتا ہے جو حافظ بن چکا ہو۔۔

ولی کو پتا چل چکا تھا کہ اسکی محبّت کا قصیدہ رات گزرنے کے بعد بھی اپنے اختتام کو نہیں پہنچے گا۔۔

******

کچھ میرے بابا کے بارے میں

(سمرش تبسم، ایم-اے، سمیسٹر:3،M-20-48)

ان کے ہونے سے بخت ہوتے ہیں

باپ گھر میں درخت ہوتے ہیں

میرا نام سمرش تبسم ہے میں پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے اسلامیات کی طالبہ ہوں آج مجھے جب لکھنے کا موقع ملا ہے تو میں اس انسان کے بارے میں لکھنا چاہتی ہوں جو میری زندگی کے ہیرو ہیں میرے بابا جانی ان کا نام خادم حسین ہے وہ اب اس دنیا میں سے جا چکے ہیں لیکن ان کی سیکھائی ہوئی باتیں اور ان کی پرورش آج بھی میرے ساتھ ہے۔ میرے بابا جانی بہت اچھے اور دوسروں سے مختلف تھے ہر بیٹی کے لیے اس کا باپ ہی ہیرو ہوتا ہے اسی طرح میرے بابا جانی بھی میرے ہیرو ہیں کیونکہ وہ صرف میرے باپ نہیں بلکہ میرے سب سے اچھے دوست تھے میں نے اپنی زندگی کی ہر بات ان سے کی چاہیے بات جیسی بھی تھی اور انہوں نے بڑے اچھے سے سنی اور اس پر اپنی رائے دی، لیکن اس کے ساتھ ایک باپ والا رعب بھی ہم نے دیکھا اور انہوں نے زندگی کا ہر فیصلہ ہمیں خود کرنے کی اجازت دی اور مشکل سے مشکل وقت میں ہمارا مسکرا کر ساتھ دیا انہوں نے کبھی پابندی نہیں لگائی تھی ہمیشہ مجھے اپنا بیٹا بنا کر رکھا بلکہ وہ مجھے اپنا حیدر بیٹا بولتے تھے

ان کی وجہ سے میرے اندر خود اعتمادی آئی جو شاید کبھی بھی نہ آتی۔ میرے بابا جانی نے کبھی بھی اپنی ذمہ داری سے منہ نہیں موڑا تھا وہ گھر والوں کا ہمیشہ ساتھ دیتے تھے وہ ہماری طاقت تھے۔

چاہیے کتنا بوڑھا ہو مگر گھر کا

سب سے مضبوط ستون باپ ہی ہوتا ہے

ان کو غیبت سے سب سے زیادہ نفرت تھی وہ گھر میں کسی اور کی برائی نہیں کرتے دیتے تھے اور شکر کرنے کا ہمیشہ کہتے تھے ان میں جو صبر تھا وہ کسی میں نہیں تھا وہ زندگی میں بہت مضبوط تھے وہ اپنی زندگی میں ایک بار شدت سے ٹوٹے اور شاید زندگی میں ایک ہی بار روئے لیکن بعد میں ہمت سے سامنا کیا جو میں آج تک نہیں بھولی، انہوں نے ہماری تعلیم میں بہت محنت کی انکا شوق تھا کہ انکے بچے اچھی تعلیم حاصل کرے کیونکہ ہمارا تعلق ایک گاؤں سے ہے اس وجہ سے ہم کافی عرصہ پہلے تعلیم حاصل کرنے کے لیے دور شہروں میں چلے گئے۔ جب میں ایم اے اور بھائی ایم فل تک پہنچے تو بابا جانی اس دنیا سے چلے گے انہوں نے ہمارے لیے بہت وقت اکیلے گزارا ہماری تعلیم کے لیے بہت صبر کیا لیکن جب ان کی محنت رنگ لانے کا وقت آیا وہ اس دنیا سے چلے گئے لیکن خدا اپنے بندے کے ساتھ ظلم نہیں کرتا اگر بابا جانی اس دنیا سے چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسری طرف ایسے دو بھائی بھی دیئے جو میرے باپ سے کم نہیں ہیں اب میرے بھائی میرے بابا جانی کے فرائض ادا کر رہے ہیں اور

میری امی جی میں اللہ کی طرف سے اتنی ہمت کہاں سے آئی کے انہوں نے ہمیں ٹوٹنے نہیں دیا اور وہ ہماری ماں تو تھی ہی بلکہ اب وہ ہمارا باپ بھی بن گی ہیں اور اب میرے بھائی میرے تعلیم کے فرائض ادا کر رہے ہیں، خوش نصیب لڑکی کو ایسے پیار کرنے والے دو بھائی ملتے ہیں اور ماں بھی لیکن تعلیم میں میرے گھر والوں کے علاوہ بھائی احمد، فزاء اور میرے ماموں محمد احمد کا بھی اتنا ہی ساتھ ہے۔ لیکن باپ تو باپ ہی ہوتا ہے لوگ کہتے تھے وقت کے ساتھ بھول جاؤ گے لیکن میرے یاد گہری ہو گی ہے اور خدا سب لوگوں پر ان کے ماں باپ کا سایہ سلامت رکھے اور بابا کے جانے کے بعد دنیا کی جو حقیقت ہمارے سامنے آئی خدا نا کرے وہ کسی کے سامنے آئے۔ اللہ میرے بابا کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

ہوا تجھ سے بچھڑنے کے بعد معلوم
کہ تو نہیں تھا تیرے ساتھ ایک دنیا تھی

******

مکالمہ انسان واللہ کے درمیان

(جویریہ عبدالمنان،بی-ایس سمیسٹر:7،BS-18-17)

انسان: تیری مدد کیسے ملے گی؟

اللہ: نماز اور صبر سے مدد لیا کرو۔

انسان: میں بہت گنہگار ہوں۔

اللہ: میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ میں تمھارے سب گناہ بخش دوں گا۔

انسان: میرے دل کو سکون نہیں ہے۔

اللہ: بے شک اللہ کی یاد میں دلوں کو سکون ہے۔

انسان: میں بہت اکیلا ہوں۔

اللہ: میں تمھاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں۔

انسان: مجھے کوئی یاد نہیں کرتا۔

اللہ: تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا۔

انسان: میں کس پر بھروسہ کرو؟

اللہ: جب عزم کرو تو اللہ پر توکل کرو یقیناً اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

انسان: میری حفاظت فرما۔

اللہ: ترا رب ہر چیز پر نگران ہے۔

انسان: میں بیمار ہوں۔

اللہ: اللہ نے دعا سکھائی، اے لوگوں کے پروردگار بیماری کو دور فرما اور شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے۔

انسان: مجھے آپ بہت یاد آتے ہیں۔

اللہ: میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔

******

ہر حال میں شکر الحمد اللہ

(زوبیہ، بی-ایس، سمیسٹر:7، BS-18-20)

کبھی کبھی میں سوچتی تھی جیسے دنیا کی ساری آزمائشیں اللہ نے ہمارے ذمہ لگادی ہیں۔ اللہ کو ہم پر رحم نہیں آتا۔ آخر کب تک ہم ان پریشانیوں سے لڑتے رہیں گے۔ چھوٹے ہوتے لگتا تھا بڑے ہو کر زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ آپ خود مختار ہو جاتے ہو، جو چاہو کر سکتے ہو۔ اس لیے تب بڑے ہونے کا انتظار کیا کرتے تھے۔ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ اسی طرح بڑے ہو جائیں اور خود مختار ہو جائیں۔ لیکن ہم زندگی کی حقیقت سے کہاں واقف ہوتے ہیں۔ ہم کہاں واقف ہوتے ہیں کہ بچپن میں ہم ماں باپ کے پروں کی چھاؤں میں ہوتے ہیں۔ وہ ہم پر ذرا بھی آنچ نہیں آنے دیتے۔ جس کی وجہ سے ہم دنیا کی چالاکی اور بے حسی سے ناواقف ہوتے ہیں۔

لیکن بہر حال اس سب کے بعد بھی جب ہم اپنے سے نیچے دیکھتے ہیں جن کے پاس بنیادی چیزیں تک مہیا نہیں ہوتی کسی کے پاس کھانے کو روٹی نہیں تو کسی کے پاس پہننے کو کپڑا نہیں جب ہم ان لوگوں کے پاس بیٹھ کر ان کی پریشانیاں سنتے ہیں تو دل پھٹ سا جاتا ہے۔ اور انسان اپنے حالات پر اللہ کا لاکھوں بار شکر ادا کرتا ہے۔ اس وقت اللہ سے تمام شکایات بھول سی جاتی ہیں۔ اور یہی الفاظ منہ سے نکلتے ہیں، اے اللہ تو نے بہتوں سے اچھے حالات میں رکھا ہوا ہے۔

شکر الحمد اللہ

******

کنٹین کے کھانوں کی آواز

(بینش حسیب،بی-ایس، سمیسٹر:BS-17-32،8)

اگر علوم اسلامیہ کی کینٹین یہ تمام اشیائے خوردونوش بولنا شروع ہو جائیں تو ان کی باتیں کچھ اس قسم کے ہوں گیں:

میں ہوں شوارما میری تو کچھ الگ ہی شان ہے۔ لوگ مجھے بڑے شوق سے خریدتے ہیں۔ کیونکہ میرے اندر ان کی پسندیدہ مرغی ہوتی ہے۔ اور سوسس کی وجہ سے تو میرا ذائقہ ایسا ہو جاتا ہے کہ طلبا انگلیاں ہی چاٹتے رہ جاتے ہیں۔

میں ہوں برگر، کھاتے ہیں مجھے لوگ مزے لے لے کر کینٹین میں مجھے میرے ساتھیو انڈے اور شامی کے ساتھ ملا کر بنایا جاتا ہے،انڈے اور شامی میرا ذائقہ لطف اندوز بنا دیتے ہیں۔وائٹ ساس اور کیچپ کی تو بات ہی کچھ الگ ہے واہ واہ واہ واہ

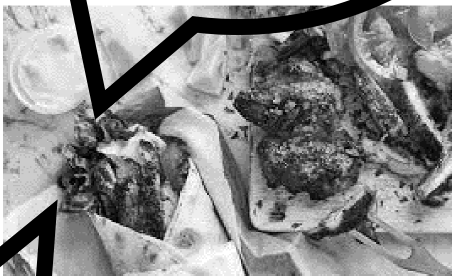

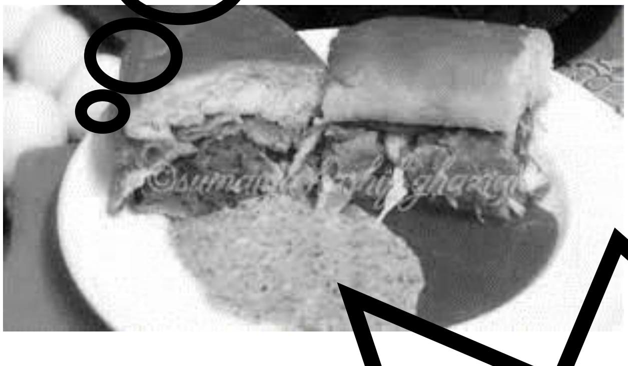

میں ہوں آپ سب سے زیادہ ٹیسٹی ہلکی پھلکی،فرنچ فرائز جس کا اس جگہ میں سب سے زیادہ خریدے جانے کا ریکارڈ ہے،کیونکہ میں آسانی سے پوائنٹ پر کھائی جا سکتی ہوں

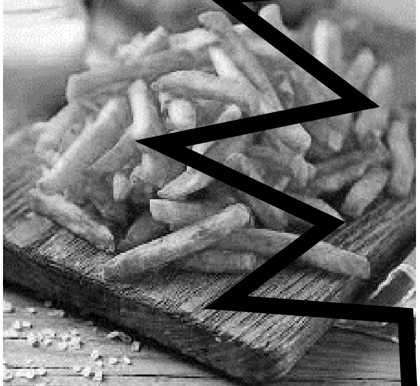

******

کچھ یادیں کچھ باتیں

ادارہ علوم اسلامیہ میں گزرے چار سال

(خدیجہ شفیق، بی-ایس، سمیسٹر:8، BS-17-21)

پنجاب یونیورسٹی کے ہر ادارے کو ایک خاص مقام حاصل ہے. اسی طرح ادارہ علوم اسلامیہ بھی اپنا ایک مقام رکھتا ہے. ہزاروں طلبہ اس پنجاب یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں. میں بھی انہی میں سے ایک تھی اور الحمد للہ ادارہ علوم اسلامیہ میں چار سال زیر تعلیم رہی. میں نے اپنی زندگی کے قیمتی چار سال اس ادارے میں گزارے اور یہاں سے بی-ایس کی ڈگری حاصل کی ہے. ادارہ علوم اسلامیہ کا ماحول بہت خوشگوار اور پُر مسرت ہے. اس ادارے میں گزرا ہر سال ہر دن ہر لمحہ بہت خوبصورت تھا. الحمد للہ اس ادارے میں چار سال بہت کچھ سیکھنے کو ملا. جو انشاءاللہ آئندہ زندگی میں مثبت کردار ادا کرے گا. میں اپنے محترم اساتذہ کرام کی بہت شکر گزار ہوں. محترم اساتذہ کرام نے ہمیں اپنی محنت، لگن اور شفقت سے پڑھایا ہے. اللہ تعالیٰ اساتذہ کرام کو ان کی محنت کا صلہ عطا فرمائے. جنہوں نے ہمیں بھرپور محنت سے علم بخشا ہے. سیمینار "سیرت طیبہ اور پاکستان میں خواتین کو درپیش مسائل" سے بہت کچھ سیکھا ہے. اس کے علاوہ بہت سے پروگرام اور مختلف موضوعات پر تقریروں نے علم میں اضافہ کیا. اس ادارے سے بہت سی یادیں وابستہ ہیں. کلاس روم میں ساتھیوں کے ساتھ مل کر اسائنمنٹ بنانا، دوستوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا، مستیاں کرنا، وہ قہقہے لگانا. ادارے میں گزرے وہ دن بہت خوبصورت تھے. چار سال ایسے لمحوں میں گزر گئے کہ وقت کا پتا ہی نہیں چلا. یاد رہے گا یہ دور حیات ہم کو... اللہ کرے ادارہ علوم اسلامیہ عرصہ دراز تک قائم رہے. آمین

******

سقوط ڈھاکہ کانفرنس کی روداد

(سحر اصغر، بی-ایس، سمیسٹر:7،BS-18-21)

ادارہ علوم اسلامیہ ہمشہ سے اپنے ملک کی تاریخی یادوں پر سیمنار منعقد کرواتا ہے کوئی ملکی تنازعہ ہو یا بین الاقوامی سطح پر کوئی تنازعہ درپیش ہو یا پھر بات حقوق نسواں کی ہو یا سیرت نبی ﷺ کا پروگرام ہو ادارے میں منعقد ہونے والے سیمنار سے ہمشہ طلبہ اور طالبات آگاہی حاصل کرتے رہے اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے انٹرنیشنل سیمینار "سقوط ڈھاکہ: اسباب اور اسباق" کے موضوع پر 16 دسمبر 2021 بروز جمعرات کو منعقد کیا گیا۔ جس میں تاریخی لحاظ سے معلومات فراہم کی گ ئی۔ یہ سیمینار جناب پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی کی زیر صدرات منعقد ہوا۔ جس میں جامعہ پنجاب یونیورسٹی کے وائ س چانسلر پروفیسر ڈاکٹر نیاز احمد اختر نے مہمان خصوصی کے طور پر شرکت کی۔ اظہار خیال کے لیے ڈاکٹر حافظ محمد منیر الازہری (یوکے)، پروفیسر ڈاکٹر محبوب حسین (چ ئی پرسن، شعبہ تاریخ ومطالعہ پاکستانی، جامعہ پنجاب لاہور)، اوریا مقبول جان (تجزیہ کار، اینکر پرسن، سکالز) کو مدعو کیا گیا۔ کلمات تقدیم ڈاکٹر شاہدہ پروین (ڈائریکٹر ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور) نے ادا کیے اور نظامت کا ذمہ ڈاکٹر سعید احمد سعیدی نے ادا کیا۔

سیمنار کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے کیا گیا۔ تلاوت کے بعد رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں نعت پڑھی گ ئی پھر ڈاکٹر سعید احمد سعیدی نے علامہ اقبال کے سبق آموز اشعار سے تقریب کا آغاز کیا اور کہا کہ ماضی کی غلطیوں سے سیکھ کر آگے بڑھنا چاہیے کیونکہ جب بھی ترقی کرنی ہوتی ہے یا آگے بڑھنا ہوتا ہے تو اُن مراحل سے گزرنا پڑتا جو بظاہر ناگزیر لگتے ہیں۔ سحر اُسی وقت طلوع ہوتی ہے جہاں قربانیوں ہوتیں ہیں اور یقینا اسکا صلہ ملک پاک کو استحکام کی صورت میں ضرور نصیب ہوگا۔ اسکے بعد ڈاکٹر شاہدہ نے تقدیم کلمات کہے۔ اسکے بعد ڈاکٹر سعیدی نے پروفیسر ڈاکٹر محبوب حسین کی خدمت میں گزراش کی کہ وہ طلبا کے ساتھ اظہارِ خیال کرے۔ ڈاکٹر محبوب حسین نے ڈاکٹر حماد اور ڈاکٹر شاہدہ پروین کا شکریہ ادا کیا کہ اس اہم سیمینار میں اِنہیں اظہارِ خیال کرنے کا موقع دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ڈاکٹر سعیدی کی رائے سے اتفاق کیا کہ زندہ قومیں گزشتہ واقعات سے سبق سیکھ کر آگے بڑھتی ہے۔ اگر کوئی ی قوم اپنی تاریخ بھول جائے تو اِسکا جغرافیہ بدلنے میں دیر نہیں تاریخ کا طالب علم ہونے کی وجہ سے انہوں نے 1947 سے لیکر 1971 تک رونما ہونے والے اہم واقعات کی تلخ حقیقتں گوش گُزار کی۔ اور آخر میں اپنی تاریخ سے جوڑے رہنے اور غلطیوں سے سیکھنے کی تلقین کی۔

اسکے بعد ڈاکٹر سیعدی نے ڈاکٹر محبوب حسین کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی ڈاکٹر حافظ محمد منیر الازہری جو یوکے سے آئی ن لائی ن سیمینار میں شرکت کر رہے تھے کو اظہارِ خیال کرنے کو کہا اور ساتھ ہی بتایا کہ انکا تعلق شہر لاہور سے ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اُس دُور کی صورتحال پر نظر ثانی کرتے ہوئے بتایا کہ قومیں برداشت کے ساتھ پروان چڑھتی ہیں آگے بڑھتی ہیں اور۔ سقوط ڈھاکہ کے اسباب درجہ ذیل بتائے۔

- عدم برداشت
- تربیت
- اخلاقیات
- تعلیم کافقدان

انہوں نے کہا کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا اور اسلام آفاقی دین ہے اس لیے اسلام کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے نسل نو کی برداشت کی قوت, تربیت, اخلاقیات اور تعلیم پر یکساں توجہ مذکور کرنی چاہیے۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے ڈاکٹر سعیدی کا شکریہ ادا کیا اور ادراہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب کو اس سیمینار میں شرکت کرنے والے افراد کی آرا کو کتابی شکل دینے کی تجویز پیش کی تا کہ آئی ندہ ایسی غلطیوں سے بچا جا سکے۔

اسکے بعد ڈاکٹر سعید احمد سعیدی نے اوریا مقبول جان جو ملکی اہم واقعات میں پیش پیش نظر آتے ہیں کو خطاب کرنے کے لیے بلوایا۔ پورا ہال تالیوں کی گونج گونج اٹھا۔ اور مقبول صاحب نے پاکستان بنانے والے اہم لیڈر قائی د اعظم محمد علی جناح کی شخصیت پر گفتگو کی۔ اسکے بعد جناب پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی سے اظہار خیال کیا۔ آخر میں وائی س چانسلر پروفیسر ڈاکٹر نیاز احمد اختر نے خطاب کیا اور 16 دسمبر کو ایک اور پاکستان کی تاریخ میں ہونے والے واقعے "سائی حہ پشاور "APS پر ہونے حملے کی طرف توجہ دلائی ی اور کہا ہم ذمہ دار شہری ہونے کی حیثیت سے اپنی اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کرنی چاہیے تا کہ ہم منظم قوم کی شکل اختیار کر سکے۔ کیونکہ ہمارا آپس کا تعلق "لا اللہ الا الہ" پر ہے۔ اسکے ساتھ طلبا کو محنت اور کردار کو مضبوط رکھنے کی تلقین کی تا کہ پاکستان مزید ترقی کر سکے۔

آخر میں عمل کی اہمیت کو سامنے رکھتے ڈاکٹر سعیدی علامہ اقبال کے اشعار پڑھے۔ اسکے بعد وائس چانسلر نے اوریا مقبول کو پھولوں کا گلاستہ پیش کیا اور ڈاکٹر حماد اور ڈاکٹر شاھدہ نے وائی س چانسلر کو پھولوں کا گلاستہ پیش کیا۔ اسکے ساتھ ہی سیمینار کا اختتام دعائیہ کلمات سے ہوا۔

******

ہر شے میں ایک شے ممتاز ہوتی ہے

(عیشاء کنول، بی ایس، سمیسٹر:7، BS-18-44)

پھولوں میں ایک خاص پھول گلاب ہوتا ہے۔اس کی قسمت کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے بنا ہے۔

رنگوں میں ایک سبز ہوتا ہے۔اس کی قسمت کے گنبد خضرا کا رنگ سبز ہے۔

یوں تو ہر درس گاہ عظیم ہوتی ہے۔مگر ہماری قسمت کہ ہمیں تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایسی درس گاہ ملی ہے، جس نے قوم کو ایسے نوجوان دیے ہیں کہ جو دین حق کی سربلندی کے لیے اپنی زندگی وقف کر چکے ہیں۔ ایسے اساتذہ دیے جن کی نگرانی میں عام سا طالب علم خاص بن جاتا ہے۔یوں تو اور بھی اداروں سے تعلیم حاصل کی ہے مگر ادارہ علوم اسلامیہ سب سے خاص اور ممتاز ہے۔اس کی وجہ اس ادارے میں موجود اساتذہ ہیں، جنھوں نے دنیاوی نوکری کے بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی غلامی کو چنا،اور اس میں ایسے مگن ہو گئے کہ نہ کھانے کی ہوش رہی نہ پینے کی ان کا مقصد بس نوجوان نسل کی اچھی تربیت کرنا ہے۔اس عزم کا یہ نتیجہ نکلا کہ آج اس ادارے کا بچہ بچہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مگن اپنے اساتذہ کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔

اللہ تعالی اس ادارے کو تا قیامت آباد رکھے،اور اس سے ہماری نسبت تاحیات رکھے، آمین۔

******

ایوبیہ اور ہم

(مقدس حبیبہ، بی-ایس، سمیسٹر:7، BS-18-27)

عائشہ کتابوں کا مطالعہ کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی. ناچاہتے ہوئے بھی دل اور دماغ کسی اور دنیا میں کھویا ہوا تھا..... اس کی اپنی دنیا.... رنگوں کی دنیا...... اس کا ونڈر لینڈ جہاں تک کسی کی رسائی ممکن نہیں تھی سوائے اس کے. بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا گردن کے گرد جھول رہا تھا. پریشانی میں وہ ہمیشہ ناخن کھاتی تھی اور اب بھی اس کی کچھ یہ ہی کیفیت تھی. سفید کورے کاغذ پر دوڑتا ہوا قلم، جس پر وہ اپنے دوست زوبی کے لیے بہانوں کی فہرست بنا رہی تھی. یونیورسٹی کا پہلا ٹرپ تھا اور وہ کسی بھی حال میں اپنی دوست کو ساتھ لے کر جانا چاہتی تھی. کافی کا مگ پکڑے وہ کھڑکی کے پاس کھڑی چاند کو تک رہی تھی. چاند شرما کر بادلوں میں چھپ رہا تھا. وہ بہت پر جوش... اور پر امید تھی. ناجانے رات کب چاند کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتے ہی گزر گئ اسے اندازہ ہی نہیں ہوا. سائیڈ ٹیبل پر رکھا موبائل کسی ٹیکسٹ میسج کی خبر دے رہا تھا. فون دیکھتے ہی عائشہ کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری زوبی کو اجازت مل گئ تھی. اگلے روز کالج میں دونوں دوستیں گرم جوشی سے ایک دوسرے سے ملیں. گرلز کامن روم کی حالت درہم برہم ہو چکی تھی لڑکیاں اس طرح سے میک اپ کر رہی تھی جیسے دنیا میں اس کے بعد میک اپ کا کوئی موقع نہیں ملے گا. زوبی اور عائشہ کامن روم کے دروازے پر کھڑی سحر پر تبصرہ کر رہی تھیں. سحر اپنے لبوں پر لپ اسٹک بہت نازکت سے لگا رہی تھی. کامن روم ان لڑکیوں سے پناہ مانگ رہا تھا گویا عائشہ کو مچھلی منڈی ضرور یاد آئی تھی. بس فراٹے بھرتی ہوئی صبح نو بجے ایوبیہ کی طرف روانہ ہوئی. راستے میں آنے والے ہر منظر کو وہ فون کے کیمرے کے ذریعے محفوظ کر رہی تھی. وہ دنیا کو کسی اور زوایے سے دیکھتی تھی جہاں سے کوئی عام انسان نہیں دیکھ سکتا تھا. اگلے ہی پل بس ایوبیہ کی سرزمین پر پہنچ گئ تھی. وسیع پہاڑ جن کی بلندی کو دیکھ کر شاہین کی پرواز یاد آجاتی، سبز درخت ہوا سے خوشی سے جھومتے ہوئے مانو اس کا استقبال کر رہے تھے. ایوبیہ قدرتی حسن سے مالامال ہے، پائپ لائن ٹریک اس کی خوبصورتی کا اہم حصہ ہے جو محض فوجی دستوں کو پانی فراہم کرنے کے لیے بچھائی گئ تھی جو کے اب گزر گاہ بن چکی ہے جہاں ہر عام وخاص شخص کو جانے کی اجازت ہے. سفید ملائم، نم سے بادل کسی محافظ کی طرح اس کے سر پر منڈلا رہے تھے. ایوبیہ سے آگئے خانس پور میں ایک ہاسٹل میں قیام کیا. سب لڑکیاں اپنے اپنے کمروں میں آرام کرنے کے لیے چلی گئ تھی. عائشہ عشق کی گتھیاں اٹھائے گھاس پر لیٹی ہوئی آسمان پر ستارے دیکھ رہی تھی اس کے عقب میں اس کی کلاس فیلو حناء بھی تھی.

حناء.... کیا واقعی عشق مجازی انسان کو عشق حقیقی کی طرف لے جاتا ہے؟ ہم کیوں محبوب کی اطاعت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں ہم یا پھر ہمارا دل۔

عشق کامل تقلید اور محبوب کی پیروی میں مضمر کا نام ہے شہزادی.. حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں اس قدر سرگرم رہتے اور تقلید نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایسے کاربند

کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر خربوزہ اس لیے نہیں کھایا کہ آپ کو یہ معلوم نا ہو سکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ پھل کس طرح کھایا تھا. اس کا کامل تقلید کا نام "عشق" ہے. وہ روانگی سے بولی.

سیاہ آسمان گہرے نیلے رنگ کے آسمان میں بدل چکا تھا. صرف ایک پر سکون، چمکتا ہوا ستارہ تھا صبح کا ستارہ۔

--ہاسٹل کے پاس ایک خوبصورت سی ندی تھی جس میں جھلملاتی مچھلیاں بہتے پانی کے حسن کو چار چاند لگا رہی تھی. تین دن خانس پور اور ایوبیہ مدعو رہنے کے بعد وقت آ چکا تھا واپسی کا سفر طے کرنے کا. ایوبیہ کے بندر عائشہ سے بہت مانوس ہو گئے تھے اور اس کے جانے کے بعد اداس بھی. الوداعی نظر اپنے رقیبوں پر ڈالتے ہوئے وہ ان سے بہت دور چلی گئی تھی۔

******

افقِ نظم و غزل

غزل

(اقراء نعیم، بی-ایس، سمسٹر: 7، BS -18-38)

اجڑے ہوئے لوگوں سے گریزاں نہ ہوا کر
حالات کی قبروں کے یہ کتبے بھی پڑھا کر
کیا جانیے کیوں تیز ہوا سوچ میں گم ہے
خوابیدہ پرندوں کو درختوں سے اڑا کر
شخص کے تم سے بھی مراسم ہیں تو ہونگے
وہ جھوٹ نہ بولے گا میرے سامنے آکر
ہر وقت کا ہنسنا تجھے برباد نا کردے
تنہائی کے لمحوں میں کبھی رو بھی لیا کر
وہ آج بھی صدیوں کی مسافت پہ کھڑا ہے ڈھونڈا تھا جسے وقت کی دیوار گرا کر
اے دل تجھے دشمن کی بھی پہچان کہاں ہے
تو حلقہ یاراں میں بھی محتاط رہا کر
اس شب کے مقدر میں سحر ہی نہیں محسنؔ
دیکھا ہے کئی بار چراغوں کو بجھا کر

(محسن نقوی)

******

آخر ہم بڑے ہو ہی گئے

(فاطمہ مجتبی، بی-ایس، سمیسٹر:8،BS-17-50)

آخر ہم بڑے ہو ہی گئے

ایک روپے کی "آٹھ ٹافیاں"

اور آٹھ روپے کی ایک ٹافی کے درمیان ہم بڑے ہو گئے۔۔

بہن کی چاکلیٹ چرانے اور اسکے بچوں کو چاکلیٹ دلانے کے درمیاں ہم بڑے ہو گئے۔۔۔

پانچ منٹ بعد اٹھتا ہوں امی اور اسنوز بٹن دبانے کے درمیاں ہم بڑے ہو گئے۔۔۔۔

میں بڑا ہونا چاہتا ہوں

اور کاش میرا بچپن واپس آجائے کے درمیاں ہم بڑے ہو گئے۔۔۔۔

والدین کے آنے سے ڈرنے کے اور اب والدین کے ہمیشہ چلے جانے کے ڈر سے آخر ہم بڑے ہو ہی گئے۔۔۔

******

میرے والد محترم

(مبین اسحاق، بی-ایس، سمسٹر:5، BS-19-46)

بہت قابلِ عزیز ہیں میرے والد محترم میرے لئے
بہت اچھے رہنما ہیں میرے والد محترم میرے لئے
سب سے بڑی طاقت ہیں میرے والد محترم میرے لئے
سب سے بڑا حوصلہ ہیں میرے والد محترم میرے لئے
میری ہر خواہش کو پورا کرتے ہیں میرے والد محترم
میری خوشی کو دیکھ کر چہرے پر مسکان آجاتی ہے میرے والد محترم کے
ڈانٹ بھی لیں مگر دل میں انکے دعائیں ہیں میرے لئے
صحیح وقت آنے پر حکمتِ عملی سے سمجھاتے ہیں میرے والد محترم
خود دھوپ میں رہ کر بھی مجھے چھاؤں میں رکھتے ہیں میرے والد محترم
خود بھوکا رہ کر بھی مجھے کھلاتے ہیں میرے والد محترم
خود پرانا لباس پہن کر بھی مجھے نیا لباس پہناتے ہیں

******

غزل

(نائلہ سرور، بی-ایس، سمسٹر:8، BS-17-39)

تپتی دھوپ میں، جلتی ریت پر
ننگے پیروں چلتے دیکھا ہے میں نے
حالات کے ماروں کو تنگ و دشوار رستوں پر
رلتے پھرتے دیکھا ہے میں نے
پھولوں کی خواہش رکھنے والوں کو،
کانٹوں سے زخم کھاتے، دیکھا ہے میں نے
اپنی انا و خودی پر مرنے والوں کو
مجبوریوں کے گھاٹ نجانے کہاں کہاں سے گزرتے، دیکھا ہے میں نے
سفر زندگی کس قدر طویل تھا
کلی کو پھول اور پھول کو مرجھاتے دیکھا ہے میں نے
لمحے بھر کے خوابوں کی تڑپ میں
صدیوں دل کو تڑپتے دیکھا ہے میں نے
جو تھا شور مچا دل کی نگری میں
اس کو بھی خاموشی میں ڈھلتے دیکھا ہے میں نے
چل چھوڑ طائر یہ سب، شاعر نہ بن
شاعروں کو بھی عمر بھر سلگتے دیکھا ہے میں نے

******

تم نے کہا تھا ہم ایک ہی ہے

(اقراء نعیم، بی-ایس، سمسٹر 7، BS-17-38)

تو اپنے برابر کر دو نا
نیپی جب میں کرتی ہوں

تم دودھ کی بوتل بھر دو نا
بس یونہی ایک ہے ایک ہے کر کے کہا زندگی چلتی ہے

کبھی تم بھی سر دبا دو میرا
میری بھی طبیعت کھلتی ہے

جب میں بھی آفس جاتی ہوں
تم بھی گھر کو سنوار دو نا

تم نے کہا تھا ہم ایک ہی ہے
تو اپنے برابر کر دو نا

مت کرو وعدے جنموں کے اس پل خوشی کی وجہ دو نا
کبھی بازاروں سے دھیان ہٹے تو مکاں کو گھر کر دو نا

آؤ پاس بیٹھو کچھ باتیں کرے کبھی دل کے زخم بھی بھر دو نا
یوں کہنا پڑتا ہے تم احساسوں کو سمجھو نا

تم نے کہا تھا ہم ایک ہی ہے
تو اپنے برابر کر دو نا

******

"خوشی اور غم کی شناخت"

(امل بتول، بی-ایس، سمیسٹر:5، BS-19-67)

ہم سمجھتے خوشیاں، دولت سب امیر کے پاس ہیں
ہم سمجھتے ہیں دُ کھ، آزمائش سب غریب کے پاس ہیں
لیکن اسُ امیر کے پاس بھی کہیں نہ کہیں ایک غم موجود ہوتا ہے
اور اسُ غریب کے پاس بھی کہیں نہ کہیں ایک خوشی موجود ہوتی ہے
وہ امیر آپنے اسُ غم کو مٹانے کے لیے سب کچھ داؤ پر لگا دیتاہے
اور وہ غریب آپنی ایک خوشی کو پانے کے لیے سب غم بھلا دیتا ہے
وہ امیر جس کے پاس آپنے غم مٹانے کے لیے سب کچھ ہوتا ہے
اور وہ غریب جسے آپنی خوشی پانے کے لیے صرف آسرا ہوتا ہے
فقط بات صرف اتنی ہے کہ دونوں ہی آپنی منزلوں کے مسافر ہیں
کہیں غم جیت جاتاہے، کہیں خوشی ہار جاتی ہے،
کہیں دولت جیت جاتی ہے اور غربت ہار جاتی ہے۔

******

نظم

(مریم عباس، ایم فل، صبح، سیمسٹر:1، M.phill.IS.14.F21)

روح کو میری تب قرار آتا ہے
لاتقنطوا کا جب خطاب آتا ہے
مشکلیں ہوں آسان مصیبتیں بنیں راحتیں
الٰہیٰ جب میسر تیرا ساتھ آتا ہے
طوفانوں کے سمندر میں مایوسیوں کے بھنور میں
مجھے بس تیرا اور تیرا خیال آتا ہے
تھکا ماندہ، ہارا اور بھٹکا ہوا
در پہ تیرے تیرا غلام آتا ہے
رہتی نہیں کوئی تنگی تشنگی مریم
جب سمجھ میں اس کی رحمت کا مزاج آتا ہے

******

ریٹائر ہونے والے اساتذہ کے نام

(رخسار طارق بی-ایس سمیسٹر:7،32-18-Bs)

فضائے گلشن بتا رہی ہے کہ جان گلشن ہے جانے والا
روش روش پر اداسیاں ہیں، چلا چمن کو سجانے والا

وہ جس کے لئے نغمے سنے ہمیشہ کنار دریا، درون محفل
قسم بہ حسرت سنا رہا ہے، دلوں کو رنگیں بنانے والا

جہاں میں کس کو بقا ملی ہے، ہمیشہ کوئی نہیں رہا ہے
یہی سے دنیا کی ریت جاری، یہ آنے والا، وہ جانے والا

صدائے نغمہ، نوائے شیریں، کہاں سے لائیں گے اہل محفل
دلوں میں حسرت بسا رہا ہے، مسرتوں کو بہانے والا

مزاج دلکش، کلام رنگیں، چٹکتی کلیاں چمن چمن کی
ہمیں نہ بھولے گا زندگی بھر دلوں کی دنیا جگانے والا

نہ جانے کیوں میں شریک مجلس ہوا ہوں آج آکر
اداس کر کے ہمیں چلا ہے، ہمیشہ ہنسنے ہنسانے والا

******

سِکہ ہمارے دور کا چلتا کہیں نہیں

(رخسار طارق، بی ایس سمسٹر:7،BS-18-32)

کہتے ہیں جس کو ذات وہ گویا کہیں نہیں
دنیا میں دیکھ آئے، یہ دروا کہیں نہیں

صحرا پہ میں نے آج یہ نکتہ رقم کیا
دریا کا علم جزتہِ دریا کہیں نہیں

پائے سفر شکستہ ہوئے مدتیں ہوئیں
میں راستے میں ہوں ابھی، پہنچا کہیں نہیں

دے مال ہم کو مفت ہم اصحابِ کہف ہیں
(جون ایلیا)

******

سکون قلب

(مشاء امین، بی-ایس، سمیسٹر:7، BS-34-18)

سکون، سکون قلب کیا ہے؟
رب کعبہ کے سامنے جھکنا ہے سکون
سجدے میں سر خم کرنا ہے سکون
کلام پاک پڑھنا ہے سکون
روح کو تازگی بخشنا ہے سکون
نماز ہے سکون
دعا ہے سکون
عشق الہی ہے سکون
منزل پر پہنچنا ہے سکون
رب رحمت ہے سکون
رب محبت ہے سکون
فریاد کا پورا نام ہے سکون
توکل علی اللہ ہے سکون
رب سے امید رکھنا ہے سکون
لاڈلی نماز کے لیے اٹھنا ہے سکون
انتظار فجر ہے سکون
ننانوے ناموں کی تسبیح ہے سکون
مختصر یہ ہے کہ دین ہے سکون

******

غزل

(ام الاتقاء ایم فل سمیسٹر:1،M-phil-WR-11-F21)

سنگ بے قیمت تراشا اور جوہر کر دیا
شمع علم و آگہی سے دل منور کر دیا

فکر و فن تہذیب و حکمت دی شعور و آگہی
گم شدان راہ کو گویا کہ رہبر کر دیا

چشم فیض اور دست وہ پارس صفت جب چھو گئے
مجھ کو مٹی سے اٹھایا اور فلک پر کر دیا

دے جزا اللہ تو اس باغبان علم کو
جس نے غنچوں کو کھلایا اور گل تر کر دیا

خاکۂ تصویر تھا میں خالی از رنگ حیات
یوں سجایا آپ نے مجھ کو کہ قیصر کر دیا

(قیصر حیات)

******

شکایت نہیں ہے کوئی زندگانی سے...!!!

(حافظہ ماریہ، بی ایس سمیسٹر: Bs-18-50،7)

یہ شیشے یہ سپنے یہ رشتے یہ دھاگے
کسے کیا خبر ہم کہاں ٹوٹ جائیں

محبت کے دریا میں تنکے وفا کے
نہ جانے یہ کس موڑ پر ڈوب جائیں

عجب دل کی بستی عجب دل کی وادی
ہر ایک موڑ پر موسم نئی خواہشات کا

لگائے ہیں ہم نے بھی سپنوں کے پودے
مگر کیا بھروسہ یہاں بارشوں کا

مرادوں کی منزل میں سپنوں میں کھوئے
محبت کی راہوں میں ہم چل پڑے تھے

ذرا دور چل کر جب آنکھیں کھلی
کڑی دھوپ میں ہم اکیلے کھڑے تھے

جنہیں دل سے چاہا جنہیں دل سے سوچا
نظر آرہے ہیں وہی اجنبی سے

روایت ہے یہی صدیوں پرانی
شکایت نہیں ہے کوئی زندگانی سے

(نامعلوم)

******

غربت کا مذاق

(خنسہ عبد الملک، بی-ایس، سمیسٹر:7، BS-11-18)

غربت کا اب مذاق اڑانے لگے ہیں لوگ
دولت کو سر کا تاج بتانے لگے ہیں لوگ

تہذیب شہر کتنی بدل دی ہے وقت نے
اپنی روایتوں کو بھلانے لگے ہیں لوگ

اللہ ان کی عقل کا پردا ذرا ہٹا
پھر اپنی بیٹیوں کو جلانے لگے ہیں لوگ

حد ہو چکی ہے اب تو مرے انکسار کی
کمتر سمجھ کے مجھ کو ستانے لگے ہیں لوگ

الزام سارا اپنے مقدر پہ ڈال کر
ناکامیوں کو اپنی چھپانے لگے ہیں لوگ

سچائی کا علم مرے ہاتھوں میں دیکھ کر
بستی میں کتنا شور مچانے لگے ہیں لوگ

موجوں سے لڑتے لڑتے جو ساحل تک آ گیا
احسان اس پہ اپنا جتانے لگے ہیں لوگ

(محمد علی ساحل)

******

غزل

(فاطمہ نواز، بی ایس سمسٹر:3، BS-20-65)

جانے کیوں لوگ جدّت کو جہالت سے جوڑے بیٹھے ہیں
یوں رخ ماڈرن کے معنی کا موڑ بیٹھے ہیں۔

اس کاوش میں ہے کہ ہو فیشن کو ترجیح۔
لوگ اپنی ثقافت کا رنگ دھو بیٹھے ہیں

بس جو زمانے کی دوڑ ہے۔
اسے اپنا کر رہنا ہے۔
یوں اسلامی اقدار کو بھی کھو بیٹھے ہیں

لوگ ہیں اس سے بھی غافل
لباس ساتر ہے کہ نہیں۔

یوں اندھی تقلید کا پلّو اُوڑھ کر بیٹھے ہیں۔
آرائش میں مگن ایسے ہے کہ کہنا محال ہیں۔

غرض حدود احیاء کو ہی توڑ بیٹھے ہیں۔
خوبصورت لگنے کی حرص نے مار ڈالا ہے۔

پوری آستین کو سینا ہی بھول بیٹھے ہیں۔
سکارف کو لپیٹنے کا انداز بھی نرالا ہے۔

جلابیبهن کا مطلب بھی بھول بیٹھے ہیں۔
فضا بن گئی معاشرے کی اتنی پر خطر۔

کہ فرنگی فیشن کو ضروری کہہ بیٹھے ہیں۔
جہالت کو ماڈرن سے دیتے ہیں نسبت / ترجیح۔

پڑھے لکھے بھی لغت سے محروم بیٹھے ہیں۔
یہ لوگ دین کو بھول بیٹھے ہیں۔

تبھی شکار ہے جہالت کا۔
کفار کے بنے ہیں یہ لوگ خود غلام۔

اپنے دین اسلام کو چھوڑ کر۔

نہ جانے کیوں لوگ جدّت کو جہالت سے جوڑے بیٹھے ہیں۔

یوں رخ ماڈرن کے معنی کا موڑ بیٹھے ہیں

******

غزل

(حمنہ خالد، بی-ایس، سمیسٹر:7، Bs-18-23)

کچھ الفاظ ہی تو مٹے ہیں، کچھ اختلافات شکوے شکایات اذیتوں محبّتوں پر پردہ ہی توڈلا ہے۔
سنو کوئی میری ذات پر سفید پردہ ڈالے تو مانوں
یہ بس تحریر تھی کچھ دوات کا ضیاع تھا اور بس کسی کے ساتھ کا المیہ
سنو دماغ فی الوقت زندہ ہے، دل ہر وقت دھڑک رہا ہے، کوئی اسکو راکھ بنائے تو مانوں
الفاظ خطوط قصے، وعدے ارادے باتیں، یہ ہی تو ساتھ چھوڑتے ہیں
بھلا دماغ دل، سوچیں احساسات اذیتیں کہاں مفلوج ہوتی ہیں، سنو کوئی اسکو مفلوج کرے تو مانوں
خواب ہر کسی کا نصیب ہے، بھلا تعبیر ہر کسی کا مقدّر کہاں
سنو مختصر یہ کہ مجھ اذیتی خاکہ کی کوئی ایک لکیر کھینچ کر دکھائے تو مانوں

******

قبر کی تنہائی

(ایمن عرفان، ایم فل، سمسٹر:3، BS-20-24)

سمجھ نہیں آتی کیسے رہوں گی میں وہاں پر
جب ماما نہ ہوں گی میرے ساتھ میں

بابا نہ ہوں گے میرے پاس
میں یہ نہ کہوں گی کہ ماما بابا ہوں میرے ساتھ میں

مگر مجھے ڈر لگے گا ہر اس رات میں
مجھے اکیلا چھوڑ نہ دینا اس دو گز زمین میں

کبھی کبھار آنا، کتنا مزا آئے گا اس ملاقات میں
اور ھم پھر ملیں گے ایک اور جہاں میں

******

لا کا مطلب

(اقرا اسلام، ایم-اے، سمسٹر:3،M-33-20)

اِتنی زندگی گُزر گئی اور مجھے "لا" کا مطلب سمجھ نہیں آیا!
یہ جانتے ہوئے بھی کہ
"لا" یعنی کُچھ بھی نہیں. کوئی چیز بھی نہیں.
پر یہ نہیں کہ کیا نہیں؟
کون سی چیز نہیں..؟
تھوڑا غور کیا اور حقیقت کُھلی کہ کیا نہیں
ہر خواہش، ہر آرزو، ہر خواب کی جہاں آکر نفی ہو جائے.
جہاں آکر اپنی زندگی کی ہوس ختم ہو جائے.
موت کا خوف ختم ہو جائے.
درد کا احساس ختم ہو جائے.
ہر چیز اپنا وجود کھو دے.
تب "لا" کی تفسیر ہوتی ہے.
ابھی تو بات "لا" تک ہے.
لا الہ الا اللہ کو جاننے کے لیئے تو صدیاں درکار ہیں.
اور جان لو یہی حقیقت ہے.....!
ابھی تو زندگی ایک نُقطے ایک صفر پر رُکی ہوئی ہے.
اور میں "لا" کی جاگتی حقیقت میں گم حیران ہوں......!

(بانو قدسیہ)

******

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر

(نداشہناز ایم-اے سمسٹر:3،35-20-M)

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھکو دریاتو سمندر تلاش کر

ہر شیشہ ٹوٹ جاتا ہے پتھر کی چوٹ سے
پتھر ہی ٹوٹ جائے وہ شیشہ تلاش کر

سجدوں سے تیرے کیاہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

ایمان تیرا لٹ گیا رہزن کے ہاتھوں سے
ایماں تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

ہر شخص جل رہا ہے عداوت کی آگ میں
اس آگ کو بجھادے وہ پانی تلاش کر

کرے سوار اونٹ پہ اپنے غلام کو
پیدل خود چلے جو وہ آقا تلاش کر

(علامہ اقبالؔ)

******

میرے اندروں میں نوں کڈ دے

(عیشاء کنول، بی ایس، سمیسٹر:7، BS-18-44)

مینوں عشق وچ مست کر دے
میرے اندروں میں نوں کڈ دے

میں میں نہیں توہو جاواں
جے تو ایک اشارہ کر دے

مصلی ڈھاکے میں یار نوں منگاں
تیرے کولوں تینوں ہی منگاں

لوکاں نوں دولت نے غافل کر تا
مینوں تیرے عشق نے پاگل کر تا

کنج دی اے، اے دنیا بستی
ہجوم وچ بیہ کے ہو واں میں کلی

جے کر لیا میں تینوں راضی
فیر کی لوڑ اے مینوں جگ دی

مینوں عشق وچ مست کر دے
میرے اندروں میں نوں کڈ دے

******

میری ایمان کی ساتھی

(رخسار طارق سمیسٹر:7،Bs-18-32)

اے میری ایمان کی ساتھی

ایمان کے ساتھی بھی اللہ کی بڑی خوبصورت نعمت ہوتے ہیں

کبھی جو مل جائیں تو انھیں مضبوطی سے تھام لینا، کبھی خود سے دور نہ جانے دینا

کے یہ تمھیں بھی جنت میں اپنے ساتھ لے جائیں گے

کبھی جو تم دنیا کی رنگینیوں میں کھو جاؤ،

تو یہی جنت کی ساتھی تمھیں تمھاری منزل یاد کروائیں گئیں۔۔۔

تمھیں تمھارے رب سے ملائیں گئیں، تمھیں رب سے ملاقات کا شوق دلایں گئیں۔

جب کبھی تم ٹوٹنے لگو گی تو یہ تمھیں اپنی آغوش میں لے لیں گئیں، ان سے جڑ کر تم اپنے رب کو ہر لمحہ یاد کرو گی

اے میری جنت کی ساتھی

ان ساتھیوں کو کبھی کھونا مت، کہ یہ تمھیں ابلیس کی چالوں سے آگاہ کریں گئیں

یہ تمھیں بتائیں گئیں کے ابلیس کیسے تمھیں راہ سے بھٹکائے گا

وہ تو اللہ سے وعدہ کر چکا ہے، کہ میں تیرے بندوں کو قیامت تک بہکتا رہوں گا

اے میری قرآن کی ساتھی

تم کبھی اسکی باتوں میں نہ آنا،

جب کبھی تم خود کو تنہا محسوس کرو

تو اپنے ان جنت کے ساتھیوں سے بات کر لینا

ان سے بات کر کے تم خود کو تنہا محسوس نہیں کرو گی۔، یہ تمھیں قرآن کی آیات یاد دلا کر حوصلہ دیں گئیں

کہ جب تمھاری ہمت جواب دینے لگے تو یہ تمھیں یاد دلایں گئیں: اللہ نے فرمایا

فانی قریب

مفہوم ("میں تمھاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں")

اے میری ایمان کی ساتھی

کبھی ان ساتھیوں کی یاد آئے تو ان کے حق میں دعا کر دینا

اللہ ان سب سے راضی ہو

اے میری قرآن کی ساتھی

تم کبھی جنت کی ساتھیوں کو بھلانا مت کے یہ تمھیں اللہ کی یاد دلاتیں رہیں گئیں۔۔۔

اے میری ایمان کی ساتھی
اے میری قرآن کی ساتھی

******

میری ماں

(آمنہ شہزادی، ایم اے سمسٹر:3،M-20-64)

میری جنت ہے میری ماں — رحمت کا تصور ہے میری ماں
میں ایک خواب زندگی کا — جس کی تعبیر ہے میری ماں

ماں تو ہی ہے میری ماں

زندگی کے خطرناک راستوں میں — مشعل راہ ہے میری ماں
میرے ہر غم، ہر درد میں — ایک نیا جوش، ولولہ ہے میری ماں

ماں تو ہی ہے میری ماں

میری سوچ ہے میری ماں — میرا خواب ہے میری ماں
میرا جسم میری ماں — میری روح میری ماں
میری خوشی میری ماں — میری غمی میری ماں

ماں تو ہی ہے میری ماں

میری رگ رگ میں میری ماں — میرا باغ میری ماں
میری خوشبو میری ماں — میری چھاؤں میری ماں

ماں تو ہی ہے میری ماں

میری جان میری ماں — میری زندگی میری ماں
میری دولت میری ماں — ہر طرف تو ہی تو ہے میری ماں

ماں تو ہی ہے میری ماں

******

ہاں یہ ہی میرا گاوں ہے

(سید انعم شاہ،بی-ایس، سمیسٹر:BS-18-30،7)

یہ جو کچے سنسان رستے ہیں یہاں لوگ بھی مخلص بستے ہیں
ہر خوشی غمی میں سانجھے ہیں یہاں ساتھ ہی مل کر ہستے ہیں

ہر سوچ غرض سے خالی ہیں یہاں ساری بات نرالی ہیں
ہر فرد ہے حصہ کنبہ کا یہاں سب ہی کو اپنا کہتے ہیں

اب بھی اقدار سنبھالے ہیں یہاں اب بھی ہر شہ خالص ہے
ہر انگ میں فطرت غالب ہے یہاں پریاں راگ سناتی ہیں

اک عجب سکون سا رہتا ہے یہاں نظاروں کا دریا بہتا ہے
ہر سو پرندے چہچہاتے ہیں یہاں فصلیں جھلملاتی ہیں

جب رات یہاں ہو جاتی ہے خاموشی دیپ جلاتی ہے
ہر سو تارے ٹمٹماتے ہیں یہاں دلکش منظر دکھلاتے ہیں

ہر سو پھول لہلہاتے ہیں یہاں جگنو راہ دکھاتے ہیں
ہر پیڑ کی ٹھنڈی چھاوں ہے ہاں یہ ہی میرا گاؤں ہے

ہاں یہ ہی میرا گاؤں ہے

******

غزل

(اقراء نعیم، بی-ایس، سمسٹر:7، BS -18-38-18)

واپس آ گئے ہم ٹوٹا ہوا سلسلہ جوڑنے
یادیں سمیٹنے رشتے پھر سے جوڑنے

سفر ہمارا جہاں تھما تھا
وہی سے شروع کرنے اور ساتھ نبھانے

کچھ مہینوں بعد چھوٹ جائے گا سب کا ساتھ
آ گئے ہم ان لمحوں کو جینے

بہت یاد آئے گی جامعہ پنجاب
یہاں کے رستے اور
ایس ٹی سی کے کھانے
کینٹین کی بلبلاں،

آڈیٹورم کے فنکشنز
سفر ختم ہو رہا ہے

ہم نکلے دیوانے اپنی اپنی زندگی سجانے
یونی نکھر نکھر کر سامنے آ رہی ہے

یونی میں گھڑیاں بند کر دینے کو جی چاہتا ہے
کبھی یہ جی چاہتا ہے کہ یونی کے سارے دروازے بند کر دیے جائے

کسی کو کہیں جانے نہ دیا جائے
آور سب دائرے بنا کر بیٹھ جائے

اور سب اپنی اپنی داستانیں سنائیں اور سب سنتے جائیں
وقت کبھی نہ گزرنے کے لیے ٹھہر جائے
یا پوری یونی کو ریشمی لحاف میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے سرہانے میٹھی نیند سو لیا جائے
******

وہ زمانہ مجھ کو یاد آتا ھے

(جویریہ عبد المنان، بی-ایس، سمیسٹر:7، BS-18-17)

وہ خوف وجوش کے جزبات لیے پہلے دن جماعت میں آنا ہمارا
وہ خود کو فلاسفر سمجھنے کی غلط فہمی میں پہلے دن جماعت میں آنا ہمارا

وہ زمانہ مجھ کو یاد آتا ھے
وہ میم سعدیہ کا چھان پھٹک کا ورد کرنا

وہ انکے غصے میں جھلکتی محبت کا احساس
وہ زمانہ مجھ کو یاد آتا ہے

وہ سر حسن مرنی کا دنیا کے نقشے کی سیر کروانا
وہ انکا تاریخ کی آغوش میں لے کر ساری جماعت کو سلا دینا

وہ زمانہ مجھ کو یاد آتا ہے
وہ سر افضل کا جماعت میں لطیفے سنا کر ہمارا دل جیت جانا

وہ انکا آفیس میں بیٹھ کر چنے کھانا
وہ زمانہ مجھ کو یاد آتا ہے

وہ سر عبد اللہ کا جماعت میں مسلسل پڑھنا
وہ انکا ہمیں فقہی بنانے کی ناکام کوشش کرنا

وہ زمانہ مجھ کو یاد آتا
وہ ہمارے دماغوں کا تھیسز، کانفرنس اور امتحان کی تیاری کے گرد گھومنا

اسی کشمکش میں گھروں کو چل دینا
وہ زمانہ مجھ کو یاد آتا ہے

وہ آڈیٹوریم میں بیٹھ کر تقریریں سننا
وہ میم سعدیہ کا آڈیٹوریم کے دروازے پہ عقاب کی سی نگاہ سے پہرا دینا

وہ زمانہ مجھ کو یاد آتا ہے۔

******

غزل

(عائشہ نور بی-ایس سینیر بیچ 2016،BS-16-39)

وہ گماں گماں سا پیاس سا
کبھی دور سا کبھی پاس سا

کبھی چاندنی میں چھپا ھوا
کبھی خوشبوؤں میں بسا ھوا

کبھی صرف اس کی شباہتیں
کبھی صرف اس کی حکایتیں

کبھی صرف ملنے کے سلسلے
کبھی صرف اس سے ھیں فاصلے

کبھی دور چلتی ھواؤں میں
کبھی مینہ برستی گھٹاؤں میں

کبھی بد گماں' کبھی مہرباں
کبھی دھوپ ھے کبھی سائباں

کبھی بند دل کی کتاب میں
کبھی لب کشاں وہ خواب میں

کبھی یوں کہ جیسے سوال ھو
کبھی یوں کہ جیسے خیال ھو

کبھی دیکھنے کے ھیں سلسلے
کبھی سوچنے کے ھیں مرحلے

کبھی صرف رنگِ بہار سا
کبھی صرف ایک غبار سا

کبھی دسترس کے قریں قریں
کبھی دور پاس کہیں نہیں

******

یہ زندگانی ہے

(آمنہ ارشد، بی-ایس، سمیسٹر:7، BS-18-14)

کبھی رنج و آلام کبھی شادمانی
یہ ہے زندگانی، یہ ہے زندگانی

ہنسائے رلائے بڑے رنگ دکھائے
عجب سی یہ رکھتی ہے فطرت پرانی

یہ ہے زندگانی، یہ ہے زندگانی
یہ میدان ایسا جہاں سب کھلاڑی

ہے فاتح وہی جس نے ہار نا مانی
یہ ہے زندگانی، یہ ہے زندگانی

جلا دیتی دل میں چراغ محبت
فراق و وصل کی عجب ہے کہانی

یہ ہے زندگانی، یہ ہے زندگانی

******

میرا بستہ

(سونیا الیاس، ایم-اے، سمیسٹر:3، M-20-32)

ہے میرا بستہ مجھ سے بھاری
علم کی ہے یہ اک پٹاری

کالا رنگ ہے نیلی دھاری
کرتا ہے مجھ پہ سواری

میں ہوں ننھا منا چھوٹا
یہ ہے لمبا تڑنگا مجھ سے موٹا

دو خانوں کی ہے الماری
ایک میں کتابیں ایک میں نہاری

ہے میرا بستہ مجھ سے بھاری
علم کی ہے یہ ایک پٹاری

ہے میرا بستہ میری آن بان
ہوتی ہے اس سے میری پہچان

بدوں اس کے بیکار
یہ ہے میرا ہار سنگار

سکول تک ہے سنگت ہماری
اس کے بعد ہی جھوٹی ہاری

ہے میرا بستہ مجھ سے بھاری
علم کی ہے یہ ایک پٹاری

******

ادارہ علوم اسلامیہ

تصویروں کی زبانی

PUNJAB UNIVERSITY EVENTS 2021
DON'T STOP UNTIL YOU'RE PROUD

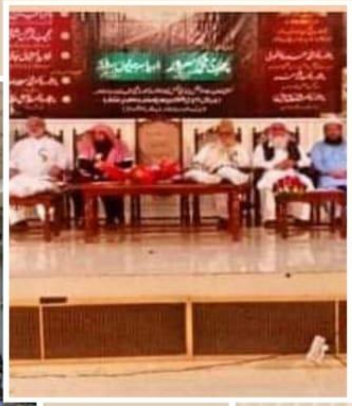

مجلس فاضلین ادارہ
علوم اسلامیہ
،یونیورسٹی آف دی
پنجاب 2021

دو روزہ بین الاقوامی ورکشاپ ''علوم
اسلامیہ میں تحقیق کے جدید
رجحانات'' 2021

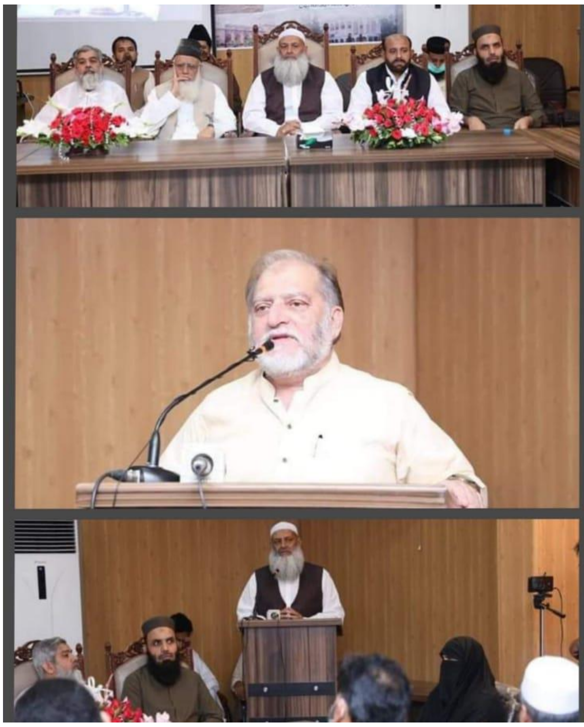

ادارہ علوم اسلامیہ کے زیر اہتمام بین
الاقوامی سیمینار:
القدس اور ملت اسلامیہ کی ذمہ داریاں
2021

INSTITUTE OF ISLAMIC STUDIES
FARWELL 2021
FAREWEL
Best Moments

دو روزہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس با عنوان: عورت کے حقوق تفریح اور سیرت طیبہ

Trip 2021 Travel the world

Punjab University
Department Of
Islamic Studies

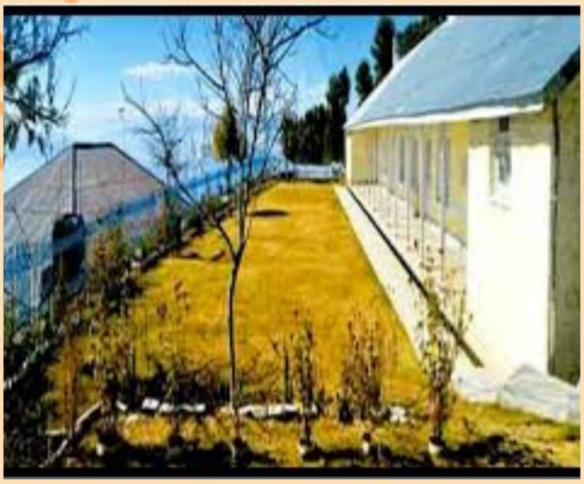

Majlis Fazileen-e-Uloom-e-Islamia
INSTITUTE OF ISLAMIC STUDIES
UNIVERSITY OF THE PUNJAB, LAHORE
Annual Meeting 16 August, 2021
Presented To
Prof. Dr. Ghulam Ali Khan
On the Occasion of his Retirement
for his valuable educational services in Islamic Studies
Presented By
Prof. Dr. Mudassir Ahmad
President
Dr. Ihsan-ur-Rehman Ghauri
Secretary
Retirement of
Professor Dr.Ghulam
Ali Khan

Retirement of Professor Saad Siddiqui (9th august 2021)
Majlis Fazileen-e-Uloom-e-Islamia
INSTITUTE OF ISLAMIC STUDIES
UNIVERSITY OF THE PUNJAB, LAHORE
Annual Meeting 16 August, 2021
Presented To
Prof. Dr. Muhammad Saad Siddiqui
On the Occasion of his Retirement
for his valuable educational services in Islamic Studies
Presented By
Prof. Dr. Mudassir Ahmad
President
Dr. Ihsan-ur-Rehman Ghauri
Secretary

Congratulations
Dr.shahida Parween
as Director of
institute of Islamic
studies

انٹرنیشنل سیمینار:
سقوط ڈھاکہ اسباب اور اسباق 2021
انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ پنجاب

انگریزی تحاریر

All things bright and beautiful

(Benish Haseeb, BS semester:8,BS-17-32)

All things bright and beautiful
All things bright and beautiful
All things wise and wonderful
The lord the God made them all

Each little flower that opens ,
Each little Bird that sings,
He made their glowing colors,
He made their tiny wings

The purple headed mountain,
The river running by,
The sunset and morning,
That brightens up the sky.

The cold wind in the winter,
The pleasant summer sun,
The ripe fruits in the garden
He made them everyone.

The tall trees in the greenwood
The meadows where we play,
The rushes by the water,
We gather every day

He gave us eyes to see them,
And lips that we might tell,
How great is God Almighty
Who has made all things well

(Cecil Frances Alexander)

******

Naat

(Benish Haseeb, BS semester:8,BS-17-32)

You are the light of Allah at dawn
You came after the hardship as convenience
Our Allah raised up your position
Oh Imam (Leader) of the Prophets
You are alive in sentiment
You are the light of eyes
You are the irrigation at the Hawd (basin)
You are the absolutely pure guide
My beloved Muhammad (salla Llahu ‘alayhi wa sallam)
Oh Prophet, peace be upon you
Oh Messenger, peace be
Oh beloved, peace be
The prayers of Allah be
My heart irrigates with love
Whom by him I have seen my path
The love of the best of Messengers of my God
My intercessor, Oh Messenger of Allah
Oh Prophet, peace be upon you
Oh Messenger, peace be
Oh beloved, peace be
The prayers of Allah be

(Unknown)

******

My prayer

(Laiba Sajid, BS semester:7, BS-18-22)

I Pray for All,
Great or small, To give them patience, In every situations.
I Pray,
I Pray for my father,
His job would prosper, He may live long life, With his children and wife.
I Pray,
I Pray for my mother ,
Three sisters and one brother
They lead a happy life,
And have a better future,
I Pray,
I Pray for my family,
They stand by family, Never to quarrel,
And live to happily.

******

An Old Woman of The Road

(Anam Zaman khan, MA Semester :3, M-20-60)

O, to have a little house!
To own the hearth and stool and all!
The heaped-up sods upon the fire,
The pile of turf against the wall!

To have a clock with weight and chains
And pendulum swinging up and down!
A dresser filled with shining Delph,
Speckled and white and blue and brown!

I could be busy all the day
Cleaning and sweeping hearth and floor,
And fixing on their shelf again
May white and blue and speakled store!

I could be quiet there at night
Beside the fire and by myself,
Sure of a bed and Loth to leave
The ticking clock and the shining Delph!

Och! But I'm weary of mist and dark,
And roads where there's never a house nor bush,
And tired I am of bog and road,
And the crying wind and the lonesome hush!

And I am praying to God on high,
And I am praying Him night and day,
For a little house---- house of may own---
Out of the wind's and the rains' way.

(Padric colum)

******

Baba Bulleh Shah Poetry in Punjabi

(Ayesha Mehmood,Semester:5,BS-19-63)

Baba Bulleh Shah the real name is Abdullaha Shah Qadri. He was a great Sufi poet and philosopher during 17th centurey and onward. His poetry remarkable all over the world.

"Rahnja Rahja Kerdi Ne Mein Aapy Rahnja Hoi
Sadon Ni Meno Dhedo Rahnja, Heer Na Aakhy Koi
Rahnja Mein Wich, Mein Rahnjy Wich, Hor Khiyal Na Koi
Mein Nahi Awo Aap Hai Apni Aap Kery Diljoi
Jo Koi Sady Ander Wasy, Zaat Asadi Soeh
Hath Kondi Mere Age Mengo, Modhy Bhura Loi
Bulleha Heer Saleti Wekho, Kithy Ja Khaloi
Jis Dy Naal Mein Nio Nah Lagaya, Aho Jihi Hoi
Takhat Hazary Le Chal Buleha Sialan Mile Na Dhoi"

(Extracted from:https://poetryinurdu.pk/baba-bulleh-shah-poetry/)

******

“Bright star, would I be steadfast as thou art”

(Benish Haseeb, BS semester:8,BS-17-32)

Bright star, would I were stedfast as thou art—
        Not in lone splendor hung aloft the night
And watching, with eternal lids apart,
        Like nature's patient, sleepless Eremite,
The moving waters at their priestlike task
        Of pure ablution round earth's human shores,
Or gazing on the new soft-fallen mask
        Of snow upon the mountains and the moors—
No—yet still stedfast, still unchangeable,
        Pillow'd upon my fair love's ripening breast,
To feel for ever its soft fall and swell,
        Awake for ever in a sweet unrest,
Still, still to hear her tender-taken breath,
        And so live ever—or else swoon to death.

(John Keats)

******

Current Pandemic Situation In Pakistan

(Habiba Elahi, BS semester: 5,BS-19-31)

Abstract:

Coronavirus is a dangerous outbreak that has not yet been brought under control worldwide and is an epidemic for which there is no cure.

We can control this epidemic by taking precautions and getting vaccinated

Some people think that we are completely safe after vaccination and stop taking precautions while vaccination only boosts the immune system.

If we are not careful, this outbreak will wreak havoc in Pakistan as it has in other countries

Introduction:

Covid's are an enormous group of infections that cause ailment going from the normal virus to more serious sicknesses. A novel Covid (nCoV) is another strain that has not been recently recognized in people .The flare-up of Covid started as pneumonia of obscure reason in December 2019 in Wuhan, China, which has been presently spreading quickly out of Wuhan to different nations. On January 30, 2020, the World Health Organization (WHO) proclaimed Covid flare-up as the 6th general wellbeing crisis of global concern (PHEIC), and on March 11, 2020, the WHO reported Covid as pandemic. Covid is believed to be expanding in Pakistan. The principal instance of Covid was accounted for from Karachi on February 26, 2020, with assessed people of Pakistan as 204.65 million. Progressively, the infection spreads into different locales from one side of the country to the other and has presently turned into a scourge. The WHO has cautioned Pakistan that the nation could experience extraordinary test against the episode of Covid in the coming days

Most Common Symptoms:

- fever
- dry cough
- tiredness

Less common symptoms:

- aches and pains
- sore throat
- diarrhea
- conjunctivitis
- headache
- loss of taste or smell
- a rash on skin, or discoloration of fingers or toes

Serious symptoms:

- difficulty breathing or shortness of breath
- chest pain or pressure
- loss of speech or movement

The First Wave of Corona Virus:

The first wave of corona virus came to Pakistan in May 2020 and it was at its peak in June2020. Due to lack of awareness among the people at that time, it was locked down. More than half of the population eats on a daily basis, which is why our Prime Minister imposed Lock Dawn.

The second Wave of Corona Virus:

In October2020, the number of cases of coronavirus was increasing day by day. In view of this, the government of Pakistan started vaccinating people above 70 years of age. But there were very few people who got vaccinated.

Many people said that those who get vaccinated die in two years. Some said that a woman cannot get pregnant and some said that is being tested on us
Many people did not understand that our government is not benefiting from it. It is vaccinating for our benefit.

The Third Wave of Corona Virus:

The third wave of Corona came in April 2021, killing many people, most of them non-vaccinators, and SOP'S was blown up because of Eid, after which the government of Pakistan made vaccination mandatory for government workers.

The Fourth wave of Corona Virus:

The fourth wave of Corona came in July2021. It was the most dangerous. The number of deaths is increasing day by day and the number of cases is also increasing day by day. Vaccination is required for outdoor dine in

- Vaccination was also required for university students
- Vaccination is also required for outdoor travel Vaccination is also required for travel in buses
- There is no cure for this epidemic. We can control this epidemic by following SOP's

******

Discipline for the obsessive personality

(Sana Ronaq, MA semester:3,M-20-75)

Personality Refers to individual differences in characteristic patterns of thinking, feeling and behaving.

These people want to work according to the routine of (daily life). They are sensitive in the matter of goals and pay special attention to dates. These people first make long plans and then work on it with heart and soul by dividing them into short term goals

These people are terrified of unforeseen circumstances and sudden accidents. They make mistakes and think it is bad to do something out of the ordinary. All of these things can be done away with.

******

Facts of life

(Laiba Sajid, BS semester:7, BS-18-22)

- Don't waste time on taking revenge. People who hurt you eventually face their own karma.
- In this life you will meet two kinds of people. One who will build you up and other who tear you down. But in the end you will thank them both.
- Never ignore a person who cares for you because someday you will realize you have lost a diamond while you were busy collecting stones.
- Stop . Breath. Relax .A bad day doesn't mean a bad life.
- Sometime it takes sadness to know happiness, noise to appreciate silence and absence to value presence.
- A person who truly loves you will never let you go, no matter how hard the situation is.

******

FEMINISM

(Habiba Elahi, Semester: 5,BS-19-31)

There are immense number of people in our society who aren't even aware of the alpha of women's rights but shall stand straight and stubborn when such a topic is touched. Allah has already bestowed man a rank higher than the women, who are we to speak ? Well, if a woman wants her rights then she should consult the Quranic verses regarding them. There are whole chapters based on this. Contemporarily, IK is being criticized for talking about the attire of women. Isn't there the order about veil for women in Islam? We have moved on so for on this journey of feminism that even logics sound illogical to us. Women are ordered to cover their whole body except for the face and hands then what is all this chaos for? Do you know why? Because Allah has made woman so beautiful that everyone is attracted to her and Allah has also placed it in the nature of man. The veil is also important in our society because since childhood we have seen the people around us in full dressed and it is an important part of our society. Let's stop talking about men here and come to women. If a woman sees a girl wearing less clothes, she will stop and think for 5 to 10 minutes what she is wearing. When a woman can be attracted, then why not a man? And there is a whole Quranic verse on it.Surah Ahzab Ayat 59 with English Translation:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ

يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿59﴾

O Prophet! Tell thy wives and thy daughters and the women of the believers to draw their cloaks close round them (when they go abroad). That will be better, so that they may be recognised and not annoyed. Allah is ever Forgiving, Merciful.

******

FOREVER

(Syeda Aqsa Afzal, BS semester:8,BS-17-55)
Lovely times of life will not come back
"Forever"
But the lovely relation and the missing memories of friend,
Will stay in the heart
"Forever".

******

OLD FRIENDS

(Syeda Aqsa Afzal, BS semester:8,BS-17-55)

"Old friends are Gold,
New friends are Diamond,
If you get Diamond,
Don't forget the gold,
Because,
To hold a Diamond in a ring
You need a base of Gold".

******

GOD WHISPERED

(Javeria Abdul Manan, Semester: 7, BS- 18-17)

God saw your eyes full of tears
When no one here to heal you
So, he wrapped his arms around you and
Whispered, come to me
God saw your darkness of loneliness
When this world rejected you badly
So, he come sky in the midnight and
Whispered, I am here to listen your story
God saw your tummy full of starvation
When nothing here for you eat
So, he convert dead land into alive land and
Whispered, I am the sustainer

******

How we go on?

(Hamna Amjad, BS semester:7,BS-18-16)

After the unthinkable happens?
the world can be cruel and dangerous,
the future so unpredictable?
How do we grieve with empty arms?
and a head filled with echoing memories?
We are stronger than we know,
and this is how we show it;
Holding each other,
giving comfort in the midst of pain.
Loving more fiercely,
through your actions and things we say.
Making the world just a little bit better,
every single day,
Never taking life for granted,
Knowing that it can be snatched away
This world may bring deep darkness,
But we are the bearers of life.
We'll join our flames together,
And shine in the blackest of nights.

(John Mark Green)

******

I Have No Words

(Rukhsar Tariq Semester:7, Bs-18-32)

I have no words ,
No words to thank,
For all the blessings...... Countless and endless.
I have no words,
No words to thank,
For beautiful relations For precious companions
For the gift of life which is all mine.
For twinkling stars, for blissful flowers;
For sand, for grain
For everything we gain
I have no words ,
No words to thank.
For all four seasons,
Which come with a reason ,
For limitless seas,
For huge mountains,
For vast desert ,
For snowy rains ,
For warming sun,
For soothing moon
I have no words, No words to thank,

******

Last day at university: A memorable day

(Benish haseeb, BS semester:8, BS-17-32)

There is a tradition in every institution that the junior students give a farewell to the senior most and outgoing students. Every student who begins it's degree must end it one day. I had studied in this university for four years. During my stay in the university I had learnt to respect and love every aspect of my university. The teachers meant so much as they gave me guidance at the most needed hour. The hour to leave university had come; it was indeed with a heavy heart that I thought of the breaking ties.

Our farewell party was to be organized by the BS 6th semester and MA 2nd semester students under the supervision of prof.Dr Asim Naeem , Prof. Sadia Gulzar and Prof. Dr. Sabahat Afzal Each one of us was given an invitation card for the party by juniors. On their invitation we reached university at 10:00 a.m. juniors had organized a grand send off. They had beautifully decorated the auditorium. On the stage there were our honorable Dean Prof Dr. Muhammad Hammad lakhwi, Director institute of Islamic studies, Prof. Dr Muhammad Saad Siddique and Prof.Dr. Shahida Parveen

In the auditorium, Boys and girls both have separate comparing.The program started with the name of Allah and Iman provoking recitation of holy verses of Quran, and then the turn for a wonderful naat that make us emotional for love of holy prophet(S.A.W), The prince of this world. Then the turns for the speeches by the students of BS 6th semester and MA 2nd semester. other programs are also presented like funny speeches and poems .

When the program was over, Gr of BS semester 8 Saira Aziz donated a wonderful scenery. And GRs of MA four semester presented wonderful bouquet to Dean and director. Our teachers gave us some helpful sermons for the future life. Lastly the Dean faculty of Islamic studies advised us:

"If we study the Quran and the Sunnah to get a job, it is not correct. My message is to your children and girls who graduate today not to become servants. Allah has given you this religion, and the purpose behind it is not the empty "Aqras" but the "Aqra Baasm Rabq al-Khalq". You have not read the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) as long as Gabriel continued to call him "Aqra" but when he said "Bassem Rabq al-Khalq", he read it, because now the purpose was clear. If you have to study aimlessly, it is better not to get it. If you have not yet set your goal, then today make your farewell that through what Allah has given you the knowledge of the Book and the Sunnah, you have to connect creation with Allah. "Baassim Rabq Al-Khalq. Khalq al-Man min Alak" is the whole purpose within him. You have to decide that you have to do what was the work of the prophets, now you are not a prophet. Now you are the best people, you have to become presentable exemplary Muslim in the society, spread this message through character because Islam spreads through character. Leading role to connect people with the Book and the Sunnah while performing. Very happy for the children who are graduating today. May Allaah bless all of you with his blessings and blessings. "

Then the function came to an end.

Refreshments were served to all students. We took leave from our teachers and friends with heavy hearts. Everyone tried to take cheerful though there was sadness in the air.

We had smart phones with us and we were capturing these precious moments not only in our cameras of our mobile but also in our hearts. We also took autographs from the principal and our dear teachers. Some of the students took

the autographs on their shirts. These were the token of love and remembrance. Then we came to the time to leave forever. Our hearts were heavy with mixed feelings.

Farewell my friends, farewell my foes,
My love with these, may care for those.

University times are the best times; this was the time where I learnt that nothing lingers for long and that life demands a person to move on.

******

Look into yourself

(Anam Zaman khan, MA Semester :3, M-20-60)

You have learnt so much
And read a thousand books.
Have you ever read your self?
You have gone to mosque and Temple.
Have you ever visited your soul?
You are busy fighting saltan.
Have you ever fought your ill intentions?
You have reached into the skies,
But you have failed to reach!
What’s in your heart!

(Bulleh shah)

******

Pakistan Military Information

(Hafiza Farheen,BS Semester : 5,BS-19-14)

The armed forces were formed in 1947 when Pakistan became independent from the British Empire. The Pakistan Army is the principal land warfare branch of the Pakistan Armed Forces. Leadership of the Pakistan Armed Forces is provided by the Joint Chiefs of Staff Committee (JCSC), which controls the military from the Joint staff Headquarters Rawalpindi. The paramilitary forces of Pakistan are National Guard , Defence Service Guard, Maritime Security Agency, Pakistan Rangers, Frontier Corps, Pakistan Coast Guards, Frontier Constabulary and Gilgit Baltistan Scouts.

Pakistan's military is a central actor in many of today's most pressing security challenges, and few institutions face such extreme pressures from such diverse forces. In recent years the military has been asked to simultaneously combat a vicious internal insurgency, suppress international terrorist groups, and respond to Pakistan's worst floods in eighty years, all while squaring off against a much larger rival in one of the most strategically complex regions in the world. Pakistan's armed forces are not only an instrument of the state's foreign policy, but also the most influential actor in the country's internal politics. They are currently battling brutal domestic adversaries who have killed thousands of civilians and targeted the nation's military and civilian leadership. They additionally figure prominently in efforts to suppress international terrorist groups, and have, at the same time, been accused of tolerating or even supporting those same organizations. Furthermore, Pakistan's armed forces oversee the world's fastest-growing nuclear arsenal amidst great concerns about its security given an active domestic insurgency, strategic competition with its nuclear neighbor, and the A.Q. Khan network's legacy of proliferation.1 Finally, the Pakistan military participates in an ongoing strategic standoff with rival India—a simmering conflict that continues to threaten to explode into war for a fifth time since 1947. As this paper was going to press, the killing of Osama bin Laden in Abbottabad, Pakistan, re-focused the world's attention on the Pakistani military. That bin Laden had reportedly been hiding for several years near the Pakistani Military Academy (PMA)2 raised serious questions about the possibility of complicity by the military and intelligence services. As Dawn, a leading Pakistani English-language daily, put it, "The idea that the world's most wanted criminal was spending his days there unnoticed by Pakistani intelligence requires either suspension of disbelief or the conclusion that the authorities are guilty of a massive intelligence failure."3 The ensuing crisis brought US-Pakistani relations to their lowest point in years. Despite its importance, Pakistan's military remains an opaque entity, both inside and outside of the country. Few publicly available reports exist for those seeking to acquire a basic understanding of its leaders, its functions, and its prime motivators. Belfer Center for Science and International Affairs | Harvard Kennedy School 5 This publication—the first of two Belfer Center reports examining Pakistan's military—will provide a concise introduction to the nation's armed forces. It will consider Pakistan's: • Overall strategic security and threat environment; • Military history since 1947; • Conventional military capabilities; • Nuclear strategy and security posture; and • Current counterinsurgency (COIN) efforts (briefly). The second report in this series will: • Explore in more detail Pakistan's current counterinsurgency efforts; • Evaluate threats to internal cohesion and fears of Islamist infiltration into the Pakistani military; • Assess the traits of current and future Pakistani military

leaders; and • Examine the relationship between the Pakistani military and the civilian government. To assemble this report, the authors interviewed over two-dozen retired Pakistani military officers. These interviews were primarily conducted in Pakistan in March and April 2010. While all three armed services were represented, the majority of officers interviewed had served in the Army and were of brigadier rank or higher. In addition to Pakistani military personnel, researchers conducted nearly forty additional interviews, including with Pakistani politicians, civil society actors, journalists, and military experts, as well as with US and European military, diplomatic, and intelligence officers and analysts. Although most of these interviewees were willing to speak on the record, some requested anonymity. Due to the extreme sensitivity of the topic and the frequent refusal of interviewees to discuss it, the internal and external role of the powerful Inter-Services Intelligence (ISI) Directorate—the Pakistani military's semi-autonomous intelligence organization—will not be extensively explored in this report. Similarly, this report's analysis of the Pakistani nuclear program will be primarily based on existing open-source information because so many interviewees designated the subject as "off-limits" for our discussions.

******

My best friend

(Alina tauqeer, BS semester:8, BS-17-04)

You act all happy and nice
The bags under your eyes say otherwise
You say you don't need rest
Why don't you admit that you're just too stressed ?
You say you're grateful cz u have everything
Then why is it so clear that something is missing
You display your relationship with God
Doesn't it sound like a bit of a fraud?
You say that you're so blessed
When everything about you screams that you need help
Verily in the remembrance of Allah do hearts find rest
He is someone who alway wants your best
You blame it all on Satan when you know deep inside
From your nafs there is nowhere that you can hide
Allah is the only one who can show you right from wrong
In your utter helplessness, He alone can make you strong
When no one's around He hears it all
He lifts you up when you stumble and fall
He answers your prayers He hears them all
He is the only one you need to call
If you want certain matters in your life to be resolved
Pray to Him and In Sha Allah all your problems will be solved
He listens to your silent whispers and buried screams
He knows when you get scared in your dreams
He's the only friend who'll always be by your side
In only Him, you really need your trust to reside
When you feel like you're nothing
He'll show you that you're something
He's the one who created you from zero
So He's the only one who can make you a hero
If you truly believe in Him you should never feel depressed
Atleast of His mercy and that is your test
From the sun to the moon and the 7 skies above
When you call upon Him, He looks down at you with love
He's the only one who'll never judge you from beginning to the end
If you truly take Him as your best friend
And If you want your soul to thrive in everlasting merriment
Just pray that you are under His shade on the Day of Judgement
Wish that your eyes receive pleasure from His sight
Because for any momin that's the utmost delight
Strive for His pleasure
Even when you're under great pressure
If you want your present and Hereafter to be bright
Stand up for what your heart knows is right
If you sincerely strive in His cause
You'll receive more criticism than applause
You're biggest fight is with your own self
For even when Ramadan arrives,
In Nafs-e-Ammara your own demon hides
فعلمها فجورهاوتقواها

قد افلح من زكاها
وقد خاب من دساها
Before you jugde someone else
Just take a look at yourself
If Allah decides to misguide you
Who can save you from yourself?
In your good deeds, never ever take pride
For if Allah is displeased with you, there is nowhere you can hide
Always try to be a humble servant of God
Because pride is an attribute that only suits your Lord
In Sunnahs of the Prophet(P. B. U. H.)
Never pick and choose
For his ahadith you should never refuse
For the creation of Allah always try to be of use
And if He gives you power and authority over them, its something you should never misuse
If you carry the love of Allah in your chest
In Jannat ul Firdous you'll always be cared for like a guest
Don't ever forget that this life is a test
When you've tried your best, in His hands leave the re

******

NAMAZ

(Hafiza Farheen,BS Semester : 5,BS-19-14)

Prayer in Islam gives in a nutshell the teachings of Islam. The very first thing which comes into prominence in Islamic prayer is that it is accompanied by bodily movements. It implies that Islam lifts not only the soul to the spiritual height, but also illuminates the body of man with the light of God-consciousness.It aims at purifying both body and soul, for it finds no cleavage between them.Islam does not regard body and soul as two different entities opposed to each other, or body as the prison of the soul from which It yearns to secure freedom in order to soar to heavenly heights. "The soul is an organ of the body which exploits it for physiological purposes, or body is an instrument of the soul" (Iqbal, Reconstruction of Religious Thought in Islam, p 105), and thus both need spiritual enlightenment.

Secondly, Islamic prayer does not aim at such a spiritual contact with God in which the world and self are absolutely denied, in which human personality is dissolved, disappears and is absorbed in the Infinite Lord.Islam does not favour such a meditation and absorption in which man ceases to be conscious of his own self and feels himself to be perfectly identified with the Infinite, and claims in a mood of ecstasy: My "I" has become God, or rather he is God. Islam wants to inculcate the consciousness of the indwelling of the light of God in body and soul but does allow him to transport himself in the realm of lnfinity. It impresses upon his mind that he is the humble servant of the Great and Glorious Lord and his spiritual development and religious piety lies in sincere and willing obedience to Allah.The very first step towards the achievement of this objective is that man should have a clear consciousness of his own finiteness and Infiniteness of the Lord, and clearly visualise and feel that he is created as a human being by the Creator and Master of the universe, and he cannot, therefore, become demi-god or god.His success lies in proving himself by his outlook and behaviour that he is the true and loyal servant of his Great Master.Islamic prayer is, therefore, the symbol of humble reverence before the Majesty of the Glorious Lord.

QURAN

1. وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِينَ O

2:43 And establish prayer and give zakah and bow with those who bow [in worship and obedience.

2. وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي O

20:14 Indeed, I am Allah . There is no deity except Me, so worship Me and establish prayer for My remembrance.

3. وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلاَةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا O

19:55 And he used to enjoin on his people prayer and zakah and was to his Lord pleasing.

HADITH

بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ. عَلَى أَنْ يُعْبَدَ اﷲُ وَ يُكْفَرَ بِمَا دُوْنَهُ. وَإِقَامِ الصَّلَاةِ. وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ. وَحَجِّ الْبَيْتِ. وَصَوْمِ رَمَضَانَ.

(مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب : بيان أركان الإسلام ودعائمه العظام، 1 : 45، رقم : 16)

Islam is based on five things: worshiping the Almighty and denying the worship of anyone other than Him, establishing prayers, paying Zakat, performing Hajj to the House and fasting in Ramadan.

الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ، اتَّقُوا اﷲَ فِيْمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ.

(أبوداود، السنن، كتاب الأدب، باب في حق المملوك، 4 : 378، رقم : 5156)

."
"Observe the obligatory prayers and fear Allah Almighty about your slave.
الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا.
(مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، 1 : 89، رقم : 85)

"Perform the prayer at its appointed time."

******

Oh my Lord

(Misha Ameen, BS semester:7,BS-18-34)
once upon nights I don't know what happened to me
A darkness invaded me O lord
the earth narrowed and the sky
and my heart didn't know the light
and the tears started to cry Oh God
oh my Lord
oh my Lord
I disobeyed and the sin is great
and I am a prisoner in my own sorrow
I am tied into my sin oh lord
Oh lord do I desesrve the forgiveness as a criminal?
Admitting my sins oh my God
oh my Lord
oh my Lord
oh my Lord
oh my Lord
you are the one who created me
you had mercy on me and you gave me
Oh God you've been always with me
But I'am the one who turned back on you
I forget what had been yours
And I walked on my own path Oh my God
oh my Lord
oh my Lord
oh my Lord
you are the one who created me
you had mercy on me and you gave me
Oh God you've been always with me
But I'am the one who turned back on you
I forget what had been yours
And I walked on my own path Oh my God
oh my Lord
oh my Lord
oh my Lord
oh my Lord! Today I will return
from the darkness beyond the limits
the heart is broken and I'm Confused
am drowned and I can't see
only you're my savior."
There is no resort and no deliver from (Hardships) Except you
oh my Lord
oh my Lord
oh my Lord
oh my Lord
OLD FRIENDS(Syeda Aqsa Afzal BS-17-55)
"Old friends are Gold,
New friends are Diamond,
If you get Diamond,
Don't forget the gold,
Because,

To hold a Diamond in a ring
You need a base of Gold".

******

ONLINE EDUCATION

(Farzana ,BS semester:3,BS-20-58)

Online learning is one of the imminent trends in the education sector around the globe.

Online education is also preferred in higher learning institutions. Education is an integral part of people's lives. It will be either make them or break them in the prospect depending on their careers. The study material in in the online education will be texts, audios, notes, videos and images.

BENEFITS:

Added flexibility and self-paced learning.

Better time management.

Demonstrated self -motivation.

Improved virtual communication and collaboration.

A broader Global prospective.

Refined critical thinking skills.

New technical skills.

DRAWBACKS:

Online learning may create a sense of isolation. Everyone learns in their own manner.

Online learning requires self-discipline.

Online learning requires additional training for instructors.

Online classes are prone to technical issues.

Online learning means more screen time.

ONLINE EDUCATION EFFECTS ON MENTAL HEALTH:

It greatly impacts the student's mental health. The lack of social interaction in online classes leads to feeling of loneliness, lack of motivation and isolation.

EFFECTS ON PHYSICAL HEALTH:

Studying online has resulted in poor or bad ergonomics thus resulting in a lot of issues such as back pain, eyesight problems, disturbance of sleep cycle and so on. Lack of physical activities has caused to become obese.

CONCLUSION:

Online education's potential advantages involve increased educational access. It provides a higher quality learning opportunity, improves students outcomes and skills and expand educational choice options.

Therefore, location , time , and quality are no longer considered factors in seeking degree causes or higher education because of online education.

******

Power of thoughts: How we can overcome our thoughts

(Javeria Abdull Manan , Semester: 7,BS- 18-17)

Abstract:

In this research paper, we will discuss about power of thoughts, how negative thoughts affect our health, how we indulge in destructive thoughts by suggestions and ignorance and how we can overcome these evil thoughts.

Introduction:

The power of thought, as Emerson says, it is a spiritual power. There is no limit to the power of thought, because it is a spiritual power of intense potency. It is the power which distinguishes man from the brute, it is the power by which he can mount up to Allah, it is the power which can make the loftiest achievement possible, and it is the power by which difficulties can be overcome. It is a reflection of man's character.

Thoughts lead to action:

There is the conscious mind and subconscious mind. Conscious mind gathers knowledge and experience through the sense and pass down thoughts into the subconscious mind. Subconscious mind is responsible of our actions. If evil thoughts are sent down into the subconscious mind, then destructive action will be the natural result. On the other hand, if positive thoughts are entertained, then constructive action will result. A man who has weak, fearful thoughts, who fear that his business will fail, who fears that his luck may give out, a student who fears that competition will arise with which he will be unable to cope, such a student or man will fail because all his action will be weak and lacking in that strength and decision which are necessary for the achievement of success. On the other hand, if he will banish every weak negative thought and brace his mind by affirmation of success, such a man will succeed in life because his actions will be strong and decisive.

Ignorance and wrong suggestions:

Negative thoughts are highly destructive, we ignorantly indulge in them, thinking that they do not harm. These destructive thoughts break down the nervous system; they paralyze endeavor and the make for wrong decisions. Take an example of two persons, one starving man and other person who recently fasted for forty days. After a few days starving man will die and fasting man will remain alive. In the case of starving man, he thinks that he is dying because he has no food and consequently very soon does die. The fasting man thinks that by fasting he is improving his health. The fact is that, it is not the absence of food that kills a starving man, so much as his state of mind. It is his thought of fear that kills him, just as it is the expectation of cure that keeps the fasting man alive and maintains his strength. We are all influenced by negative suggestion of strong minded people. In one of Dr. Schofield's books, a tale of two well-known physicians who, in order to prove the power of suggestions, beckoned to a man in a restaurant and then told him that he was seriously ill and ought to be in bed. The man believed them, went home, took to his bed and died only by wrong suggestions.

Doors of our mind:

If we think thoughts of a certain type, then we attract to ourselves people of a similar type of thought. Our thoughts are also attract other thoughts after their kind, opportunities and circumstances. Remember the golden words of **Marcus Aurelius;**

A men's life is what his thoughts make of it

We have two door of our mind, one opening to a stream of heavenly, ennobling and healthful thoughts; the other opening to a stream of weakening

and destructive thoughts.it is impossible to have both of these doors open at the same time

Power of faith and thoughts control:

Islam may also be thought of as a science. It is a philosophy, a system of theology and a system of worship. It also works itself out in moral and ethical codes. Islam has the characteristics of a science in that it is based upon a book (Quran) which contains a system of techniques and formulas designed for the understanding and treatment of nature. We can’t control our negative thoughts without power of faith. Brother Lawrence is an outstanding example of this. This humble servant of Allah, working daily amongst his pots in the kitchen, found that by training his thoughts always to flow towards his Lord, he became conscious of his presence always. This humble brother became a saint and a teacher of many, simply through directing his thoughts towards Allah. When angry and frantic Meccans stood outside the cave and Abu Bakr was freighted then holy prophet said him don’t be sad, we are not alone and Allah is with us. Because of their power of faith, a spider had spun a web across the entrance to the cave making it appear that no one had entered the cave in a very long time. If you have faith in this verse of Quran, then you will conscious about yours thoughts.

Whatever you show what is in your minds or conceals it; God calls you to account for it

(Surah al Baqarah 2: 284)

Constant energy and thoughts control:

Constant energy is most important for thought controlling and focus on your work. You can get constant energy to make harmony with nature and in contact with the Divine energy. When you feel time to get busy and everything is speeded up and you can’t cope with yours difficulties and burden of work. The solution is to get into the time synchronization of omnipresent (Allah Almighty). One way to do this is by going out some pleasant day in park and lying down on the grass. Get your ear close down to the ground and listen you will hear all manner of sounds. You will hear the sound of the wind passing through the trees and the murmur of insects, chirp chirp sound of birds and you will discover that there is in all these sounds a well- regulated tempo. You will feel pleasant when cool breeze slightly touching your skin. You will feel peace when you will touch the flowers and grass with your pores. Look everything with inner sight and beauty. In this way you can get constant energy for continue your work. You only lose your energy and spirit when life is dull in your mind.

Generate positive thoughts:

One of the most important and powerful facts about you is expressed in the following statement by William James, who was one of the wisest men America has produced. William said **the greatest discovery of my generation is that human beings can alter their lives by altering their attitudes of mind.** So flush out all old and destructive thoughts and create new energetic thoughts. Following are 6 practical steps for changing your mental attitudes from negative to positive. Try them…. Keep on trying them. They will work. Inshallah

Some people think in the form of mental pictures. The nature of their life and the character of their circumstances, depend upon the character of their mental pictures. If you think in mental pictures then convert the mental pictures of failure, poverty, accident, disease and death into the pictures of success, prosperity and health. If you faced a bombardment of thoughts continuously

in your mind then close your eyes and see the picture of sea in your mind because white color of water eliminate your thinking and you can feel peace in this way.
If you believe in Allah Almighty then encounters a thought of difficulty and fear with the positive thought or affirmation that I can do all things through Allah Almighty who strengthened me.
For the next twenty- four hours, deliberately speak hopefully about everything, about your job, your work and about your future. After speaking hopefully for twenty-four hours, continue the practice for one week. You will feel change in your thoughts.
Start read the energetic and hopeful verses of holy Quran daily because Quran is a great motivational speaker who always gives us hope in difficult situation. Recite a verse of surah al baqarah 153 ten times in a day with consciousness.
Avoid argument, but whenever a negative attitude is expressed, counter with a positive and optimistic opinion. Don't take yourself seriously. Plan your work. Don't try to do everything at once. Become efficient in your work. Knowledge is power. It is always easier to do a thing right. Practice being relaxed. Don't press or tug. Pray about your work in midnight in front of Allah. Share your feeling with Allah in solitude not with anyone else.

Conclusion:

I wrote this article out of a science desire to help you. It will give me great happiness to know that the article has helped you. Please go back and persistently practice each technique given in the article. Keep at it up until you obtain the desired results. I am convinced that neither age or circumstances needs to deprive us of energy and vitality because our physical condition is depend on our emotional condition and our emotional condition is profoundly regulated by our thoughts. Always thankful to Allah in every situation because Allah says that if you are grateful, I will give you more.

References:

- The power of positive thinking by Dr. Norman Vincent Peale
- The power of thought by Henry Thomas Hamblin
- Eliminate Negative thinking by Derick Howell
- Breaking negative thinking patterns by Gitta Jacob

******

Precious Gift from Allah

(Ayesha Saddiqua, MA semester:3,M-20-54)

My life is sad,
Because I don't have friends,
Nobody cares about me,
But she,
Nobody senses my feelings,
But she,
I am just a lonely butterfly,
Finding friends,
Wow,
All flowers are smiling,
They look kind,
They want to be my friends,
Oh! I am so happy,
To have all these friends,
She is so merciful,
And then I believe,
That life is so beautiful,
To enjoy with all of them,
It's all done by having Faith and Firm belief on Allah's blessings

******

Quotations

(Iqra Naeem ,Semester :7 , Bs-18-38)

"The future belongs to those who believe in the beauty of their dream"

"To succeed in the life you need three things
a wishbone, a backbone,a funnybone"

"Let it all go, see what stays"

"I am in the process of becoming the best version of myself"

"If you can dream it you can do it"
"The days that break you,
Are the days that make you"

"Take every chance in your life because some things only happen once"

"Being happy never goes out of style"

"You only live once, but if you do it right once is enough"

"If you don't step forward you are always in the same place"

"Failure Is the opportunity to begin again more intelligently"

"If you thinking positive during negative time you're already Won"

"Mistake are prove that you're trying"

"There's a book that you want to read but it hasn't been written yet. then you must be write it "

"You don't find the happy days, you make it"

"A beautiful day begin with the beautiful mindset"

" sometime you will never know the value of the moment, until it become a memory"

"Nothing is possible the word itself say
"I'm possible""

******

Quotes

(Ieza Raees,BS semester:3,BS-20-42)

❍┈─┈═•• ✠ ••┈─┈❍

Bad luck surrounds you when you have opportunity and you gave up.

❍┈─┈═•• ✠ ••┈─┈❍

Trust and believe in Allah always helps you to make a better version of yourself.

❍┈─┈═•• ✠ ••┈─┈❍

As Days passed silently pandemic popped up betterment with clouds of hope.

❍┈─┈═•• ✠ ••┈─┈❍

Rays of hope are enough for struggle.

❍┈─┈═•• ✠ ••┈─┈❍

Nothing can be more attractive than nature.

❍┈─┈═•• ✠ ••┈─┈❍

Be a positivity in a toxicity
It never be easy
But indicates a great personality.

❍┈─┈═•• ✠ ••┈─┈❍

To get divine you have to sacrifice your desires.

❍┈─┈═•• ✠ ••┈─┈❍

Paint your life with sabr and shukr it will lead you to peace .

❍┈─┈═•• ✠ ••┈─┈❍

To walk on right path effort is necessary.

❍┈─┈═•• ✠ ••┈─┈❍

Hope is the first step of struggle.

❍┈─┈═•• ✠ ••┈─┈❍

******

Real Winners Don't Give Up!

(Benish Haseeb, BS semester:8,BS-17-32)

This is a true story of a young woman who went through the most gruesome fire. When you read her story, you'll realize that your trials are absolutely nothing compared to what this young girl went through.

It was September 25, 2000. Maricel Apatan was an 11-year old girl in Zamboanga. On that day, this little girl went with her uncle to draw water.

Along the way, four men met them. They were carrying long knives. They told her uncle to face down on the ground, and they hacked him on the neck and killed him.

Maricel was in total shock, especially that the men were their neighbors. She tried to escape, but the men ran after her.

She cried, "Kuya, 'wag po, 'wag n'yo akong tagain! Maawa po kayo sa akin!" ("Don't kill me! Have mercy on me!")

But they weren't listening. With a long knife, a man slashed her on the neck too.

Maricel fell to the ground and lost consciousness.

When she woke up, she saw a lot of blood. She also saw the feet of the men around her, but she pretended to be dead.

When they walked away, Maricel ran back home. But along the way, she saw that both her hands were falling off. Because the men hacked them too. She cried but she kept running.

Sometimes, she would faint and fall to the ground. But she'd regain consciousness and run again.

When she was near her home, Maricel called her mother.

Upon seeing her daughter, her mother screamed in terror. She wrapped her bloodied child in a blanket and carried her to the hospital.

Here was the problem: From her house to the highway, it was a 12-kilometer walk. It took them 4 hours just to reach the highway.

When they arrived in the hospital, the doctors thought Maricel was going to die. But for 5 hours, they operated on her. It took 25 stitches to stitch together the long knife wound in her neck and back.

Maricel barely survived. And she lost both of her hands.

Ironically, the next day was Maricel's birthday. She was 12 years old.

But tragedy didn't end there. When they went home, they saw their home was gone. It was ransacked and burned down by the goons.

Being very poor, Maricel's family also didn't have P50,000 for their hospital bills.

But God sent many angels along the way to help them.

Archbishop Antonio Ledesma, a distant relative, paid for hospital bills and helped them bring the criminals to court. They were sentenced to prison.

Today, she's staying with the nuns at Regina Rosarii with Sr. Eppie Brasil, O.P.

But this is the incredible miracle. Instead of staying down, Maricel kept running.

Instead of cursing God why she had no hands, she now uses her wrists in incredible ways that will boggle your mind.

Maricel was cited as the most industrious, best in computer, and most courteous in the School for Crippled Children.

In 2008, she graduated from a course in Hotel and Restaurant Management. She even received a Gold medal for Arts and Crafts.

In 2011, she finished her education to be a chef. Yes, a Chef without hands. Nothing can stop this young lady from reaching her dreams.

******

What Are Riddles?

(Hafiza Farheen,BS Semester : 5,BS-19-14)

A riddle is a question which requires the person being asked the riddle to use their intelligence and thinking skills to answer it. Usually in order to answer a riddle, the person must think "outside of the box" to get the answer. A funny riddle is like a normal riddle but it will make you laugh too!

Riddle: What two things can you never eat for breakfast?
Answer: Lunch and Dinner.
Riddle: What has a face and two hands but no arms or legs?
Answer: A clock.
Riddle: What tastes better than it smells?
Answer: A Tongue.
Riddle: What kind of room has no doors or windows?
Answer: A Mushroom.
Riddle: What goes up and never comes down?
Answer: Your Age.
Riddle: Johnny's mother had three children. The first child was named April The second child was named May. What was the third child's name?
Answer: Johnny of course.
Riddle: Before Mt. Everest was discovered, what was the highest mountain in the world?
Answer: Mt. Everest; it just wasn't discovered yet.
Riddle: How much dirt is there in a hole that measures two feet by three feet by four feet?
Answer: There is no dirt because it is a hole.
Riddle: What is able to travel around the globe, but stays in a corner the whole time?
Answer: A stamp.

******

SUCCESS

(Syeda Aqsa Afzal, BS semester:8,BS-17-55)

Every successful person has a Painful story,
&
Every painful story has a successful ending,
So,
Accept the pain
& Get ready for success.

******

Qualities of a student

(Benish Haseeb, BS semester:8,BS-17-32)

- Consistency: once a zero always a zero
- Voice modulation: Attendance in 5 different voices
- Presentation skills: presenting 1 answer in 5 questions
- Stamina: Tolerating teachers for 8 hours
- Peripherical version :checking out students sitting behind
- Humanity : Failing and giving others a chance to top
- Arts: Designing classroom chairs and walls

******

The advantages of on-campus education and the dis advantages of online classes

(Habiba Elahi, Semester: 5,BS-19-31)

Introduction:

One of the most frequently utilized terms after the pandemic is the expression "new typical." The new ordinary in training is the expanded utilization of internet learning apparatuses. The COVID-19 pandemic has set off better approaches for learning. i

Instructive foundations are looking toward online learning stages to proceed with the most common way of teaching academics across the globe. The new typical now is a changed idea of instruction with internet learning at the center of this change. Today, advanced learning has arisen as a fundamental asset for academics and extra curricular activities. an Lately, the interest for online learning has risen altogether, and it will keep doing as such later on.

Similarly as with most showing strategies, online learning additionally has its own arrangement of positives and negatives. Disentangling and understanding these up-sides and negatives will help foundations in making procedures for learning efficiently.

Advantages:

- Students can study at home from any corner of the world without any space restrictions
- Online classes instill a sense of responsibility in the student
- Students are free to worry about going and coming, which does not make them feel tired and they have better time management
- Online learning enhance our virtual collaboration and communication and teaches us new technical skills. it can prevent and control the epidemic
- Many students do not understand what the teacher is saying because of the noise in the classroom which can be understood in a quiet environment at home
- by recording we can save our lectures for later use and listen to them whenever we want. It is more convenient than physical classes

Disadvantages:

- Some students have a habit of taking the class eye to eye with the teacher and getting the teacher's attention because of which they do not understand anything online.
- Students' education is hampered due to bad internet
- Teachers cannot better guide children in online classes
- Online learning requires auxiliary training for teachers
- Online classes means more screen time and it effects our eyesights
- Sense of isolation is created during online learning at a huge extent. Every student learns in their own manner despite of which the teacher taught

******

The ignorant man

(Anam Zaman khan, Semester :3, M-20-60)

There was a village in a kingdom.There lived a milkman.His name was deenu.He had built his hut far away from his village,in the wood.He loved the quietness of the woods rather than the atmosphere of the village.He lived in his hut with his two cows.He fed them well and took proper care of them.Everyday he took the two cows to a nearby lake to bath them.The two cows gave more milk.With the milk that the two cows gave,he earned enough money to live happily.

Deenu was an honest man.Though he was content ,at times he would be restless.” There is so much wrong and evil in the world. Is there nobody to guide the people?” This thought made him sad every now and then.

One evening,the ignorant man,Deenu was returning home after selling milk in the village.He saw a saint sitting under a tree and meditating.He slowly walked up to him and waited for the saint to open his eyes.He was happy to be with the saint for some time He decided to wait there itself till the saint opened his eyes.

After a while, the saint slowly opened his eyes. He was surprised to see a man patiently sitting beside him.

“ What do you want?”asked the saint humbly.

“ I want to know what the path to Trust and Piety is? Where shall I find honesty?”asked deenu

The saint smiled and said,” Go to the pond nearby and ask the fish the same question. She will give you the answer.”

Then he asked to do, the ignorant man,Deenu went to the nearby pond and asked the same question to the fish.The fish said said,” O kind man! First, bring me some water to drink.” Deenu was surprised. He said,” you live in water.But you still want water to drink? How strange!”

At this moment, the fish replied,” you are right. And that gives you the answer to your question as well Truth , Piety and Honesty are inside the heart of a man. But being ignorant,he searches for them in the outer world. Instead of wandering here and there, look within yourself and you will find them.” This gave an immense satisfaction to Deenu. He thanked the fish and walked home a wiser man. He changed the way in which he saw this world as well as himself. From that day, Deenu never felt restless.

He took his best to Carry this message to the rest of his fellow human beings. All his friends accepted him as their master and consult him to overcome their mental problems. He led them properly

******

Jokes

(Benish Haseeb, BS semester:8,BS-17-32)

Dad: Why did you break the mirror?

Son: Daddy mirror is copying me?

Teacher: Why are you late?
Student: Mom and Dad were fighting
Teacher: So what makes you late if they Are fighting?
Student: one shoe is in mom hand And one in Dad's hand

Teacher: who Is Muhammad Iqbal Student: Iqbal is my best freind

A student went to restaurant and he said to waiter Syllabus Lana zara

Teacher : Where's your book!
Student : At Home
Teacher: What's it doing there?
Student: having more fun than me

Etc means end of thinking capabilty

******